

حدیث - اعلیٰ کردار کے بارے میں نبوی نصیحت



مثبت خصوصیات کو اپنانا ذہنی
سکون کا باعث بنتا ہے

نیک کردار کے بارے میں نبوی نصیحت

شیخ پوڈ کتب

شیخ پوڈ کتب، 2024 کے ذریعہ شائع کیا گیا۔

اگرچہ اس کتاب کی تیاری میں تمام احتیاط برتی گئی ہے، ناشر غلطیوں یا کوتاہی یا یہاں موجود معلومات کے استعمال کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کے لیے کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرتا ہے۔

حدیث - اعلیٰ کردار کے بارے میں نبوی نصیحت

دوسرا ایڈیشن۔ 8 فروری 2024۔

کاپی رائٹ © 2024 شیخ پوڈ کتب۔

شیخ پوڈ کتب کے ذریعہ تحریر کردہ۔

فہرست کا خانہ

فہرست کا خانہ

اعتراقات

مرتب کرنے والے کے نوٹس

تعارف

حدیث - اعلیٰ کردار کے بارے میں نبوی نصیحت

اخلاص

اسلام کو مکمل کرنا

غصے پر قابو پانا

ثابت قدم رہنا

دوسروں کے لیے محبت

جامع مشورہ

ایمان کی فضیلت

کیسے جینا ہے۔

نیک اعمال

برائی پر اعتراض کرنا

یاد کے درجات

دعائیں جنت کی طرف لے جاتی ہیں۔

ثواب حاصل کرنا

خالص خرچ

اپنا نصف پورا کریں۔

ایک جسم

دوسروں کی رہنمائی کرنا

شادی کی وجوہات

مساوات

سچی امید

کامیابی کے دو حصے

اضافہ یا نقصان

دنیاوی معاملات میں اعتدال

اچھی دنیاوی نعمتیں

نیکی کا حکم اور برائی سے روکنا

متوازن غذا

تمام حالات میں برکت

نیکی حاصل کرنا

درست طریقہ سے ترجیح دینا

اگر صرف

مقدسیت

سچ

واقعی امیر

شاندار کردار

قوم کے لیے خوف

نجات

درخت کا سایہ

اللہ عزوجل کا سایہ

سچا مسلمان اور مومن

برا کردار

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ

بخشش حاصل کرنا

اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنا

صحابہ کرام

اندھیرے سے بچیں۔

پیغمبرانہ آداب

معیار اہم ہے۔

سچا انصاف

اضافہ حاصل کرنا

اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا

حقیقی آزادی

مالی معاملات

زندگی ایک آئینہ ہے۔

دولت اور زندگی میں برکت

آسان انعام

پڑوسی

جنت کی زیارت کرنا

مثبت سوچنا

عوامی اجتماعات

تمام برائی کی کلید

حقیقی شرافت

شکر گزاری کے دو حصے

اعمال کی تباہی۔

بدعنوانی

درست طریقے سے حکم دینا

سوالات

فخر

آسانی کا مذہب

سچا علم

حقیقی شائستگی

درست طریقے سے کام کرنا

اللہ تعالیٰ، بزرگی اور لوگوں کی محبت حاصل کرنا

بحث کرنا

گپ شیپ پھیلانا

آپ کی دیکھ بھال کے تحت

دنیا اکٹھی ہو گئی۔

دوسروں کو دیکھ کر

فیصلے کرنے والے اعمال

حقیقی صبر

مسلمانوں کے حقوق

دوسروں کو چھوڑنا

جنت کی ضمانت

جنت میں داخل ہونا

قرآن پاک کی پیروی کرنا

عبادت سے بہتر ہے۔

پانچ سوالات

اچھے کو بیچھے چھوڑنا

لعنت کیا ہے؟

بہترین اور بدتر مقامات

ہم میں سے ایک

برکتیں رکھنا

دنیا کے غلام

ایک اچھا انجام

صدقہ ایک سایہ ہے۔

الہی نعمتیں اور حمایت

صالحین میں شامل ہونا

بہترین انسان

غیبت اور غیبت

جنت میں محفوظ راستہ

ایک خاص عمل

اللہ تعالیٰ کا بندہ محبت کرتا ہے۔

مذاق کرنا

جھوٹی قسمیں۔

اچھا برتاؤ

حقیقی زیارت

بہترین بننا

نجات کا مطلب

کے ذریعے چیزیں سوچنا

اعمال کی طرف جلدی کریں۔

تمام مشکلات

کبھی بھرا نہیں۔

خوش نصیب

خوشخبری

نیکی کی راہیں۔

کبھی دو بار بیوقوف نہیں بنایا

مالی مشورہ

جنت اور دوزخ

سب سے زیادہ فضیلت والا

جیل اور جنت

قریب ڈرائنگ

قطرہ اور ایک سمندر

آپ کی ریاست

حقیقی دولت

متقی بننا

ایک سادہ زندگی

ذرائع کے مطابق خرچ کریں۔

آخرت کے لیے کام کرنا

دولت کمانے کی اہمیت

عقیدہ قائم کرنا

عبادت کا جوہر

آسانی اور خوشخبری۔

دنیاوی چیزوں کی حیثیت

بدلہ لینا

سچی رہنمائی پر عمل کریں۔

ایک صاف دل

کامل ایمان

ثواب کی حفاظت کرنا

غم کے اوقات

اسلام بوجھل نہیں ہے۔

نرم ہونا

ایک مومن کی صفات

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب

کاروبار کر رہے

مشکوک اور ناجائز

دوسروں کو چھوڑ کر

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے دور

ٹہرے رہیں

حد سے زیادہ تعریف کرنا

نجی گفتگو

باغ یا گڑھا۔

محبت

مومن آئینہ ہیں۔

اپنی حفاظت کرنا

جنت بغیر حساب کے

دوسروں کو تسلی دینا

اپنی ضروریات پوری کریں۔

لوگوں سے بچنا

سننا اور بولنا

دل کو پاک کرنا

امن پھیلانا

سخت اکاونٹنگ

مکمل طہارت

مقدس کیا ہے

اب اداکاری

بہترین طرز عمل

ایک فضیلت والا تحفہ

اچھا خرچ

سیرینر والے

قوم کی طاقت

اگلا قدم

سے بچنے کی خصلتیں۔

حقیقی خوبصورتی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سوالات

اللہ عزوجل کے ناموں کو جاننا

آگے بھیجیں یا پیچھے چھوڑ دیں۔

اتحاد

اللہ تعالیٰ کی صحبت

دو نعمتیں۔

خوابشات

اہم اعمال

اچھے کردار پر 400 سے زیادہ مفت ای بکس

دیگر شیخ پوڈ میڈیا

اعترافات

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا رب ہے، جس نے ہمیں اس جلد کو مکمل کرنے کی تحریک، موقع اور طاقت بخشی۔ درود و سلام ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کا راستہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی نجات کے لیے چنا ہے۔

ہم شیخ پوڈ کے پورے خاندان، خاص طور پر اپنے چھوٹے ستارے یوسف کے لیے اپنی تہہ دل سے تعریف کرنا چاہیں گے، جن کی مسلسل حمایت اور مشورے نے شیخ پوڈ کتب کی ترقی کو متاثر کیا ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا کرم مکمل فرمائے اور اس کتاب کے ہر حرف کو اپنی بارگاہِ عالی میں قبول فرمائے اور اسے روزِ آخرت میں ہماری طرف سے گواہی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور بے شمار درود و سلام ہو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، آپ کی آل اور صحابہ کرام پر، اللہ ان سب سے راضی ہو۔

مرتب کرنے والے کے نوٹس

ہم نے اس جلد میں انصاف کرنے کی پوری کوشش کی ہے تاہم اگر کوئی شارٹ فال نظر آئے تو مرتب کرنے والا ذاتی طور پر ذمہ دار ہے۔

ہم ایسے مشکل کام کو مکمل کرنے کی کوشش میں غلطیوں اور کوتاہیوں کے امکان کو قبول کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم نے لاشعوری طور پر ٹھوکر کھائی ہو اور غلطیوں کا ارتکاب کیا ہو جس کے لیے ہم اپنے قارئین سے درگزر اور معافی کے لیے دعا گو ہیں اور ہماری توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے گی۔ ہم تہ دل سے تعمیری تجاویز کی دعوت دیتے ہیں جو ShaykhPod.Books@gmail.com پر دی جا سکتی ہیں۔

تعارف

ذیل میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند احادیث کی مختصر تفسیر ہے، جن میں بعض اچھی خصلتوں کے بارے میں بتایا گیا ہے جن کو مسلمانوں کو اختیار کرنا چاہئے اور بعض برے خصائل سے انہیں بچنا چاہئے تاکہ وہ اعلیٰ سیرت حاصل کرسکیں۔

مثبت خصوصیات کو اپنانا ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔

جامع ترمذی نمبر 2003 میں موجود حدیث کے مطابق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ قیامت کے ترازو میں سب سے وزنی چیز حسن اخلاق ہوگی۔ یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات میں سے ایک ہے جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی سورہ نمبر 68 القلم آیت نمبر 4 میں فرمائی ہے:

“اور بے شک آپ بڑے اخلاق کے مالک ہیں۔”

لہذا تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اعلیٰ کردار کے حصول کے لیے قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو حاصل کریں اور اس پر عمل کریں۔

حدیث - اعلیٰ کردار کے بارے میں نبوی نصیحت

اخلاص

صحیح مسلم نمبر 196 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اسلام کا اخلاص ہے: اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، معنی، قرآن پاک، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف۔ اور ان پر، معاشرے کے رہنماؤں اور عام لوگوں پر درود و سلام۔

اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ اس کی طرف سے دیے گئے تمام فرائض کو احکام و ممنوعات کی صورت میں ادا کرنا، صرف اس کی رضا کے لیے۔ جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث سے ثابت ہے کہ سب ان کی نیت سے پرکھیں گے۔ پس اگر کوئی نیک 1 عمل کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلص نہ ہو تو اسے نہ دنیا میں اجر ملے گا اور نہ آخرت میں۔ درحقیقت جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود ایک حدیث کے مطابق جن لوگوں نے گستاخیاں کیں ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ وہ ان لوگوں سے اجر طلب کریں جن کے لیے انہوں نے عمل کیا جو ممکن نہیں ہوگا۔ باب 98 البیینہ، آیت 5۔

اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لیے خالص "ہو کر۔"

اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے تو یہ اخلاص کی کمی کو ظاہر کرتا ہے۔ اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ صدق دل سے توبہ کریں اور ان سب کو پورا کرنے کے لیے جدوجہد کریں۔ یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر کبھی بھی ایسے

فرائض کا بوجھ نہیں ڈالتا جو وہ انجام نہیں دے سکتا اور نہ ہی نبھا سکتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت

286-

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ اپنی اور دوسروں کی خوشنودی پر اس کی رضا کو پسند کرنا چاہیے۔ ایک مسلمان کو ہمیشہ ان اعمال کو ترجیح دینی چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوں۔ انسان کو چاہیے کہ دوسروں سے محبت کرے اور اپنے گناہوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے ناپسند کرے نہ کہ اپنی خواہشات کے لیے۔ جب وہ دوسروں کی مدد کرتے ہیں یا گناہوں میں حصہ لینے سے انکار کرتے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہونا چاہیے۔ جس نے اس ذہنیت کو اپنایا اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہونے کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس پر بھروسہ کیا جائے کہ اس کے احکام اور انتخاب اس میں شامل لوگوں کے لیے بہترین ہیں، چاہے اس کے احکام کے پیچھے جو حکمتیں ہیں وہ لوگوں پر ظاہر نہ ہوں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

صرف ان احکام پر راضی ہونا جو خواہشات کے مطابق ہوں اور خواہشات کے خلاف ہونے والے احکام پر ناراض ہونا اللہ تعالیٰ سے صریح بے وفائی ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتا ہے، اس کے احکام کو بجا لا کر، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے اور رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتا ہے، وہ ہر حال اور حالت میں کامیاب ہوتا ہے۔ واقعی مخلص

قرآن پاک کے ساتھ اخلاص میں اللہ تعالیٰ کے کلام کے لیے گہرا احترام اور محبت شامل ہے۔ یہ اخلاص اس وقت ثابت ہوتا ہے جب کوئی شخص قرآن کریم کے تین پہلوؤں کو پورا کرتا ہے۔ سب سے پہلے اسے صحیح اور باقاعدگی سے پڑھنا ہے۔ دوسرا اس کی تعلیمات کو معتبر ذریعہ اور استاد کے ذریعے سمجھنا ہے۔ آخری پہلو یہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات پر اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے مقصد سے عمل کیا جائے۔ مخلص مسلمان اپنی خواہشات پر عمل کرنے پر اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کو ترجیح دیتا ہے جو قرآن کریم سے متصادم ہیں۔ اپنے کردار کو قرآن پاک پر ڈھالنا اللہ کی کتاب کے ساتھ سچے اخلاص کی علامت ہے۔ یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت ہے جس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 1342 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ قرآن کریم کے ساتھ مخلص ہونے کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس سے خلوص نیت سے رجوع کیا جائے۔ اس سب کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا، قطع نظر اس کے کہ اگر کسی کی خواہشات قرآن پاک سے متصادم ہوں۔ جو اپنی خواہشات کی بنیاد پر حکموں، ممانعتوں اور نصیحتوں پر عمل کرنے اور نظر انداز کرنے کا خوش دلی سے انتخاب کرتا ہے، اس نے اس کے بارے میں اخلاص اختیار کیا ہے اور وہ اس کی ہدایت سے صحیح معنوں میں فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔ باب 17 الاسراء، آیت 82

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ ”ظالموں کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔“

آخر میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ قرآن پاک دنیاوی مسائل کا علاج ہونے کے باوجود مسلمان کو صرف اسی مقصد کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ یعنی قرآن مجید کو صرف اس لیے نہیں پڑھنا چاہیے کہ وہ اپنے دنیاوی مسائل کے حل کے لیے اس کی تلاوت کریں، قرآن مجید کو ایک آلے کی طرح سمجھیں جو مشکل کے وقت ہٹا کر دوبارہ ٹول باکس میں رکھ دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کا بنیادی کام آخرت کی صحیح رہنمائی کرنا ہے۔ اس اہم کام کو نظر انداز کرنا اور اسے صرف اپنے دنیاوی مسائل کے حل کے لیے استعمال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ ایک سچے مسلمان کے طرز عمل کے خلاف ہے۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جو ابھی تک بہت سے مختلف

لوازمات کے ساتھ کار خریدتا ہے، اس کے پاس کوئی انجن نہیں ہے۔ اس طرح کا برتاؤ اس کے ساتھ بے حسی ظاہر کرتا ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی چیز جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخلاص ہے وہ ہے۔ اس میں اپنی روایات پر عمل کرنے کے لیے علم حاصل کرنے کی کوشش بھی شامل ہے۔ ان روایات میں عبادت کی صورت میں اللہ تعالیٰ سے متعلق اور مخلوق کے لیے اس کا بابرکت حسن کردار شامل ہے۔ باب 68 القلم، آیت 4

"اور بے شک آپ بہت اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔"

اس میں اس کے احکام و ممنوعات کو ہر وقت قبول کرنا شامل ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے۔ باب 59 الحشر، آیت 7

"اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔"

اخلاص میں اپنی روایات کو کسی اور کے اعمال پر ترجیح دینا بھی شامل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام راستے بند ہیں سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور "تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔"

انسان کو ان تمام لوگوں سے محبت کرنی چاہیے جنہوں نے اس کی زندگی میں اور اس کے انتقال کے بعد اس کا ساتھ دیا، چاہے وہ اس کے خاندان میں سے ہوں یا اس کے ساتھی، اللہ ان سب سے راضی ہو۔ اس کے راستے پر چلنے والوں اور اس کی روایات کی تعلیم دینے والوں کا ساتھ دینا ان لوگوں پر فرض ہے جو اس کے ساتھ مخلص ہونا چاہتے ہیں۔ اخلاص میں ان لوگوں سے محبت کرنا بھی شامل ہے جو اس سے محبت کرتے ہیں اور ان لوگوں کو ناپسند کرنا جو اس پر تنقید کرتے ہیں خواہ ان لوگوں کے ساتھ کوئی تعلق ہو۔ اس کا خلاصہ صحیح بخاری نمبر 16 میں موجود ایک حدیث میں موجود ہے۔ یہ نصیحت کرتا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا ایمان نہیں رکھ سکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہ کرے۔ تخلیق یہ محبت صرف الفاظ سے نہیں عمل سے ظاہر ہونی چاہیے۔ اس کا احترام، محبت اور عملی طور پر اس کی پیروی کرنا اس کے لیے مخلص ہونے کا ایک پہلو ہے۔ لیکن یہ آپ کی بابرکت زندگی اور تعلیمات کو سیکھے بغیر ممکن نہیں۔ کسی کی عزت، محبت اور پیروی کیسے کر سکتا ہے جسے وہ جانتا تک نہیں؟ جو شخص اس سے محبت اور احترام کا دعویٰ کرتا ہے لیکن عملی طور پر اس کی پیروی کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ ان کے دعوے میں بے ایمان ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی چیز جس کا تذکرہ کمیونٹی کے رہنماؤں کے ساتھ مخلص ہونا ہے اور اس میں مذہبی رہنماؤں اور اساتذہ کے ساتھ اخلاص کا اظہار بھی شامل ہے۔ اس میں انہیں بہترین مشورے کی پیشکش کرنا اور ان کے اچھے فیصلوں میں کسی بھی ضروری طریقے سے مدد کرنا شامل ہے، جیسے کہ مالی یا جسمانی مدد۔ امام مالک کی موطا، کتاب نمبر 56، حدیث نمبر 20 میں موجود ایک حدیث کے مطابق اس فرض کو ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

باب 4 النساء آیت 59

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو "

"...تم میں سے حاکم ہیں

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ معاشرے کے سربراہان کی اطاعت فرض ہے۔ لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ اطاعت اس وقت تک فرض ہے جب تک کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے۔ مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں اگر یہ خالق کی نافرمانی کا باعث بنے۔ اس طرح کے معاملات میں لیڈروں کے خلاف بغاوت کرنے سے گریز کیا جانا چاہیے کیونکہ اس سے صرف

معصوم لوگوں کا ہی نقصان ہوتا ہے۔ اس کے بجائے قائدین کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق نرمی سے نیکی اور برائی سے منع کرنا چاہیے۔ دوسروں کو اس کے مطابق عمل کرنے کی تلقین کرنی چاہیے اور ہمیشہ راہنماؤں سے صحیح راستے پر چلنے کی دعا کرنی چاہیے۔ لیڈر سیدھے رہیں گے تو عوام بھی سیدھے رہیں گے۔

لیڈروں کے ساتھ دھوکہ کرنا منافقت کی علامت ہے جس سے ہر وقت بچنا چاہیے۔ اخلاص میں ان معاملات میں ان کی اطاعت کرنے کی کوشش کرنا بھی شامل ہے جو معاشرے کو بھلائی پر اکٹھا کرتے ہیں اور ہر اس چیز سے تنبیہ کرتے ہیں جو معاشرے میں خلل پیدا کرے۔ اسلام میں قائدین کی اندھی وفاداری نہیں ہے، صرف ان چیزوں میں ان کی اطاعت ہے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتی ہیں۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں آخری چیز جو عام لوگوں کے ساتھ اخلاص ہے۔ اس میں ان کے لیے ہر وقت بہترین کی خواہش کرنا اور اسے اپنے قول و فعل سے ظاہر کرنا شامل ہے۔ اس میں دوسروں کو نیکی کی تلقین کرنا، برائیوں سے روکنا، دوسروں کے ساتھ ہر وقت رحم اور مہربانی کرنا شامل ہے۔ اس کا خلاصہ صحیح مسلم نمبر 170 میں موجود ایک حدیث سے کیا جا سکتا ہے۔ یہ متنبہ کرتا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے چاہتا ہے۔

لوگوں کے ساتھ مخلص ہونا اس قدر ضروری ہے کہ صحیح بخاری نمبر 57 میں موجود حدیث کے مطابق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فرض کو فرض نماز کی ادائیگی اور صدقہ فطر کے آگے ڈال دیا۔ صرف اس حدیث سے ہی اس کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں دو اہم واجبات رکھے گئے ہیں۔

لوگوں کے ساتھ خلوص کا یہ حصہ ہے کہ جب وہ خوش ہوں تو خوش ہوں اور جب وہ غمگین ہوں جب تک کہ ان کا رویہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف نہ ہو۔ اعلیٰ درجے کے اخلاص میں دوسروں کی زندگیوں کو بہتر بنانے کے لیے انتہائی حد تک جانا شامل ہے، چاہے یہ خود کو مشکل میں ڈالے۔ مثال کے طور پر، ضرورت مندوں کو مال عطیہ کرنے کے لیے کچھ چیزیں

خرید کر قربانی کر سکتے ہیں۔ لوگوں کو ہمیشہ بھلائی پر متحد کرنے کی خواہش اور کوشش کرنا دوسروں کے ساتھ اخلاص کا حصہ ہے۔ جبکہ دوسروں میں تفرقہ ڈالنا ابلیس کی خصوصیت ہے۔
باب 17 الاسراء، آیت 53

شیطان یقیناً ان کے درمیان تفرقہ ڈالنا چاہتا ہے۔“

لوگوں کو متحد کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کے عیبوں پر پردہ ڈالا جائے اور انہیں گناہوں کے خلاف نجی طور پر نصیحت کی جائے۔ جو اس طرح عمل کرتا ہے اس کے گناہوں پر اللہ تعالیٰ پردہ ڈال دیتا ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1426 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جب بھی ممکن ہو دوسروں کو دین اور دنیا کے اہم پہلوؤں کی نصیحت اور تعلیم دینی چاہیے تاکہ ان کی دنیوی اور دینی زندگی بہتر ہو۔ دوسروں کے ساتھ خلوص کا ثبوت یہ ہے کہ وہ ان کی غیر موجودگی میں ان کی حمایت کرتا ہے، مثلاً دوسروں کی غیبت سے۔ دوسروں سے منہ موڑنا اور صرف اپنی فکر کرنا کسی مسلمان کا رویہ نہیں ہے۔ درحقیقت، زیادہ تر جانور اس طرح برتاؤ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی پورے معاشرے کو نہیں بدل سکتا تو پھر بھی وہ اپنی زندگی میں ان لوگوں کی مدد کرنے میں مخلص ہو سکتا ہے، جیسے کہ ان کے رشتہ دار اور دوست۔ سیدھے الفاظ میں، کسی کو دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ باب 28 القصص، آیت 77

اور نیکی کرو جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے۔“

دوسروں کے لیے مخلص ہونے کا ایک پہلو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے ان کی مدد کرنا ہے۔ انسان کو لوگوں سے شکرگزاری کی خواہش نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس سے اجر ضائع ہو جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں سے صریح بے وفائی ہے۔

اسلام کو مکمل کرنا

جامع ترمذی نمبر 2317 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ مسلمان اس وقت تک اپنے اسلام کو بہترین نہیں بنا سکتا جب تک کہ وہ ان چیزوں سے اجتناب نہ کرے جن سے ان کا تعلق نہیں ہے۔

اس حدیث میں ایک ہمہ گیر نصیحت ہے جس کا اطلاق زندگی کے ہر پہلو پر ہونا چاہیے۔ اس میں ایک شخص کی تقریر کے ساتھ ساتھ ان کے دیگر جسمانی اعمال بھی شامل ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان اپنے ایمان کو کامل کرنا چاہتا ہے اسے ایسی باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے، قول و فعل کے ذریعے، جن سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اس کے بجائے وہ خود کو ان کاموں میں مشغول رکھیں جو کرتے ہیں۔ انسان کو ان باتوں کو بہت سنجیدگی سے لینا چاہیے جو اس کے ساتھ ہیں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی سوچ یا خواہشات کے مطابق چیزوں سے گریز کرے تو وہ اپنا ایمان مکمل نہیں کر سکے گا۔ لیکن جو اپنا ایمان کامل کرتا ہے وہ ان چیزوں سے اجتناب کرتا ہے جن سے بچنے کی اسلام نے نصیحت کی ہے۔ یعنی اپنے تمام فرائض کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، تمام گناہوں اور اسلام میں ناپسندیدہ چیزوں سے بچنا چاہیے اور غیر ضروری حلال چیزوں کے زیادہ استعمال سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ اس فضیلت کو حاصل کرنا ایمان کی فضیلت کی ایک خصوصیت ہے جس کا ذکر صحیح مسلم نمبر 99 کی حدیث میں ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتا ہے کہ گویا وہ اس کا مشاہدہ کر سکتا ہے یا وہ کم از کم اللہ سے پوری طرح واقف ہو جاتا ہے۔ ان کے ہر خیال اور عمل کا مشاہدہ کرنے والا۔ اس الہی نگرانی سے آگاہ ہونا ایک مسلمان کو ہمیشہ گناہوں سے پرہیز کرنے اور اعمال صالحہ کی طرف جلدی کرنے کی ترغیب دے گا۔ جو ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرتا جن سے کوئی سروکار نہیں وہ اس درجہ فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا۔

ان چیزوں سے اجتناب کرنے کا ایک بڑا پہلو جن سے انسان کو کوئی سروکار نہیں ہوتا اس کا تعلق تقریر سے ہے۔ گناہوں کی کثرت اس وقت ہوتی ہے جب انسان ایسے الفاظ کہے جن سے کوئی تعلق نہ ہو، جیسے غیبت اور غیبت۔ فضول گفتگو کی تعریف یہ ہے کہ جب کوئی شخص ایسے الفاظ کہے جو گناہ کے تو نہ ہوں لیکن بیکار ہوں اور اس لیے ان کی فکر نہ ہو۔ جیسا کہ

صحیح بخاری نمبر 2408 میں موجود حدیث سے ثابت ہے کہ لغو بات اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ لاتعداد دلائل، لڑائیاں اور یہاں تک کہ جسمانی نقصان بھی صرف اس لیے ہوا ہے کہ کسی نے ایسی بات کی جس سے انہیں کوئی سروکار نہ ہو۔ کئی خاندان تقسیم ہو چکے ہیں۔ بہت سی شادیاں ختم ہو چکی ہیں کیونکہ کسی کو ان کے کاروبار پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مفید کلام کی مختلف اقسام کی نصیحت فرمائی ہے جس سے لوگوں کو فکر مند ہونا چاہیے۔ باب 4 النساء، آیت 114

ان کی زیادہ تر نجی گفتگو میں کوئی بھلائی نہیں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو صدقہ کرنے کا " حکم دیتے ہیں یا جو حق ہے یا لوگوں کے درمیان صلح کرواتے ہیں۔ اور جس نے یہ کام اللہ کی رضامندی کے لیے کیا تو ہم اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔

درحقیقت ایسے الفاظ کا بولنا جو انسان کے لیے فکرمند نہ ہوں، لوگوں کے جہنم میں داخل ہونے کی بنیادی وجہ ہو گی۔ جامع ترمذی نمبر 2616 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2412 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت فرمائی کہ تمام تقریریں شمار ہوں گی۔ کسی شخص کے خلاف جب تک کہ اس کا تعلق نیکی کی نصیحت، برائی سے منع کرنے یا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہ ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تقریر کی دیگر تمام شکلیں کسی شخص کی فکر نہیں ہیں کیونکہ ان سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اچھی نصیحت کرنا ہر اس چیز کو شامل کرتا ہے جو کسی کی دنیاوی اور مذہبی زندگی میں فائدہ مند ہو، جیسے کہ وہ پیشہ۔

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے قول و فعل کے ذریعے ان باتوں سے بچنے کی کوشش کریں جن سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے تاکہ وہ اپنے ایمان کو مکمل کر سکیں۔ سیدھے الفاظ میں، جو شخص ان چیزوں کے لیے وقت لگاتا ہے جن سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، وہ ان چیزوں میں ناکام ہو جاتا ہے جو ان سے متعلق ہیں۔ اور جو اپنے آپ کو ان چیزوں میں مشغول رکھتا ہے جو ان سے متعلق ہیں وہ ان چیزوں پر خرچ کرنے کے لئے وقت نہیں پائے گا جو ان سے متعلق نہیں ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کریں گے۔

آخر میں، جو اپنے آپ کو ان چیزوں میں مشغول رکھتا ہے جو ان سے متعلق ہیں، وہ تمام مفید دنیوی اور دینی چیزوں کو مکمل کر لے گا جن کے وہ ذمہ دار ہیں اور اس طرح ذہنی سکون حاصل کر لیتے ہیں۔ تناؤ کے اہم ذرائع میں سے ایک یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے آپ کو ایسی چیزوں میں مشغول کر لیتا ہے جن سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے، کیونکہ یہ اسے اپنی دنیاوی اور مذہبی ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے روکتا ہے۔ صحیح طریقے سے برتاؤ کرنے سے کسی کو اپنی اہم ذمہ داریوں کو پورا کرنے کا موقع ملے گا اور اس بات کو یقینی بنایا جائے گا کہ ان کے پاس آرام کرنے اور ان چیزوں کو کرنے کے لیے کافی وقت ملے جن سے وہ لطف اندوز ہوں۔

غصے پر قابو پانا

صحیح بخاری نمبر 6116 کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو غصہ نہ کرنے کی نصیحت کی۔

درحقیقت اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی کبھی غصہ نہ کرے کیونکہ غصہ ایک فطری صفت ہے جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں بھی پائی جاتی ہے۔ درحقیقت، بعض غیر معمولی معاملات میں غصہ مفید ہو سکتا ہے جیسے کہ اپنے دفاع میں۔ اس حدیث کا اصل مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنے غصے پر قابو رکھنا چاہیے تاکہ یہ اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف نہ لے جائے، جس کا عملی مظاہرہ انبیاء علیہم السلام نے کیا ہے۔

اس کے علاوہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غصہ بہت سی برائیوں کو جنم دیتا ہے اور اس پر قابو رکھنا بہت سی بھلائیوں کا باعث بنتا ہے۔

سب سے پہلے یہ نصیحت ان تمام اچھی خصوصیات کو اپنانے کا حکم ہے جو غصے پر قابو پانے کی ترغیب دین، جیسے صبر۔

یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ آدمی اپنے غصے کے مطابق کام نہ کرے۔ اس کے بجائے، انہیں اس پر قابو پانے کے لئے اپنے آپ سے جدوجہد کرنی چاہئے تاکہ یہ انہیں گناہوں کی طرف نہ لے جائے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے غصے پر قابو پانا ایک عظیم عمل ہے اور محبت الہی کی طرف لے جاتا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 134

جو غصے کو روکتے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں اور اللہ نیکي کرنے والوں کو پسند ” کرتا ہے۔“

اسلام کے اندر بہت سی تعلیمات ہیں جو مسلمانوں کو اپنے غصے پر قابو پانے کی ترغیب دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر غصہ شیطان سے منسلک اور متاثر ہوتا ہے، صحیح بخاری نمبر 3282 میں موجود ایک حدیث میں یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ غصہ کرنے والے کو شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

جامع ترمذی نمبر 2191 میں موجود حدیث میں ناراض مسلمان کو زمین سے چمٹنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ جب تک وہ پرسکون نہ ہو جائیں زمین پر سجدہ کریں۔ درحقیقت، جتنا زیادہ کوئی غیر فعال جسمانی پوزیشن لیتا ہے، اتنا ہی کم موقع ہوتا ہے کہ وہ غصے میں مارے گا۔ سنن ابوداؤد نمبر 4782 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس نصیحت پر عمل کرنے سے انسان اپنے غصے کو اپنے اندر قید کر لیتا ہے یہاں تک کہ وہ گزر جاتا ہے تاکہ دوسروں پر اس کا منفی اثر نہ پڑے۔

ایک مسلمان جو غصے میں ہو اسے سنن ابوداؤد نمبر 4784 میں موجود حدیث میں دی گئی نصیحت پر عمل کرنا چاہیے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناراض مسلمان کو وضو کرنے کی نصیحت کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی غصے کی فطری خصوصیت یعنی گرمی کا مقابلہ کرتا ہے۔ اگر کوئی اس کے بعد نماز پڑھتا ہے تو اس سے انہیں اپنے غصے پر مزید قابو پانے میں مدد ملے گی اور ایک عظیم اجر ملے گا۔

اب تک زیر بحث مشورے سے ناراض مسلمان کو اپنے جسمانی حرکات پر قابو پانے میں مدد ملتی ہے۔ اپنی بات پر قابو پانے کے لیے غصے کی حالت میں بولنے سے گریز کرنا ہی بہتر ہے۔ بدقسمتی سے، الفاظ اکثر جسمانی اعمال کے مقابلے میں دوسروں پر زیادہ دیرپا اثر ڈال سکتے ہیں۔ غصے میں کہے گئے الفاظ کی وجہ سے لاتعداد رشتے ٹوٹ چکے ہیں اور ٹوٹ چکے ہیں۔ یہ رویہ اکثر دوسرے گناہوں اور جرائم کی طرف بھی جاتا ہے۔ ایک مسلمان کے لیے سنن ابن

ماجہ نمبر 3970 میں موجود حدیث کو نوٹ کرنا ضروری ہے، جس میں متنبہ کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن کسی شخص کو جہنم میں ڈالنے کے لیے صرف ایک برے لفظ کی ضرورت ہے۔

غصے پر قابو پانا ایک بہت بڑی نیکی ہے اور اس پر قابو پانے والے کو صحیح بخاری نمبر 6114 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مضبوط انسان قرار دیا ہے۔ درحقیقت نگلنے والا اللہ تعالیٰ کے لیے ان کا غصہ، یعنی وہ اپنے غصے کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں کرتے، ان کا دل سکون اور سچے ایمان سے بھر جائے گا۔ سنن ابوداؤد نمبر 4778 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ صحیح دل کی ایک خصوصیت ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ یہ واحد دل ہے جسے قیامت کے دن حفاظت ملے گی۔ باب 26 اشعرا، آیات 88-89:

جس دن مال اور اولاد کسی کے کام نہ آئے گی۔ لیکن صرف وہی جو اللہ کے پاس سچے دل کے ”ساتھ آتا ہے۔“

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، حد کے اندر غصہ مفید ہو سکتا ہے۔ اسے اپنے نفس، ایمان اور مال کو پہنچنے والے نقصان کو دور کرنے کے لیے استعمال کیا جانا چاہیے جو کہ اگر صحیح طریقے سے کیا جائے تو اسلام کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کے غضب میں شمار ہوتا ہے۔ یہ حال تھا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو اپنی خواہشات کی خاطر کبھی ناراض نہیں ہوئے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ناراض ہوا، جس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6050 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت قرآن پاک تھی، جو صحیح مسلم نمبر 1739 میں ایک حدیث میں نصیحت کی گئی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اس پر راضی ہو گا جس سے وہ راضی ہو گا اور جس سے ناراض ہو گا اس پر ناراض ہو گا۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی خاطر بغض رکھنا، ایمان کی تکمیل کا ایک پہلو ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ نفرت کی جڑ غصہ ہے۔ اس سے 4681 یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام غصے کو ختم کرنے کا حکم نہیں دیتا، کیونکہ اس کا حصول حقیقتاً ممکن نہیں ہے، بلکہ یہ اسے اسلام کی حدود میں قابو کرنے کا درس دیتا ہے۔

غور طلب ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے غصہ کرنا قابل تعریف ہے لیکن اگر یہ غصہ حد سے بڑھ جائے تو وہ قابل ملامت ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے غصے پر قابو رکھنا انتہائی ضروری ہے خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر غصہ میں ہی کیوں نہ ہو۔ سنن ابو داؤد نمبر 4901 میں موجود ایک حدیث ایک ایسے نمازی کو خبردار کرتی ہے جو غصے میں اللہ تعالیٰ کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ کسی خاص گنہگار کو معاف نہیں کرے گا۔ اس کے نتیجے میں اس نمازی کو جہنم میں بھیج دیا جائے گا جبکہ گناہ گار کو قیامت کے دن معاف کر دیا جائے گا۔

برائی کی ابتداء چار چیزوں سے ہوتی ہے: خوابش پر قابو نہ پانا، خوف، بڑی بھوک اور غصہ۔ لہذا جو شخص اس حدیث کی نصیحت کو قبول کرے گا اس کے کردار اور زندگی سے ایک چوتھائی برائی دور ہو جائے گی۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، مسلمانوں کے لیے اپنے غصے کو قابو میں رکھنا بہت ضروری ہے، اس لیے یہ ان کے لیے ایسی حرکت یا بات کرنے کا سبب نہ بنے جس سے انہیں دنیا اور آخرت دونوں میں بڑی پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے۔

ثابت قدم رہنا

صحیح مسلم نمبر 159 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مختصر مگر دور رس نصیحت فرمائی۔ انہوں نے لوگوں کو نصیحت کی کہ اللہ تعالیٰ پر اپنے ایمان کا صدق دل سے اعلان کریں اور پھر اس پر ثابت قدم رہیں۔

اپنے ایمان پر ثابت قدم رہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں جدوجہد کریں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تکمیل پر مشتمل ہے، جو اس سے متعلق ہیں، جیسے فرض روزے اور جو لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں، جیسے کہ دوسروں سے حسن سلوک کرنا۔ اس میں اسلام کی ان تمام ممنوعات سے پرہیز کرنا بھی شامل ہے جو ایک شخص اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں اور جو دوسروں کے درمیان ہیں۔ ایک مسلمان کو بھی صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا چاہیے اور یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

آخر میں ان پہلوؤں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق پورا کرنا شامل ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ”تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔“

ثابت قدمی میں دونوں قسم کے شرک سے پرہیز شامل ہے۔ سب سے بڑی قسم وہ ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز کی عبادت کرتا ہے۔ معمولی قسم یہ ہے کہ جب کوئی نیک کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی خاطر، جیسے دکھاوا کرنا۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3989 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ لہذا استقامت کا ایک پہلو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنا ہے۔

اس میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا اور چیری چننے سے پرہیز کرنا شامل ہے کہ کب اور کن اسلامی تعلیمات پر کوئی شخص اپنی خواہشات کے مطابق عمل کرے گا۔

ثابت قدمی میں شامل ہے خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا، بجائے اس کے کہ اپنے آپ کو یا دوسروں کو خوش کیا جائے۔ اگر کوئی مسلمان اپنے آپ کو یا دوسروں کو خوش کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ نہ ان کی خواہشات اور نہ ہی لوگ انہیں اللہ تعالیٰ سے محفوظ رکھیں گے۔ دوسری طرف جو اللہ تعالیٰ کا سچے دل سے فرمانبردار ہے وہ ہر چیز سے محفوظ رہے گا خواہ یہ حفاظت ان پر ظاہر نہ ہو۔

اپنے ایمان پر ثابت قدم رہنے میں یہ شامل ہے کہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے بنائے ہوئے راستے پر چلنا اور اس سے ہٹنے والے راستے کو اختیار نہ کرنا۔ جو شخص اس راہ کو اختیار کرنے کی کوشش کرے گا اسے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہوگی: کیونکہ یہی ان کے ایمان پر ثابت قدم رہنے کے لیے کافی ہے۔ باب 4 النساء آیت 59

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو " ...تم میں سے حاکم ہیں

جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ثابت قدم رہنے کا ایک پہلو ہر اس شخص کی اطاعت ہے جس کے احکام و نصیحت کی جڑیں اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلصانہ اطاعت میں ہیں۔

چونکہ لوگ کامل نہیں ہیں وہ بلاشبہ غلطیاں کریں گے اور گناہ کریں گے۔ لہذا ایمان کے معاملات میں ثابت قدم رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان کامل ہو جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر سختی سے عمل کرنے کی کوشش کریں جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے اور اگر کوئی گناہ ہو جائے تو سچے دل سے توبہ کریں۔ اس کی طرف باب 41 فصیلات، آیت 6 میں اشارہ کیا گیا ہے:

“...تو سیدھا اس کی طرف چلو اور اس سے معافی مانگو”

اس کی مزید تائید جامع ترمذی نمبر 1987 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور کسی نیک عمل سے سرزد ہونے والے (معمولی گناہ کو مٹانے کی تلقین کی گئی ہے۔ امام مالک کی موطا، کتاب 2، حدیث نمبر 37 میں موجود ایک اور حدیث میں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کی پوری کوشش کریں، اگرچہ وہ اس پر عمل کریں۔ یہ مکمل طور پر کرنے کے قابل نہیں ہے۔ لہذا ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی نیت اور جسمانی عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ثابت قدمی میں اس کو حاصل کرنے کی صلاحیت کو پورا کرے۔ انہیں کمال حاصل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ کوئی شخص اپنے جسمانی اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا جب تک کہ وہ اپنے روحانی قلب کو پہلے پاک نہ کرے۔ جیسا کہ سنن ابن ماجہ نمبر 3984 میں موجود ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ جسم کے اعضاء صرف اسی صورت میں کام کریں گے جب روحانی قلب پاک ہو۔ دل کی پاکیزگی صرف قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

ثابت قدمی کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی زبان پر قابو رکھے جیسا کہ یہ دل کا اظہار کرتی ہے۔ زبان پر قابو رکھے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت ممکن نہیں۔ جامع ترمذی نمبر 2407 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

آخر میں اگر اللہ تعالیٰ کی ثابت قدمی میں کوئی کمی واقع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرنی چاہیے اور لوگوں سے معافی مانگنی چاہیے، اگر اس میں ان کے حقوق شامل ہوں۔ باب 46: الاحقاف، آیت 13

بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ راہ راست پر رہے، ان پر نہ کوئی ”خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

دوسروں کے لیے محبت

صحیح بخاری نمبر 13 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں بن سکتا جب تک وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس خصوصیت کو اپنانے میں ناکام رہے تو وہ اپنا ایمان کھو دے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس نصیحت پر عمل نہ کریں۔ یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ مسلمان اس وقت تک اپنا ایمان مکمل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے بھی وہ چیز ناپسند نہ کرے جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے۔ اس کی تائید صحیح مسلم نمبر 6586 میں موجود ایک اور حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ نصیحت کرتی ہے کہ امت مسلمہ ایک جسم کی مانند ہے۔ جسم کے ایک حصے میں درد ہو تو باقی جسم درد میں شریک ہوتا ہے۔ اس باہمی احساس میں دوسروں کے لیے محبت اور نفرت شامل ہے جو کوئی اپنے لیے پسند کرتا ہے اور نفرت کرتا ہے۔

ایک مسلمان کو یہ مقام صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب اس کا دل بغض اور حسد سے پاک ہو۔ یہ بُری خصلتیں انسان کو ہمیشہ اپنے لیے بہتر کی خواہش کا باعث بنتی ہیں۔ پس درحقیقت یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کو اچھی خصلتوں کو اپنا کر اپنے دل کو پاک کرنا چاہیے جیسا کہ معاف کرنے والا ہونا اور حسد جیسی بُری خصلتوں کو ختم کرنا چاہیے۔ یہ صرف قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے ہی ممکن ہے۔

مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دوسروں کے لیے بھلائی کی خواہش کرنے سے وہ اچھی چیزوں سے محروم نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے خزانے کی کوئی حد نہیں اس لیے خود غرضی اور لالچی ذہنیت اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔

دوسروں کے لیے بھلائی کی خواہش میں دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کرنا بھی شامل ہے، جیسے کہ مالی یا جذباتی مدد، اسی طرح ایک شخص چاہتا ہے کہ دوسروں کی ضرورت کے وقت ان کی مدد کریں۔ اس لیے اس محبت کو صرف الفاظ سے نہیں بلکہ عمل سے ظاہر کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ جب کوئی مسلمان برائی سے منع کرتا ہے اور ایسی نصیحت کرتا ہے جو دوسروں کی خواہشات کے خلاف ہو تو انہیں نرمی سے ایسا کرنا چاہئے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے انہیں اچھی نصیحت کریں۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، زیر بحث اہم حدیث ان تمام برے خصلتوں کو ختم کرنے کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے جو باہمی محبت اور نگہداشت سے متصادم ہوں، جیسا کہ حسد۔ حسد اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص کسی خاص نعمت کا مالک ہونا چاہتا ہے جو صرف اس وقت حاصل ہوتا ہے جب اسے کسی اور سے چھین لیا جائے۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب کردہ نعمتوں کی تقسیم کے لیے براہ راست چیلنج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور حسد کرنے والے کی نیکیوں کو برباد کرنے کا باعث ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4903 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اگر ایک مسلمان دوسرے کے پاس حلال چیزوں کی خواہش رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ اسے وہی چیز عطا کرے جو دوسرے شخص کو ضائع نہ ہو۔ ان کی برکت اس قسم کی حسد جائز ہے اور مذہب کے پہلوؤں میں قابل تعریف ہے۔ صحیح مسلم نمبر 1896 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت کی ہے کہ مسلمانوں کو صرف اس دولت مند سے حسد کرنا چاہئے جو اپنی دولت کا صحیح استعمال کرے۔ اور ایک ایسے علم والے سے رشک کریں جو اپنے علم کو اپنے اور دوسروں کے فائدے کے لیے استعمال کرتا ہے۔

ایک مسلمان کو نہ صرف دوسروں کے لیے دنیاوی نعمتوں کے حصول کے لیے محبت کرنی چاہیے بلکہ ان کے لیے دونوں جہانوں میں دینی برکات حاصل کرنے کے لیے بھی محبت کرنی چاہیے۔ درحقیقت جب کوئی دوسروں کے لیے یہ خواہش کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے احکام کی تعمیل کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرنے اور تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کوشش کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور اس پر درود ہو۔ اسلام میں اس قسم کے صحت مند مقابلے کا خیر مقدم کیا گیا ہے۔ باب 83 المطفین، آیت 26

"تو اس کے لیے حریفوں کو مقابلہ کرنے دیں۔۔۔"

یہ ترغیب ایک مسلمان کو اپنے کردار میں کسی خامی کو تلاش کرنے اور اسے دور کرنے کے لیے اپنا جائزہ لینے کی بھی ترغیب دے گی۔ جب یہ دونوں عناصر معنی کو یکجا کرتے ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں جدوجہد کرتے ہیں، اور کردار کو پاک کرتے ہیں، تو یہ دونوں جہانوں میں کامیابی کا باعث بنتا ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں سے محبت کا دعویٰ نہ صرف زبانی طور پر کرے بلکہ اپنے عمل سے ظاہر کرے۔ امید ہے کہ جو اس طرح دوسروں کی فکر کرتا ہے اسے دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی فکر حاصل ہوگی۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 1930 میں موجود حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

جامع مشورہ

صحیح مسلم نمبر 534 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ طہارت نصف ایمان ہے۔

ایمان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا نصف اعمال صالحہ پر مشتمل ہے جبکہ دوسرا نصف گناہوں سے پرہیز پر مشتمل ہے۔ اس حدیث میں پاکیزگی کا ذکر دوسرے نصف کی طرف ہو سکتا ہے، یعنی سچی توبہ کے ذریعے گناہوں سے پاک ہونا۔ اس میں اپنے گناہوں پر پچھتاوا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے، دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے احترام میں جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کی تلافی کرنا شامل ہے۔ اور لوگ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو کامل ہونے کی ضرورت ہے بلکہ اس کے بجائے جب بھی وہ پھسل جائے اور گناہ کرے تو اسے سچی توبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے۔

اس کے علاوہ، قرآن کریم نے باب 2 البقرہ، آیت 143 میں دعا کے معنی میں لفظ ایمان کا استعمال کیا ہے:

“... اور اللہ آپ کو کبھی بھی آپ کے ایمان سے محروم نہ کرے گا [یعنی آپ کی پچھلی نمازیں]”

اگر حدیث سے مراد نماز ہے تو اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ نصف نماز طہارت ہے یعنی وضو۔

آخر میں، پاکیزگی کسی کے روحانی دل کی پاکیزگی کی طرف بھی اشارہ کر سکتی ہے، منفی خصوصیات کو ترک کر کے اور اسلام کی تعلیمات کو سیکھ کر اور اس پر عمل کر کے اچھی چیزوں کو اپنانے کے ذریعے۔ یہ باطنی تطہیر اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کی طرف لے جاتی ہے۔ یہ دونوں حصے ایمان اور کامیابی کے اجزاء ہیں۔ پس یہ باطنی تطہیر نصف ایمان ہے۔

اگلی بات جو اہم حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ نماز نور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ نماز قائم کرنے والا، اس کی تمام شرائط اور آداب کو صحیح طریقے سے پورا کر کے نماز کے نور سے اللہ تعالیٰ کی خالص اطاعت کی طرف رہنمائی کرے گا، جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں اور اس کی ممانعتوں سے پرہیز کرنا شامل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45

“...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے”

اس کے علاوہ نماز ایک مسلمان کی قبر میں روشنی ہوگی۔ یہ وہ لمحہ ہے جب ان کا مال اور خاندان ان کو چھوڑ دیتا ہے اور ان کے پاس صرف ان کے اچھے اور برے اعمال رہ جاتے ہیں۔ جامع ترمذی نمبر 2379 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ نماز قائم کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ یہ ان کی قبر کو روشن کرتا ہے اور انہیں ان کی ضرورت اور تنہائی کے وقت سکون فراہم کرتا ہے۔

نماز قیامت کے دن ایک مسلمان کے لیے بھی روشنی ہوگی۔ اس روشنی کے ذریعے ان کی ایک خوفناک مرحلے سے دوسرے مرحلے تک صحیح رہنمائی کی جائے گی یہاں تک کہ وہ جنت کے دروازوں تک بحفاظت پہنچ جائیں گے۔

روشنی کا مقصد چیزوں کو روشن کرنا ہے۔ نماز ایک مسلمان کو اس زمین پر اپنے مقصد کے بارے میں روشن اور یاد دلاتی ہے، یعنی عملی طور پر روز قیامت کی تیاری۔ یہی وجہ ہے کہ پانچوں فرض نمازیں دن بھر پھیلی ہوئی ہیں۔ اس لیے ایک مسلمان کا مقصد ان کی دعاؤں کے نور سے مسلسل روشن رہنا ہے تاکہ وہ ہر وقت چوکنا رہے۔ اس کے علاوہ جب کوئی اپنی پانچ فرض نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کرتا ہے تو ان کی نمازوں کا نور انہیں اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے گھر کی طرف لے جاتا ہے جس طرح ان کی نمازوں کا نور انہیں بارگاہ الہی میں لے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ، قیامت کے دن۔ جو قیامت کے دن اس طرح پیش قدمی کرے گا وہی کامیاب ہوگا۔ باب 19 :مریم، آیت 85

"جس دن ہم صالحین کو رحمن کے پاس ایک وفد کے طور پر جمع کریں گے۔"

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلی چیز جو نصیحت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ صدقہ دلیل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صدقہ کرنا کسی کے ایمان کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنا محبوب مال چھوڑ دینا ان کے ایمان و یقین کی دلیل ہے کہ اس سے اللہ راضی ہے اور اس کا اجر دونوں جہانوں میں ملے گا۔ جو لوگ صدقہ نہیں کرتے ان کے پاس قیامت کے دن ایسا کوئی ثبوت نہیں ہوگا کہ وہ اپنے ایمان کے دعوے کی تائید کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کریں۔

صدقہ بھی دنیاوی چیزوں کے لالچ میں کمی کا ثبوت ہے۔ جو صدقہ دینے سے باز رہتا ہے وہ اپنے پاس موجود دنیاوی چیزوں کے لالچ میں ایسا کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صدقہ کرنے سے حاصل ہونے والی برکات دنیاوی نعمتوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک خیراتی شخص کو جو سکون عطا کیا گیا ہے وہ دنیاوی چیزوں پر ذخیرہ کرنے سے حاصل نہیں کیا جا سکتا، چاہے وہ پوری دنیا کا مالک ہو۔ یہ ظاہر ہے، کیونکہ جو لوگ سب سے زیادہ امیر ہیں وہ اکثر ایسے ہوتے ہیں جن کی زندگیوں میں سکون نہیں ہوتا۔

صدقہ دوسروں کے ساتھ اپنے اخلاص کا ثبوت بھی ہے جو کہ اسلام کے اندر بہت سی تعلیمات کے مطابق اسلام میں فرض ہے، جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 196 میں موجود حدیث ہے۔ جو اپنے وسائل، جیسے کہ اپنے وقت اور توانائی سے صدقہ کرتا ہے۔ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دوسروں کی مدد کرتے ہیں، دوسروں کے لیے اپنے اخلاص کا ثبوت دیتے ہیں۔

صدقہ بھی سچے مومن ہونے کا ثبوت ہے۔ صحیح بخاری نمبر 13 میں موجود حدیث کے مطابق کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ جس طرح ایک شخص اپنی ضرورت کے وقت مالی، جسمانی اور جذباتی مدد جیسی مدد چاہتا ہے، اسے دوسروں کے لیے بھی اس سے محبت کرنی چاہیے۔ اور یہ اپنے عمل اور تقریر سے ظاہر ہونا چاہیے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ صبر ایک چمکتی ہوئی روشنی ہے۔ ایمان کے تین پہلوؤں کی تکمیل کے لیے صبر ایک کلیدی عنصر ہے: اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا سامنا کرنا۔ صبر ایک روشن روشنی ہے کیونکہ یہ ان پہلوؤں کو صحیح طریقے سے پورا کرنے کے لیے ایک مسلمان کی رہنمائی کرتا ہے۔

مزید برآں، صبر مشکلات کے لمحات میں صحیح راستہ اور عمل کو روشن کرتا ہے، تاکہ کوئی شخص صحیح طریقے سے یہ طے کر سکے کہ ہر مشکل میں کس طرح برتاؤ کرنا ہے اور دونوں جہانوں میں بے حساب انعام حاصل کرنا ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 10

"بے شک، مریض کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا [یعنی حد]۔..."

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ قرآن کریم یا تو کسی کے حق میں یا اس کے خلاف دلیل ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 82

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ ”ظالموں کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن پاک کے تین پہلوؤں کو پورا کرے گا وہ قیامت کے دن ان کے حق میں گواہی دے گا۔ ان پہلوؤں میں قرآن پاک کی صحیح اور باقاعدگی سے تلاوت، قرآن کریم کو سمجھنا اور آخر میں قرآن پاک کی تعلیمات پر خلوص کے ساتھ عمل کرنا شامل ہے۔ لیکن جو لوگ ان پہلوؤں کو صحیح طریقے سے پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں وہ دیکھیں گے کہ قرآن کریم قیامت کے دن ان کے خلاف گواہی دے گا۔ درحقیقت جو لوگ قرآن پاک کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ناکام رہتے ہیں وہ صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچاتے ہیں حالانکہ وہ سمجھتے ہیں کہ انہیں ثواب مل رہا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان باب 104 الحمزہ، آیت 1 پڑھ سکتا ہے، لیکن جیسا کہ وہ خود غیبت کرتے ہیں اور دوسروں کی غیبت کرتے ہیں، وہ صرف اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیج رہے ہیں۔

”ہر غیبت کرنے والے اور بہتان لگانے والے کے لیے بلاکت ہے۔“

زیر بحث مرکزی حدیث میں آخری بات یہ ہے کہ کس طرح انسان کا طرز عمل یا تو اسے آزادی کی طرف لے جاتا ہے یا اس کی مذمت کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوشش کرتا ہے، اس کی اور لوگوں کے لیے اپنی ذمہ داریوں کو، اسلام کی تعلیمات کے مطابق ادا کرتا ہے، اپنے آپ کو عذاب سے آزاد کر دیتا ہے۔ جبکہ ایسا نہ کرنے والے صرف اپنے آپ کو دونوں جہانوں میں عذاب میں مبتلا کرتے ہیں۔ باب 91 الشمس، آیات 9-10:

وہ کامیاب ہوا جس نے اسے پاک کیا۔ اور وہ ناکام ہو گیا ہے جس نے اسے (بدعنوانی کے ساتھ) ابھارا۔

جو شخص صحیح طریقے سے عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو استعمال کر کے مشکلات اور تناؤ سے نجات پاتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " " زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

جبکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں ناکام رہے گا، وہ اپنے آپ کو دونوں جہانوں میں تاریک اور تنگ زندگی میں مبتلا کر دے گا، خواہ وہ اپنی تمام دنیاوی خواہشات کو پورا کرے۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے " "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

ایمان کی فضیلت

صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود ایک طویل حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان کی فضیلت کا مفہوم بیان فرمایا۔ اس فضیلت سے مراد اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ سلوک اور برتاؤ ہے۔ فضیلت کے ساتھ عمل کرنے کا تذکرہ پورے قرآن میں کیا گیا ہے، جیسے:

کہ باب 10 یونس، آیت 26

"...جن لوگوں نے بہترین کام کیا ان کے لیے بہترین [اجر] ہے - اور اضافی"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 449 اور 450 میں موجود احادیث میں اس آیت کی وضاحت فرمائی ہے۔ اس آیت میں اضافی لفظ سے مراد یہ ہے کہ جب اہل جنت کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو گا، ، عالی۔ یہ انعام اس مسلمان کے لیے موزوں ہے جو کمال کے ساتھ کام کرتا ہے کیونکہ فضیلت کا مطلب اپنی زندگی گزارنا ہے گویا وہ اللہ تعالیٰ کی گواہی دے سکتا ہے، ہر وقت اپنے ظاہری اور باطن کا مشاہدہ کرتا ہے۔ ایک ایسا شخص جو ایک طاقتور اتھارٹی کو دیکھ سکتا ہے کہ وہ ان کے خوف سے کبھی بدتمیزی نہیں کرے گا۔ درحقیقت، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار کسی کو نصیحت کی کہ وہ ہمیشہ ایسا برتاؤ کرے جیسے کہ وہ ایک نیک آدمی جس کا وہ احترام کرتا ہے، اسے مسلسل دیکھ رہا ہو۔ امام طبرانی کی المعجم الکبیر نمبر 5539 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ جو شخص اس طرح عمل کرے گا وہ بہت کم گناہوں کا ارتکاب کرے گا اور ہمیشہ نیکیوں میں جلدی کرے گا۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرتا ہے اور دنیا میں آزمائش کی آگ اور آخرت میں جہنم کی آگ سے ڈھال کا کام کرتا ہے۔ یہ چوکسی اس بات کو یقینی بنائے گی کہ انسان نہ صرف اللہ تعالیٰ کے تئیں اپنے تمام فرائض کو پورا کرتا ہے بلکہ یہ مخلوق کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی ترغیب بھی دیتا ہے۔ جس کی چوٹی خلوص دل سے دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ یہ شخص جامع ترمذی نمبر 251 میں موجود حدیث کو پورا کرے گا جس میں یہ نصیحت ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

فضیلت کا یہ درجہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ صحیح نیت کے ساتھ عمل کیا جائے، جو کہ ایمان کی بنیاد ہے، صحیح بخاری میں موجود حدیث نمبر 1 کے مطابق۔ کامیابی اس کے لیے یقینی ہے جو نیک عمل کرتا ہے اور صحیح نیت کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے۔ ایک شخص جتنا اچھا عمل کرتا ہے، اس کا ایمان اتنا ہی مضبوط ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مسلمان بن جاتا ہے جو غفلت سے دور رہتا ہے اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی آخرت اور دنیاوی زندگی کو سنوارنے کے لیے ہمیشہ جدوجہد کرتا رہتا ہے۔

اندیشہ ہے کہ اس انعام کے برعکس ان لوگوں کو ملے گا جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی۔ چونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر نگاہوں سے بے خوف زندگی گزاری، اس لیے وہ آخرت میں اس کے دیدار سے پردے میں رہیں گے۔ باب 83 المطفین، آیت 15

“نہیں! یقیناً اس دن ان کے رب کی طرف سے وہ الگ الگ ہو جائیں گے۔”

جو لوگ عمل کے اس درجے تک پہنچنے میں ناکام رہتے ہیں گویا وہ اللہ تعالیٰ کی گواہی دے رہے ہیں، ان پر لازم ہے کہ زیر بحث مرکزی حدیث میں دی گئی نصیحت کے دوسرے حصے پر عمل کریں، یعنی یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مسلسل نگرانی کر رہا ہے۔ اگرچہ یہ حالت درجے میں اس شخص کے مقابلے میں کم ہے جو اس طرح عمل کرتا ہے جیسے وہ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے، کوئی بھی کم نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے سچے خوف کو اپنانے کا بہترین طریقہ ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، یہ رویہ کسی کو گناہوں سے روکے گا اور نیک کاموں کی طرف ترغیب دے گا۔ جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام طبرانی کی کتاب المعجم الکبیر نمبر 7935 میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اس ذہنیت کو اپنانے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے سایہ عطا فرمائے گا۔ سربلند

اللہ تعالیٰ کی الوہی موجودگی کا تذکرہ پورے قرآن میں موجود ہے، جیسے کہ باب 57 الحديد، آیت

“آپ جہاں کہیں بھی ہوں وہ آپ کے ساتھ ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سی احادیث میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ الہی کے حقیقی شعور کو اپنانے کی تلقین فرمائی ہے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 7405 میں موجود ایک الہی حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہے جو اسے یاد کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہلیۃ الاولیاء جلد 1 صفحہ 84 اور 85 میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ وہ شان و شوکت سے کنارہ کش ہو گئے۔ مادی دنیا کا اور تنہا رات میں سکون ملا۔ یعنی لوگوں کی صحبت کے بجائے اللہ تعالیٰ کی صحبت طلب کی۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ الہی کی بیداری کو اپنانا نہ صرف گناہوں سے روکتا ہے اور نیک اعمال کی ترغیب دیتا ہے بلکہ یہ تنہائی اور افسردگی سے بھی بچاتا ہے۔ ایک شخص ذہنی صحت کے مسائل سے بہت کم متاثر ہوتا ہے جب وہ مسلسل کسی ایسے شخص سے گھرا رہتا ہے جو ان سے پیار کرتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر مخلوق سے کوئی محبت نہیں کرتا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہر طرح کی مدد کا ذریعہ ہے۔ لہذا، فضیلت کے ساتھ کام کرنے سے کسی کے ایمان، اعمال، جذباتی کیفیت اور وسیع تر معاشرے کو فائدہ ہوتا ہے۔

ایک مسلمان کو ان لوگوں کی طرح بننے سے گریز کرنا چاہیے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو ان پر نظر رکھنے والوں میں سب سے زیادہ حقیر سمجھتے ہیں۔ یہ ایک شدید روحانی بیماری ہے جو اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ ہر قسم کے گناہوں اور برے سلوک کی طرف لے جاتی ہے۔

جو شخص مسلسل نظر الہی کو یاد کرتے ہوئے نچلے درجے پر عمل کرتا ہے وہ آخر کار بلندی تک پہنچ جاتا ہے اور اس طرح زندگی گزارتا ہے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور ان کی ظاہری اور باطنی حالتوں کا مسلسل مشاہدہ کر رہا ہے۔ اس طریقے سے زندگی گزارنا ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی مستقل اطاعت کو یقینی بناتا ہے۔

ایمان کی فضیلت کے دونوں درجے اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب کوئی اسلامی علم سیکھتا اور اس پر عمل کرتا ہے۔ جتنا زیادہ وہ یہ کریں گے، اتنا ہی زیادہ وہ خدائی موجودگی سے آگاہ ہوں گے۔ اس طرز عمل پر ثابت قدم رہنا پھر ایمان کی فضیلت کا باعث بنے گا۔

کیسے جینا ہے۔

صحیح بخاری نمبر 6416 میں موجود ایک حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اس دنیا میں اجنبی یا مسافر کی طرح رہنے کی نصیحت کی۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نصیحت کرتے تھے کہ جب آدمی شام کو پہنچے تو صبح کے زندہ ہونے کی امید نہ رکھے۔ اور اگر وہ صبح کو پہنچ جائیں تو شام کو زندہ ہونے کی امید نہ رکھیں۔ اور یہ کہ ایک مسلمان کو بیماری کا سامنا کرنے سے پہلے اپنی اچھی صحت سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور موت سے پہلے اپنی زندگی کا اچھا استعمال کرنا چاہیے۔

یہ حدیث مسلمانوں کو لمبی زندگی کی امیدیں محدود رکھنے کا درس دیتی ہے۔ لمبی زندگی کی امیدیں آخرت کی تیاری میں ناکامی کا سب سے بڑا سبب ہے کیونکہ یہ انسان کو اپنی پوری کوشش مادی دنیا کے لیے وقف کرنے کی ترغیب دیتی ہے، کیونکہ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ان کے پاس آخرت کی تیاری کے لیے کافی وقت ہے۔

ایک مسلمان کو اس عارضی دنیا کو اپنا مستقل گھر نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس کے بجائے، انہیں کسی ایسے شخص کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اسے چھوڑنے والا ہے، کبھی واپس نہ آنے والا ہے۔ اس سے انسان کو ترغیب ملے گی کہ وہ اپنی کوششوں کی اکثریت کو اپنی آخری منزل یعنی آخرت کی تیاری میں وقف کر دے اور مادی دنیا کے حصول میں اپنی کوششوں کو محدود کر دے جو ان کی ضرورت اور ذمہ داریوں سے باہر ہے۔ اس تصور پر پورے قرآن پاک اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بحث ہوئی ہے، مثال کے طور پر باب 40 غافر، آیت 39

یہ دنیوی زندگی تو محض [عارضی] [لطف اندوزی ہے، اور درحقیقت آخرت - یہی] [مستقل] ”
”ٹھکانے کا گھر ہے۔“

زیر بحث مرکزی حدیث سے ملتی جلتی حدیث جو جامع ترمذی نمبر 2377 میں موجود ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا میں اپنے آپ کو ایک سوار کے طور پر بیان فرمایا جو سایہ میں تھوڑا سا آرام کرتا ہے۔ ایک درخت اور پھر تیزی سے آگے بڑھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا کی دنیاوی نوعیت کو ظاہر کرنے کے لیے اس کا موازنہ سایہ سے کیا جو کہ سب جانتے ہیں کہ ظاہری طور پر مستقل ہونے کے باوجود زیادہ دیر تک نہیں رہتی۔ کچھ لوگوں کو مادی دنیا اس طرح ظاہر ہو سکتی ہے۔ وہ ایسا برتاؤ کرتے ہیں جیسے دنیا ہمیشہ باقی رہے گی جبکہ حقیقت میں یہ بہت جلد ختم ہو جائے گی۔

اس کے علاوہ اس حدیث میں سوار کا ذکر ہے نہ کہ پیدل چلنے والے کا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سوار پیدل سفر کرنے والے کے مقابلے میں نمایاں طور پر کم آرام کرے گا۔ اس سے مزید معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا اس دنیا میں قیام بہت مختصر ہے۔ یہ سب پر بالکل واضح ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ بوڑھے ہو جاتے ہیں وہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی زندگی ایک جھلک میں گزر گئی۔ تو درحقیقت چاہے بڑھاپے کو پہنچے یا نہ پہنچے، زندگی بس ایک لمحہ ہے۔ باب 10 یونس، آیت 45:

”اور جس دن وہ ان کو جمع کرے گا تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی باقی نہیں رہے تھے۔“

درحقیقت مادی دنیا ایک پل کی مانند ہے جسے عبور کرنا ہے نہ کہ مستقل گھر کے طور پر۔ جس طرح کوئی شخص بس اسٹیشن کو اپنا گھر نہیں سمجھتا یہ جانتے ہوئے کہ اس کا قیام صرف تھوڑی دیر کے لیے ہوگا اسی طرح دنیا آخرت تک پہنچنے سے پہلے ایک مختصر پڑاؤ ہے۔

جب کوئی زندگی بھر کی چھٹیوں میں ایک بار جاتا ہے، تو زیادہ تر معاملات میں، وہ لگژری گھریلو اشیاء، جیسے کہ ایک وسیع اسکرین ٹیلی ویژن پر اپنے اخراجات کو محدود کر دیتے ہیں، اور اس کے بجائے ان کا ہوٹل جو بھی خدمات پیش کرتا ہے اس کے ساتھ کام کرتا ہے۔ وہ اس طرح برتاؤ کرتے ہیں جیسے وہ سمجھتے ہیں کہ ہوٹل میں ان کا قیام مختصر ہو گا اور جلد ہی وہ چلے جائیں گے، کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ یہ ذہنیت انہیں چھٹیوں کی منزل کو اپنے مستقل گھر کے طور پر لینے سے روکتی ہے۔ اسی طرح لوگوں کو زمین پر ایک مقصد کے لیے بھیجا گیا تھا

جو یقینی طور پر اسے اپنا مستقل ٹھکانہ بنانا نہیں تھا۔ اس کے بجائے انہیں اس سے رزق لینے کے لیے بھیجا گیا تاکہ وہ اپنے مستقل گھر یعنی آخرت تک بحفاظت پہنچ سکیں۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کو خوش کرنے کے طریقوں سے عطا کی گئی ہیں۔

جب بھی کوئی شخص سفر کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ سب سے پہلے وہ سامان حاصل کرتا ہے جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے تاکہ سفر کو آرام دہ اور کامیاب بنایا جاسکے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ آخرت کا بہترین سامان تقویٰ ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 197

”بے شک بہترین رزق اللہ سے ڈرنا ہے۔“

یہ اس وقت ہوتا ہے جب ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجا لاتا ہے، اس کی ممانعتوں سے باز آتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتا ہے، اس یقین کے ساتھ کہ وہ صرف اپنے بندوں کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے۔ دنیا سے آخرت تک کا سفر مکمل کرنے کے لیے دوسرے رزق جیسے خوراک کی ضرورت ہے۔ لیکن جس رزق کو ترجیح دی جائے وہ تقویٰ ہے کیونکہ یہ واحد رزق ہے جو کسی کو دنیا اور آخرت دونوں میں فائدہ پہنچاتا ہے۔ یہ دنیا اور آخرت میں امن کی طرف لے جاتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

چونکہ مادی دنیا کسی شخص کا مستقل ٹھکانہ نہیں ہے لہذا ان کو چاہیے کہ زیر بحث مرکزی حدیث پر عمل کریں اور یا تو اجنبی یا مسافر کی طرح زندگی گزاریں۔

اجنبی ہونے کی پہلی حالت وہ ہے جو اپنے دل و دماغ کو اپنے عارضی گھر سے نہیں لگاتا۔ ان کا مقصد صرف اتنا ہے کہ کافی سامان اکٹھا کریں تاکہ وہ اپنے مستقل گھر یعنی آخرت میں بحفاظت واپس لوٹ سکیں۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جو کام کے ویزے پر کسی بیرونی ملک میں رہتا ہے۔ ان کے کام کی جگہ ان کا گھر نہیں ہے۔ صرف پیسہ کمانے کی جگہ تاکہ وہ اس کے ساتھ اپنے وطن واپس لوٹ سکیں۔ یہ شخص کبھی بھی اجنبی ملک کو اپنا گھر نہیں سمجھے گا۔ اس کے بجائے، وہ صرف ضروری چیزوں پر خرچ کریں گے اور اپنی دولت کو بچانے پر توجہ دیں گے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ دولت واپس اپنے حقیقی اور مستقل گھر میں لے جائیں۔ اگر اس شخص نے اپنی ساری یا زیادہ تر دولت بیرون ملک خرچ کر دی اور خالی ہاتھ اپنے وطن واپس آ گیا تو بلاشبہ ان کے رشتہ داروں کے نزدیک وہ قابل ملامت تصور کیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ورک ویزا پر کسی دوسرے ملک میں رہنے کے اپنے مشن اور مقصد میں ناکام رہے ہیں۔ اسی طرح ایک مسلمان کو اپنی کوششوں کا زیادہ تر حصہ رزق کے حصول میں وقف کر دینا چاہیے تاکہ وہ آخرت کی طرف لے جائیں۔ انہیں مادی دنیا کی آسائشوں کے لیے دوسروں کے ساتھ مقابلہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے بجائے، انہیں ابدی آخرت کے حصول کے لیے اپنے مشن پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔ اگر وہ اپنے عارضی گھر کو سنوارنے میں بہت زیادہ محنت کریں گے تو وہ آخرت میں بغیر تیاری اور خالی ہاتھ داخل ہوں گے اور اس لیے اپنے اس مشن میں ناکام ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں سونپا ہے۔ ایک مسلمان کو اپنے ساتھ ایماندار ہونا چاہیے اور اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ وہ دن کے کتنے گھنٹے مادی دنیا اور آخرت کی تیاری کے لیے وقف کرتے ہیں۔ یہ خود غور و فکر انہیں دکھائے گا کہ ان کی ذہنیت صحیح ہے یا نہیں اور آخرت پر ان کا ایمان کتنا مضبوط ہے۔ باب 87 العلاء، آیات 16-17

"لیکن تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ جب کہ آخرت بہتر اور پائیدار ہے۔"

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع انسان کی طرف اس وقت بھیجا گیا جب وہ سب سے ذلیل تھے اور ان کی اکثریت گناہوں کی زندگی گزار رہی تھی جس کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہو گئے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں واضح دلائل کے ساتھ راہ حق کی طرف بلایا۔ ان میں سے بہت سے لوگوں نے اس کے واضح پیغام کو قبول کیا اور اس کی پیروی کی۔ اس نے ان سے وعدہ کیا کہ اسلام بہت سی قوموں کو فتح کرے گا اور مسلمانوں کو بہت زیادہ دولت حاصل ہوگی۔ لیکن اس نے انہیں متنبہ کیا کہ وہ مادی دنیا کی آسائشوں میں مشغول نہ ہوں۔ اس تنبیہ کی ایک مثال سنن ابن ماجہ نمبر 3997 میں موجود ایک حدیث میں مذکور ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متنبہ کیا ہے کہ مادی دنیا کی غیر ضروری آسائشوں کے لیے مقابلہ کرنا انسانوں کو تباہ کر دے گا۔ اس لیے انہوں نے مسلمانوں کو

نصیحت کی کہ وہ اپنی ذمہ داریوں اور ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بنیادی ضروریات پر قناعت کریں اور آخرت کی تیاری پر توجہ دیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے جو وعدہ کیا تھا وہ سب پورا ہوا۔ جب دنیا مسلمانوں کے لیے کھول دی گئی تو ان کی اکثریت مقابلہ بازی، جمع، ذخیرہ اندوزی اور مادی دنیا کی زیادتی سے لطف اندوز ہونے میں مصروف ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے آخرت کی تیاری کو صحیح طریقے سے ترک کر دیا جیسا کہ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ صرف چند لوگوں نے ان کی نصیحت کو قبول کیا اور اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے مادی دنیا سے صرف وہی لیا اور اپنی زیادہ تر کوششیں ابدی آخرت کی تیاری میں وقف کر دیں۔ یہ چھوٹی سی جماعت، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اور نیک پیشرو، آخرت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جڑے ہوئے تھے، جیسا کہ انہوں نے عملی طور پر آپ کی نصیحت اور نقش قدم پر عمل کیا۔ دوسری طرف، اکثریت اپنی غفلت میں مادی دنیا کا پیچھا کرتی رہی یہاں تک کہ موت نے انہیں بغیر تیاری کے پکڑ لیا۔

دوسری ذہنیت جو مسلمانوں کو اختیار کرنی چاہیے جیسا کہ زیر بحث مرکزی حدیث میں نصیحت کی گئی ہے وہ مسافر کی ہے۔ یہ شخص اس مادی دنیا کو اپنا گھر نہیں سمجھتا بلکہ اپنے حقیقی گھر یعنی آخرت کی طرف سفر کرتا ہے۔ یہ ذہنیت ایک بیک پیکر جیسی ہے جو مختلف شہروں میں سو سکتا ہے لیکن انہیں کبھی اپنا گھر نہیں سمجھتا۔ وہ اپنے ساتھ صرف وہی سامان لے جاتا ہے جو وہ معنی، لوازم لے سکتے ہیں۔ اس میں وہ چیزیں شامل ہیں جن کی انہیں زندہ رہنے کے لیے ضرورت ہے اور یہ انہیں اپنی منزل تک محفوظ طریقے سے پہنچنے میں مدد کرے گی۔ ایک بیک پیکر کبھی بھی غیر ضروری اشیاء کو پیک نہیں کرے گا یہ جانتے ہوئے کہ یہ چیزیں ان کے لئے صرف ایک بوجھ ہوں گی۔ اور نہ ہی وہ اپنے سفر کو محفوظ طریقے سے مکمل کرنے کے لیے ضروری سامان پیک کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اسی طرح ایک ذہین مسلمان صرف اس مادی دنیا سے اعمال اور قول کے حوالے سے اعمال جمع کرتا ہے جو اسے آخرت تک پہنچنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ وہ ان تمام افعال و کلام سے منہ موڑ لیں گے جو ان کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں بوجھ بن جائیں گے۔ سنن ابن ماجہ، نمبر 4104 میں موجود ایک حدیث : میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنانے کی تلقین کی۔

بے شک ہم نے جو کچھ زمین پر ہے اس کو اس کی زینت بنایا ہے تاکہ ہم ان کو آزمائیں کہ ان میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اور جو کچھ اس پر ہے ہم اسے ایک بنجر زمین بنا دیں گے۔

ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ دن اور رات صرف مختصر مراحل ہیں جن میں لوگ سفر کرتے ہیں، مرحلہ وار، آخرت تک پہنچنے تک۔ لہذا انہیں چاہیے کہ ہر مرحلہ کو اعمال صالحہ کی صورت میں آگے کا رزق بھیج کر استعمال کریں۔ انہیں مسلسل یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ان کا سفر بہت جلد ختم ہونے والا ہے اور وہ آخرت تک پہنچ جائیں گے۔ یہاں تک کہ اگر سفر لمبا لگتا ہے تو یہ بالآخر ایک لمحے کی طرح محسوس ہوگا لہذا اسے ختم ہونے سے پہلے اسے اطاعت کا لمحہ بنانا چاہئے جب کہ وہ تیار نہیں ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 45

”اور جس دن وہ ان کو جمع کرے گا تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی باقی نہیں رہے تھے۔“

ہر سانس کے ساتھ دنیا کو پیچھے چھوڑ کر آخرت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اگر چہ بظاہر کوئی حرکت نہیں کرتا لیکن حقیقت میں دن اور رات ان کی آمدورفت کا کام کرتے ہیں جو انہیں تیزی سے بغیر توقف کے، اگلی دنیا میں لے جاتے ہیں۔

مسلمانوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، جلد ہی ایک دن آئے گا جب وہ اس کی طرف لوٹیں گے۔ جب وہ واپس آئیں گے تو انہیں پوچھ گچھ کے لیے روک دیا جائے گا۔ اس لیے انہیں اس تفتیش کے لیے کچھ اچھی تیاری کرنی چاہیے۔ انہیں اس دنیا میں جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرتے ہوئے تیاری کرنی چاہیے۔ لیکن اگر وہ غافل رہیں اور تیاری کرنے میں ناکام رہیں تو ان سے جو کچھ ہو چکا ہے اور جو باقی ہے اس کے لیے ان سے کارروائی کی جائے گی۔

صحابی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نصیحت کی طرف چلتے ہیں جس کا ذکر زیر بحث مرکزی حدیث میں ہے۔ اس کا پہلا حصہ اس دنیا میں لمبی زندگی کی امید کو مختصر کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو یہ نہیں ماننا چاہیے کہ ان کا اس دنیا میں قیام طویل ہے، کیونکہ وہ کسی بھی وقت انتقال کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی کئی سال تک زندہ رہتا ہے، تب بھی ایسا لگتا ہے کہ زندگی ایک جھٹکے سے گزری ہے۔ یہی بات عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہی ہے کہ اگر وہ شام کو پہنچ جائیں تو صبح کو زندہ ہونے کا یقین نہ کریں۔ یہ ذہنیت دنیاوی ذمہ داریوں کو نبھانے اور آخرت کی تیاری کے لیے

مادی دنیا سے صرف اس چیز کو لینے کی بنیادی وجہ ہے۔ جب کہ لمبی عمر کی امید رکھنا اس کے مخالف معنی کی اصل وجہ ہے، اس سے انسان کو اعمال صالحہ اور گناہوں سے اجتناب کر کے آخرت کی تیاری میں تاخیر ہوتی ہے اور اس میں قیام پر یقین رکھتے ہوئے مادی دنیا کو جمع کرنے اور جمع کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔ یہ بہت طویل ہو جائے گا

اس کے علاوہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی مسلمانوں کو بیماری کا سامنا کرنے سے پہلے اپنی اچھی صحت کا صحیح استعمال کرنے کی تلقین کی۔ بدقسمتی سے اکثر لوگ اچھی صحت کی قدر صرف اس کے کھونے کے بعد کرتے ہیں، جس کی تنبیہ صحیح بخاری نمبر 6412 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔ اچھی صحت سے استفادہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ 6412 مسلمان اپنی جسمانی اور ذہنی طاقت کو اطاعت میں استعمال کرے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیک اعمال کرنے اور گناہوں سے پرہیز کرنے سے قبل اس کے کہ وہ اس وقت تک پہنچ جائیں جب وہ نیک اعمال کرنے کی خواہش رکھتے ہوں لیکن خرابی صحت کی وجہ سے اب نہیں کر سکتے۔ جو ان کی اچھی صحت کا صحیح استعمال کرے گا اسے ان اعمال کا اجر دیا جائے گا جو انہوں نے اپنی اچھی صحت کے دوران کیے تھے، یہاں تک کہ جب وہ بیماری کا سامنا کریں اور وہ انہیں مزید نہ کرسکیں۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 2996 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جبکہ جو شخص اپنی صحت کا صحیح استعمال نہیں کرتا وہ بیمار ہونے پر اس ممکنہ اجر سے محروم ہو جاتا ہے۔ درحقیقت ان کے پاس پشیمانی کے سوا کچھ نہیں بچے گا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے دی گئی نصیحت کا آخری حصہ یہ ہے کہ انسان کو موت سے پہلے اپنی زندگی کا اچھا استعمال کرنا چاہیے۔ اس میں ان تمام چیزوں کا استعمال شامل ہے جو اعمال صالحہ کی طرف لے جاتی ہیں، جیسے کہ مال، اور ان تمام چیزوں سے اجتناب کرنا جو نیک کاموں سے روکتی ہیں، جیسے کہ غیر ضروری مصروفیات۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے وقت کا صحیح استعمال کریں اس سے پہلے کہ وہ ان ذمہ داریوں میں مشغول ہو جائیں جو فطری طور پر وقت گزرنے کے ساتھ ہوتی ہیں، جیسے کہ شادی۔ اور اپنی مالی ذمہ داریوں میں اضافے سے پہلے اپنی دولت کا خوب استعمال کریں۔ کامیابی کے لیے وقت کا صحیح استعمال ضروری ہے کیونکہ یہ ایک عجیب دنیاوی نعمت ہے جو باقی تمام نعمتوں کے برعکس اس کے جانے کے بعد کبھی واپس نہیں آتی۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی سرگرمیوں کو صحیح طریقے سے ترجیح دیتے ہوئے وقت کا استعمال کرنا چاہیے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ اپنی تمام ذمہ داریوں، فرائض اور ضروریات کو پورا کرے گا اور اس کے پاس متوازن طریقے سے حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے کافی وقت ہوگا۔

جیسا کہ جامع ترمذی کی حدیث نمبر 2403 میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے کہ تمام لوگوں کو موت کے وقت ندامت ہوگی۔ نیکی کرنے والے پچھتائیں گے کہ انہوں نے مرنے سے پہلے مزید نیکیاں نہیں کیں۔ گنہگار شخص پچھتائے گا کہ اس نے اپنی موت سے پہلے سچے دل سے توبہ نہیں کی۔ اس دنیا میں لوگوں کو اکثر دوسرا موقع دیا جاتا ہے مثال کے طور پر، ڈرائیونگ ٹیسٹ کو دوبارہ کرنا، لیکن ایک شخص کے مرنے کے بعد کوئی کام نہیں ہوتا۔ پشیمانی ان کے کسی کام نہیں آئے گی۔ اس کے بجائے، یہ صرف ان کے درد اور تکلیف میں اضافہ کرے گا۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوشش کرنے کے لیے جو وقت دیا گیا ہے اسے استعمال کریں، اس سے پہلے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنا لمحہ پورا کریں۔ کاموں کو کل تک موخر کرنے کی ذہنیت کو ترک کر دینا چاہیے کیونکہ اکثر معاملات میں یہ کل کبھی نہیں آتا۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ آج پر توجہ مرکوز کرے اور اس لیے وہ کام کرے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، جیسا کہ کل اس دنیا میں آ سکتا ہے لیکن وہ اس کی گواہی کے لیے زندہ نہ ہوں۔

نیک اعمال

صحیح مسلم نمبر 6853 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند اہم نصیحتیں فرمائیں۔ پہلا یہ کہ جو شخص کسی مسلمان کی پریشانی دور کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ایک مصیبت کو دور فرمائے گا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی سلوک ہوتا ہے جس طرح وہ عمل کرتے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر، باب 2 البقرہ، آیت 152:

"... پس مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد رکھوں گا

ایک اور مثال جامع ترمذی نمبر 1924 میں موجود حدیث میں مذکور ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو دوسروں پر رحم کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر رحم کیا جائے گا۔

پریشانی وہ چیز ہے جو کسی کو پریشانی اور مشکل میں ڈال دیتی ہے۔ لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی دوسرے کے لیے ایسی تکلیف کو آسان کرے خواہ دنیوی ہو یا دینی، وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے سختیوں سے محفوظ رہے گا۔ متعدد احادیث میں مختلف طریقوں سے اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2449 میں موجود حدیث میں نصیحت فرمائی کہ جو شخص کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے گا اسے قیامت کے دن جنت کے پھل کھلائے جائیں گے۔ اور جو شخص کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت کا پانی پلائے گا۔

چونکہ آخرت کی مشکلات دنیا میں پائی جانے والی مشکلات سے کہیں زیادہ ہیں، اس لیے یہ ثواب ایک مسلمان کے لیے اس وقت تک روک رکھا جاتا ہے جب تک کہ وہ آخرت تک نہ پہنچ جائیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو دنیا کی مصیبتوں سے بڑھ کر قیامت کی سختیوں کی فکر کرنی چاہیے۔ انسان کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ دنیا کی مصیبتیں ہمیشہ عارضی، کم سخت اور آخرت کی مصیبتوں کے مقابلے میں بہت دور رس ہوں گی۔ یہ فہم اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ آخرت کی مشکلات سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں بھرپور کوشش کریں گے۔

ایک اور بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کے عیوب کو چھپائے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب دنیا اور آخرت دونوں میں چھپائے گا۔ اگر کوئی اس پر غور کرے تو یہ بات بالکل واضح ہے۔ جو لوگ دوسروں کے عیبوں کو ظاہر کرنے کے عادی ہیں وہی لوگ ہیں جن کے عیوب کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرتا ہے۔ لیکن دوسروں کے عیب چھپانے والے کو معاشرہ ایسا سمجھتا ہے جس کا کوئی عیب نہ ہو۔

اس نصیحت کے سلسلے میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ پہلے وہ ہیں جن کے غلط کام نجی معنی میں ہوتے ہیں، یہ شخص کھلم کھلا گناہ نہیں کرتا اور نہ ہی اپنے گناہوں کو فخریہ انداز میں دوسروں پر ظاہر کرتا ہے۔ اگر یہ شخص پھسل جائے اور کوئی ایسا گناہ کرے جو دوسروں کو معلوم ہو جائے تو اس سے پردہ ہونا چاہیے جب تک کہ اس سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچے۔ باب 24: النور، آیت 19:

بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیل جائے ان کے لیے دنیا ” اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔“

درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4375 میں موجود ایک حدیث میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی کوشش کرنے والوں کی غلطیوں کو نظر انداز کرنے کی نصیحت کی۔

دوسری قسم کا وہ فاسق ہے جو کھلم کھلا گناہ کرتا ہے اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ لوگ ان کے بارے میں معلوم کریں۔ درحقیقت، وہ اکثر ان گناہوں پر فخر کرتے ہیں جو انہوں نے دوسروں کے ساتھ کیے ہیں۔ جیسا کہ وہ دوسروں کو برے کام کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، اسی طرح دوسروں کو تنبیہ کرنے کے لیے ان کے عیوب کو ظاہر کرنا اس حدیث کے منافی نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس شخص کے عیوب کو ظاہر کرنے کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے عیب ظاہر کرے گا، جس کا ذکر سنن ابن ماجہ نمبر 2546 کی حدیث میں ہے، جب تک کہ وہ کسی دوسرے کے عیب کو ظاہر کر رہا ہو۔ صحیح وجہ سے

زیر بحث مرکزی حدیث کے اس حصے پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ قیامت کے دن پوری مخلوق کے سامنے بے نقاب ہونے کی رسوائی تصور سے باہر ہے۔ لہذا انسان اپنے آپ کو یہ سمجھ کر بے وقوف نہ بنائے کہ جس طرح اس دنیا میں ظاہر ہونا اس کے لیے قابل برداشت ہے، اسی طرح وہ قیامت کے دن بے نقاب ہونا بھی برداشت کر سکے گا۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک مسلمانوں کی مدد کرتا رہے گا جب تک وہ دوسروں کی مدد کرتا رہے گا۔ ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ جب وہ کسی کام کے لیے کوشش کرتے ہیں یا کسی خاص کام کو مکمل کرنے کے لیے کسی دوسرے کی مدد کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ کامیاب یا ناکامی پر ختم ہو سکتا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی کی مدد کرتا ہے تو اس کا کامیاب نتیجہ یقینی ہے۔ یہ غور کرنا ضروری ہے کہ یہ الہی مدد اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کوئی شخص دینی اور حلال دنیاوی دونوں معاملات میں دوسروں کی مدد کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں کی مدد کرے، اگر وہ اس اجر کا خواہاں ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ انہیں امید نہیں رکھنی چاہئے، امید نہیں رکھنی چاہئے اور نہ ہی ان سے شکر گزاری کی کوئی علامت پوچھنی چاہئے جس سے وہ مدد کر رہے ہیں۔

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مفاد کے لیے تمام اچھے کاموں میں دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کریں تاکہ انہیں دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ جو شخص حصول علم کے راستے پر چلے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دے گا۔

یہ دونوں جسمانی راستے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو کوئی علم حاصل کرنے کے لیے اختیار کرتا ہے، جیسے کہ لیکچرز اور کلاسز میں شرکت کرنا، اور وہ راستہ جس کے ذریعے کوئی شخص بغیر جسمانی سفر کے علم حاصل کرتا ہے۔ اس میں علم کی تمام اقسام شامل ہیں، جیسے علم کے بارے میں سننا، پڑھنا، مطالعہ کرنا اور لکھنا۔ جنت کے راستے میں بہت سی رکاوٹیں ہیں جو مسلمان کو اس تک پہنچنے سے روکتی ہیں۔ صرف وہی شخص جنت میں جائے گا جس کے پاس ان کا علم ہو اور ان پر کیسے قابو پایا جائے۔ اس کے علاوہ، یہ آسانی سے سمجھا جاتا ہے کہ کوئی شخص اس دنیا کے کسی شہر تک اس کے محل وقوع اور اس کی طرف جانے والے راستے کے بغیر نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح جنت ان چیزوں کے بارے میں جانے بغیر حاصل نہیں کی جا سکتی، جیسے اس کی طرف جانے والا راستہ۔ مذکورہ علم میں مفید دنیوی علم کے ساتھ ساتھ دینی علم بھی شامل ہے، جیسا کہ سابقہ علم اکثر انسان کو اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں مدد کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، جو شخص حلال کام حاصل کرنے کے لیے مفید دنیاوی علم حاصل کرتا ہے، اس کے لیے حرام مال کمانے سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ یہ رویہ انہیں جنت کی طرف سفر میں مدد دے گا۔

اس کے علاوہ جنت کا راستہ صرف وہی لوگ طے کرتے ہیں جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ پس تقویٰ کی جڑ دینی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ باب 35 فاطر، آیت 28

”اللہ سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں سے علم رکھتے ہیں۔“

لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے ایک مسلمان کا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہونا چاہیے۔ جو کوئی دنیوی وجہ سے دینی علم حاصل کرتا ہے، جیسے دکھاوے کے لیے، اسے جہنم سے خبردار کیا گیا ہے، اگر وہ سچے دل سے توبہ کرنے میں ناکام رہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 253 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ، ایک مسلمان کو اپنے علم پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ عمل کے بغیر علم کی کوئی قیمت یا فائدہ نہیں۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جس کے پاس حفاظت کے راستے کا علم ہے لیکن اسے اختیار نہیں کرتا اور اس کے بجائے خطرات سے بھرے علاقے میں رہتا ہے۔ اس لیے علم کو دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا یہ ہے کہ جب کوئی اپنے علم پر عمل کرتا ہے جس سے تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ ہوتا ہے۔ دوسرا وہ ہے جب کوئی اپنے علم پر عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ اس قسم سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا، درحقیقت یہ ان کے تکبر میں اضافہ کرے گا کہ وہ دوسروں سے برتر ہیں، حالانکہ وہ گدھے کی طرح ہیں جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہیں جو اسے فائدہ نہیں پہنچاتی۔ باب 62: الجمعہ، آیت 5

اور پھر اس پر عمل نہیں کیا (اپنے علم پر عمل نہیں کیا) اس گدھے کی طرح ہے جو کتابوں کی ”کتابیں اٹھائے ہوئے ہے۔“

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی چیز جو مسجد میں قرآن پاک کا مطالعہ اور تلاوت کرنے والے مسلمانوں کے ایک گروہ کو حاصل ہونے والی برکتیں ہیں۔ یعنی ان پر سکون اور رحمت نازل ہوگی، فرشتے انہیں گھیر لیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر آسمانی فرشتوں سے فرمائے گا۔

یہ قرآن پاک کے سیکھنے اور مطالعہ کرنے کی فضیلت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 5027 میں موجود ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ بہترین انسان وہ ہے جو قرآن مجید سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے، اس میں قرآن پاک کی تعلیمات پر عمل کرنا بھی شامل ہے۔ لوگوں کا یہ گروہ اتنا خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی معاف کر دیتا ہے جو انجانے میں ان میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 6408 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ امید ہے کہ جو لوگ اس عمل کو باقاعدگی سے کرتے ہیں ان کو ان کے دن بھر میں پہلے بیان کردہ تحائف یعنی سکون اور رحمت الہی عطا ہو گی۔ جو کوئی یہ نعمتیں حاصل کرے گا وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں سکون اور آسانی پائے گا اور جب وہ کسی مشکل کا سامنا کرے گا تو یہ تحفے اس میں محفوظ طریقے سے ان کی رہنمائی کریں گے۔

امید ہے کہ جس کو اس دنیا میں فرشتوں کی صحبت ملے گی اسے موت کے وقت اور آخرت میں بھی ان کی صحبت ملے گی۔ باب 41 فصیلات، آیت 31:

"...ہم [فرشتے] دنیا کی زندگی میں تمہارے ساتھی تھے اور آخرت میں بھی ہیں"

اگلا انعام ایک حقیقت کے ساتھ ملتا ہے جس کا ذکر اسلامی تعلیمات میں ہوتا ہے۔ انسان جو دیتا ہے وہی اسے ملے گا۔ جیسا کہ وہ زمین پر لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں آسمانوں میں فرشتوں کے ساتھ یاد کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 152:

"...پس مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد رکھوں گا"

جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی یاد کو اپنے قول و فعل کے ذریعے اختیار کرتا ہے، ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے انہیں عطا کی گئی ہیں، انہیں سکون اور نور

عطا ہوتا ہے جو ہر مشکل میں ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ آخرت اور اللہ تعالیٰ کے قرب تک کامیابی سے پہنچیں۔ باب 13 الرعد، آیت 28:

”بلاشبہ اللہ کے نکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

زیر بحث مرکزی حدیث میں آخری بات یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس نیک اعمال نہ ہوں تو اس کا نسب قیامت کے دن اس کو فائدہ نہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال صالحہ کے مطابق آخرت میں اپنی رحمت اور درجات سے نوازتا ہے۔ باب 6 الانعام، آیت 132:

"...اور سب کے لیے درجے ہیں [یعنی عہدوں کے نتیجے میں [جو کچھ انہوں نے کیا ہے]"

اس لیے ایک مسلمان کو یہ یقین کرنے میں دھوکہ نہیں دینا چاہیے کہ ان کا نسب انہیں عذاب سے بچا لے گا۔ اگر کچھ بھی ہو تو جس شخص کے نسب میں کوئی متقی مسلمان ہو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زیادہ کوشش کرنی چاہیے تاکہ وہ اپنے درجے پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نام اور مقام پر قائم رہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دونوں جہانوں میں سب سے اعلیٰ مقام عطا کیا گیا، پھر بھی آپ نے عبادت میں اتنی محنت کی کہ پاؤں سوج گئے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 7124 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 519 میں موجود ایک حدیث میں واضح فرمایا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی۔ اور صالح مومن اس کے دوست ہیں اور اس کے قریب ہیں۔ نہ نسب پر فوقیت دی اور نہ مسلمانوں کو۔

اسلام مساوات کا مذہب ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس دنیا اور آخرت میں ان کی نیت اور کوشش کے مطابق سب کے ساتھ سلوک اور فیصلہ کرے گا، باقی تمام چیزوں مثلاً جنس، نسب اور بھائی چارے کی کوئی قدر نہیں۔ باب 49 الحجرات، آیت 13:

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ ”
پرہیزگار ہے۔“

برائی پر اعتراض کرنا

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4340 میں موجود ایک حدیث میں برائیوں پر اعتراض کرنے کی اہمیت بتائی ہے۔ اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں پر ہر قسم کے اعتراض کرنا فرض ہے۔ ان کی طاقت اور ذرائع کے مطابق برائی کا۔ سب سے کم درجہ، جیسا کہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے، برائی کو دل سے رد کرنا ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اندرونی طور پر برے کاموں کی منظوری ان چیزوں میں سے ایک بدترین چیز ہے جو حرام ہیں۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4345 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ جو شخص برائی کے وقت حاضر ہو کر اس کی مذمت کرتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو نہیں کرتا تھا۔ موجودہ لیکن جو غائب تھا اور برائی کو منظور کرتا تھا وہ اس شخص کی طرح ہے جو اس کے ارتکاب کے وقت حاضر اور خاموش تھا۔

برائی پر اعتراض کرنے کے پہلے دو پہلو جن کا ذکر مرکزی حدیث میں زیر بحث آیا ہے وہ جسمانی افعال اور گفتگو سے ہیں۔ یہ صرف اس مسلمان پر فرض ہے جس میں ایسا کرنے کی طاقت ہو، مثال کے طور پر ان کے فعل یا قول سے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

نوٹ کرنا ضروری ہے، برائی پر ہاتھ سے اعتراض کرنے کا مطلب لڑائی نہیں ہے۔ اس سے مراد دوسروں کے برے اعمال کو درست کرنا ہے، جیسے کسی کے حقوق کو لوٹانا جس کی غیر قانونی خلاف ورزی کی گئی ہو۔ جو شخص ابھی تک ایسا کرنے کی پوزیشن میں ہو، وہ ایسا کرنے سے باز رہے، سنن ابوداؤد نمبر 4338 میں موجود ایک حدیث میں عذاب کی تنبیہ کی گئی ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی کی حدیث نمبر 2191 میں مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ حق بات کہنے میں مخلوق سے نہ ڈریں۔ درحقیقت مخلوق کے خوف کو بری چیزوں پر اعتراض کرنے سے روکنے والے کو وہ شخص قرار دیا گیا ہے جو اپنے آپ سے نفرت کرتا ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس پر تنقید کرے گا۔ سنن ابن ماجہ نمبر 4008 میں موجود ایک حدیث سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس سے مراد وہ نہیں ہے جو نقصان کے خوف سے خاموش رہے کیونکہ یہ ایک قابل قبول عذر ہے۔ اس کے بجائے اس سے مراد وہ شخص ہے جو لوگوں کی نظروں میں اس حیثیت کی وجہ سے خاموش رہتا ہے، حالانکہ اگر وہ اس برائی کے خلاف بات کرے تو اسے ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔

سنن ابوداؤد نمبر 4341 میں موجود حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جب دوسرے ان کی حرص کو مانیں، ان کی غلط آراء اور خواہشات کی پیروی کریں اور مادی دنیا کو آخرت پر ترجیح دیں تو انسان اپنے افعال اور گفتگو سے بری چیزوں پر اعتراض کرنا چھوڑ سکتا ہے۔ یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں کہ یہ وقت آ گیا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 105۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر تمہاری ہی ذمہ داری ہے۔ جو لوگ گمراہ ہو گئے ہیں وہ تمہیں " ...کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے جب کہ تم ہدایت پا چکے ہو

لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو اپنے زیر کفالت افراد کے حوالے سے اس اہم فریضے کو جاری رکھنا چاہیے کیونکہ سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ ان پر فرض ہے اور ان کے بارے میں جو وہ جسمانی اور زبانی طور پر محسوس کرتے ہیں۔ سے محفوظ، کیونکہ یہ اعلیٰ رویہ ہے۔

جو برائیاں ظاہر ہیں ان پر اعتراض کرنا وہ چیز ہے جو زیر بحث مرکزی حدیث ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ دوسروں کی جاسوسی کریں تاکہ اعتراض کرنے والی بری چیزیں تلاش کریں۔ اس سلسلے میں جاسوسی اور اس سے وابستہ کوئی بھی چیز حرام ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 12

“...اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو... جاسوسی نہ کرو”

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو برائی پر اعتراضات اسلام کی تعلیمات کے مطابق کرنا چاہیے نہ کہ اپنی خواہشات کے مطابق۔ ایک مسلمان یہ مان سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کام کر رہے ہیں، جب کہ وہ نہیں ہیں۔ یہ اس وقت ثابت ہوتا ہے جب وہ برائی پر اس طرح اعتراض کرتے ہیں جو اسلام کی تعلیمات سے متصادم ہے۔ درحقیقت جس چیز کو نیکی سمجھا جاتا ہے وہ اس منفی رویہ کی وجہ سے گناہ بھی بن سکتا ہے۔

ایک مسلمان کو برائی پر نرمی سے اعتراض کرنا چاہیے، ترجیحاً نجی طور پر قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق۔ اسلامی علوم کو سیکھے اور اس پر عمل کیے بغیر اس کا حصول ممکن نہیں۔ ان خصوصیات کا مخالف صرف لوگوں کو خلوص دل سے توبہ کرنے سے دور کرے گا اور دوسروں کو ناراض کرنے کے نتیجے میں مزید گناہوں کا باعث بن سکتا ہے۔ آخر میں، کسی کو صحیح وقت پر برائی پر اعتراض کرنا چاہیے، کیونکہ غلط وقت پر کسی پر تعمیری تنقید کرنا، جیسے کہ جب وہ غصے میں ہوں، ان پر مثبت اثر ڈالنے میں مؤثر ثابت ہونے کا امکان نہیں ہے۔

یاد کے درجات

صحیح بخاری نمبر 6407 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے اور نہ کرنے والے کے درمیان فرق ایک زندہ انسان جیسا ہے۔ ایک مردہ شخص کو

ان مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرنا چاہتے ہیں، تاکہ وہ دنیا اور آخرت کی تمام مشکلات پر کامیابی سے قابو پا سکیں، اللہ تعالیٰ کو زیادہ سے زیادہ یاد کریں۔ سادہ الفاظ میں، وہ جتنا زیادہ اسے یاد کریں گے، اتنا ہی وہ اس اہم مقصد کو حاصل کریں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے تین درجوں پر عملاً عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ پہلا درجہ اللہ تعالیٰ کو اندرونی اور خاموشی سے یاد کرنا ہے۔ اس میں اپنی نیت کو درست کرنا بھی شامل ہے تاکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے عمل کرے۔ دوسرا اللہ تعالیٰ کو زبان سے یاد کرنا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے طریقوں سے بات کرنا، یا خاموش رہنا شامل ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 176 میں موجود حدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے کہ جب کسی کے پاس کہنے کو کچھ اچھا نہ ہو تو خاموش رہنا ایک نیک عمل ہے اور اس لیے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کا سب سے اعلیٰ اور مؤثر طریقہ عملاً اسے اعضاء کے ساتھ یاد کرنا ہے۔ یہ اس کے احکام کو پورا کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ جو ایسا کرے گا وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ لیکن اس کے لیے اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے، جو کہ دونوں جہانوں میں تمام بھلائیوں اور کامیابیوں کی جڑ ہے۔

پہلے دو درجوں پر رہنے والوں کو ان کی نیت کے اعتبار سے ثواب ملے گا لیکن ان کے ایمان اور تقویٰ میں اس وقت تک اضافہ ہونے کا امکان نہیں ہے جب تک کہ وہ ذکر الہی کے تیسرے اور اعلیٰ درجے تک نہ پہنچ جائیں۔

تینوں سطحوں کو پورا کرنے والے کو دونوں جہانوں میں دماغ اور جسم کی سلامتی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ باب 13 الرعد، آیت 28

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان جو اپنے واجبات کو پورا کرتے ہیں اور رضاکارانہ عبادت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ان درجات کو نظر انداز کرتے ہیں اور ان کو پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں، اور نتیجتاً وہ اپنی عبادت اور نیک اعمال کے باوجود اس دنیا میں سکون حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

دعائیں جنت کی طرف لے جاتی ہیں۔

صحیح بخاری کی حدیث نمبر 574 میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی کہ جو شخص دو ٹھنڈی نمازیں قائم کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔

دو ٹھنڈی فرض نمازوں سے مراد فجر اور ظہر کی فرض نمازیں ہیں (فجر اور عصر) (کیونکہ ان دونوں اوقات میں موسم دیگر اوقات کے مقابلے میں ٹھنڈا ہوتا ہے یعنی طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے۔

فرض نمازوں کو قائم کرنے میں ان کی تمام شرائط اور آداب کو صحیح طریقے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق پورا کرنا شامل ہے، جیسے کہ انہیں وقت پر ادا کرنا۔ درحقیقت ان کے پیش آنے کے ساتھ ہی پیش کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین اعمال میں سے ایک ہے۔ صحیح مسلم نمبر 252 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

اگرچہ پانچ فرض نمازیں ہیں جن کا ابھی قائم ہونا ضروری ہے لیکن زیر بحث مرکزی حدیث میں صرف دو کا ذکر ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں نمازیں غالباً قائم کرنا مشکل ترین ہیں۔ فجر کی فرض نماز ایسے وقت میں ہوتی ہے جب اکثر لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔ لہذا، اسے صحیح طریقے سے پیش کرنے کے لیے اپنے آرام دہ بستر کو چھوڑنے کے لیے بہت زیادہ توانائی اور حوصلہ افزائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ظہر کی فرض نماز زیادہ تر ایسے وقت میں ہوتی ہے جب زیادہ تر لوگ اپنے کام کا دن مکمل کر چکے ہوتے ہیں اور تھکے ہارے گھر لوٹ چکے ہوتے ہیں۔ لہذا فرض نماز کو صحیح طور پر ادا کرنے کے لیے تھکا دینے والے اور حتیٰ کہ دباؤ والے دن کے بعد آرام چھوڑنا مشکل ہے۔ لہذا، اگر کوئی ان دونوں نمازوں کو صحیح طور پر قائم کر لے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے، دوسری فرض نمازوں کو جو عام طور پر زیادہ آسان اوقات میں ادا کرتا ہے، آسانی سے ادا کرے گا۔

لہذا مسلمانوں کو اپنی تمام فرض نمازوں کو قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہ اسلام کی اصل ہے اور یہ حقیقت میں عقیدہ کو کفر سے الگ کرتی ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2618 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

آخر میں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ زیر بحث مرکزی حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص صرف پانچ فرض نمازوں کی ادائیگی سے ہی کامیابی حاصل کر سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے اپنے دیگر واجبات اور ذمہ داریوں سے غافل ہو سکتا ہے۔ درحقیقت ان کی فرض نمازوں کو قائم کرنے والا اپنے تمام واجبات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا کیونکہ یہ فرض نمازوں کے قیام کا ایک نتیجہ ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45

"...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے..."

اس کے علاوہ حدیث اس شخص کے لیے جنت کی ضمانت دیتی ہے جو اپنی فرض نمازیں قائم کرتا ہے لیکن اس بات کی ضمانت نہیں دیتا کہ وہ اپنے گناہوں کے نتیجے میں پہلے جہنم میں داخل نہیں ہوں گے۔ اس لیے ہمیشہ کی طرح قرآن مجید کی آیات اور احادیث کو ان کے صحیح تناظر میں سمجھنا چاہیے۔

ثواب حاصل کرنا

جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے کہ جو لوگ اللہ کی خوشنودی کے بجائے دکھاوے جیسے کام لوگوں کی خاطر کرتے ہیں، ، عالی مقام کو کہا جائے گا کہ قیامت کے دن ان لوگوں سے ان کا اجر حاصل کریں جن کے لئے انہوں نے عمل کیا جو حقیقت میں ممکن نہیں ہے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ تمام اعمال کی بنیاد، حتیٰ کہ اسلام بھی، کسی کی نیت ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس پر اللہ تعالیٰ لوگوں کا فیصلہ کرتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

ایک مسلمان کو یہ یقینی بنانا چاہیے کہ وہ تمام دینی اور مفید دنیوی اعمال اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے انجام دیں، تاکہ وہ دونوں جہانوں میں اس کی طرف سے اجر حاصل کریں۔ اس صحیح ذہنیت کی علامت یہ ہے کہ یہ شخص نہ تو یہ توقع رکھتا ہے اور نہ ہی چاہتا ہے کہ لوگ ان کے اعمال کی تعریف کریں یا ان کا شکریہ ادا کریں۔ اگر کوئی یہ چاہتا ہے تو یہ اس کی غلط نیت کی نشاندہی کرتا ہے۔

اس کے علاوہ، صحیح نیت کے ساتھ عمل کرنا اداسی اور تلخی کو روکتا ہے کیونکہ جو شخص لوگوں کی خاطر کام کرتا ہے وہ آخر کار ناشکرے لوگوں کا سامنا کرے گا جو انہیں ناراض اور تلخ کر دیں گے، کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی محنت اور وقت ضائع کیا ہے۔ بدقسمتی سے، والدین اور رشتہ داروں میں یہ دیکھا جاتا ہے کیونکہ وہ اکثر اللہ تعالیٰ کی رضا کے بجائے ان کی خاطر اپنے بچوں اور رشتہ داروں کے بارے میں اپنے فرائض ادا کرتے ہیں۔ لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرتا ہے، وہ دوسروں کے لیے اپنے تمام فرائض ادا کرتا ہے، جیسے کہ ان کی اولاد، اور جب وہ ان کا شکر ادا کرنے میں ناکام ہوں گے تو وہ کبھی تلخ یا غصے میں نہیں آئیں گے۔ یہ رویہ ذہنی سکون اور عمومی خوشی کا باعث بنتا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے نیک عمل سے پوری طرح واقف ہے اور انہیں اس کا

اجر دے گا۔ تمام مسلمانوں کو یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے ورنہ وہ قیامت کے دن خالی ہاتھ رہ سکتے ہیں۔ باب 18 الکہف، آیت 110

پس جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب ..."

"کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔"

خالص خرچ

جامع ترمذی نمبر 661 میں موجود حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ جب کوئی مسلمان حلال کمائی میں سے ایک کھجور جیسی معمولی سی رقم صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا حکم دیتا ہے۔ قیامت کے دن ایک بڑے پہاڑ کے برابر ثواب ملے گا۔

پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اس مال سے راضی ہوتا ہے جو حلال طریقے سے حاصل کیا جائے اور اسے حلال طریقے سے استعمال کیا جائے۔ کوئی بھی مال جو ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا ہو وہ کسی بھی نیک عمل کو بگاڑ دے گا جس پر اس کا استعمال کیا جاتا ہے، جیسے صدقہ یا اس کے ساتھ حج کرنا۔ صحیح مسلم نمبر 2346 میں موجود ایک حدیث میں واضح طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص ناجائز چیز حاصل کرے اور اس سے استفادہ کرے تو اس کی دعا رد ہو جائے گی۔ اگر کسی کی دعا رد ہو جائے تو کوئی دوسرا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں کیسے قبول ہو گا؟

آخر میں، یہ حدیث ہر طرح سے خرچ کرنے کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، جیسے کہ اپنی ضرورتوں اور اپنے محتاجوں کی ضروریات پر خرچ کرنا۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 4006 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ جو لوگ صحیح طریقے سے خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ان کی نیت کے مطابق، ان کے خرچ کے معیار کے مطابق بہت زیادہ اجر دیتا ہے نہ کہ مقدار کے مطابق۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کر کے اپنی نیت درست کر لیں، خواہ وہ کتنا ہی کیوں نہ ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق۔ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور اس بات کی فکر نہ کرے کہ وہ کتنا یا کم خرچ کرتا ہے۔ امید ہے کہ جو شخص اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ کے لامحدود درجہ کے مطابق اجر ملے گا جو کہ سمجھ سے باہر ہے۔ لیکن جو روکے گا وہ اس عظیم اجر سے محروم رہے گا۔

اس کے علاوہ، اہم حدیث میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی دیگر جائز دنیاوی نعمتوں کا استعمال کرنا بھی شامل ہے، جیسے کہ جذباتی اور جسمانی طور پر دوسروں کی مدد کرنا۔ جب تک کوئی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دوسروں کی بھلائی کے کاموں میں مدد کرتا ہے اور لوگوں سے شکرگزاری یا تعریف کے طلب گار نہیں ہوتا ہے تو اسے بے شمار اجر ملے گا۔

اپنا نصف پورا کریں۔

صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے تمام مخلوقات کے لیے رزق جیسی تمام چیزیں مختص کر دیں۔ اور زمین

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ تمام حالات کے حوالے سے دو پہلو ہوتے ہیں، جیسے رزق حاصل کرنا۔ پہلا پہلو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے معنی، تقدیر کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ واقع ہو گا اور تخلیق میں کوئی بھی چیز اسے ہونے سے نہیں روک سکتی۔ چونکہ یہ کسی شخص کے ہاتھ سے باہر ہے، اس لیے اس پہلو پر دباؤ ڈالنا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ ان کا تقدیر پر کوئی اثر نہیں ہوتا چاہے وہ یا کوئی اور کیا کرے۔ اس کے علاوہ، اس فراہمی میں ایک شخص کو اس دنیا میں زندہ رہنے کے لیے کم از کم ضرورت بھی شامل ہے۔ یعنی جب تک وہ زندہ ہیں انسان کو رزق ملتا رہے گا اور اسے حاصل کرنے اور استعمال کرنے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی، خود بھی نہیں۔

دوسرا پہلو اس کی اپنی کوشش ہے۔ اس پہلو پر ایک شخص کا مکمل اختیار ہے اور اس لیے انہیں اس پہلو پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے جو انہیں فراہم کیے گئے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے ان کی جسمانی طاقت، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا سامنا کرتے ہوئے وہ صبر جس پر ان کا کوئی اختیار نہیں، روایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق۔ اس میں حرام، زیادتی، فضول خرچی اور اسراف سے بچتے ہوئے ان کی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے حلال رزق حاصل کرنے کی کوشش کرنا شامل ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، ایک مسلمان کو کبھی بھی ایسی چیزوں پر دباؤ ڈالنے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے جن پر ان کا کوئی کنٹرول یا اثر نہیں ہے۔ اس کے بجائے وہ اپنے پاس موجود ذرائع استعمال کریں اور ان چیزوں پر عمل کریں جن پر ان کا اختیار ہے اسلام کی تعلیمات کے

مطابق۔ ایک مسلمان کو اپنا رزق ان تک پہنچانے کے لیے یا تو سستی اختیار کرتے ہوئے اور تقدیر پر بھروسہ کرتے ہوئے سخت ذہنیت اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور نہ ہی اپنی کوششوں پر مکمل بھروسہ کرنا چاہیے۔ میزان یہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق حلال مال کمانے کی کوشش کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی ضمانت پر بھروسہ کیا جائے کیونکہ یہ بھروسہ بے صبری اور ناجائز ذرائع سے مال کی تلاش کو روک دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کا حکم دیا ہے۔

ایک جسم

صحیح مسلم نمبر 6586 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ امت مسلمہ ایک جسم کی مانند ہے۔ جسم کے کسی حصے میں درد ہو تو باقی جسم اس کے درد میں شریک ہوتا ہے۔

یہ حدیث، بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح، اپنی زندگی میں اس قدر خودغرض نہ ہونے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہے اور اس طرح برتاؤ کرتی ہے کہ گویا کائنات ان کے اور ان کے مسائل کے گرد گھوم رہی ہے۔ شیطان مسلمانوں کو اپنی زندگی اور اپنے مسائل پر اس قدر توجہ مرکوز کرنے کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ بڑی تصویر پر توجہ دینے سے محروم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ بے صبری کا باعث بنتا ہے اور وہ دوسروں سے غافل ہو جاتا ہے اور نتیجتاً وہ دوسروں کی مدد کرنے میں اپنی ذمہ داری میں ناکام ہو جاتا ہے۔ مطلب ایک مسلمان کو یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیے اور دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جہاں تک وہ کر سکتے ہیں۔ یہ مالی مدد سے آگے بڑھتا ہے اور اس میں تمام زبانی اور جسمانی مدد شامل ہوتی ہے، جیسے کہ اچھا اور مخلصانہ مشورہ۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ خبروں کا باقاعدگی سے مشاہدہ کریں اور جو پوری دنیا میں مشکل حالات میں ہیں۔ اس سے انہیں حوصلہ ملے گا کہ وہ خودغرض اور خودغرض بننے سے بچیں اور اس کے بجائے دوسروں کی مدد کریں۔ درحقیقت جس کو صرف اپنی فکر ہوتی ہے وہ جانور سے بھی کم تر ہے جیسا کہ وہ اپنی اولاد کا خیال رکھتا ہے۔ درحقیقت ایک مسلمان کو عملاً اپنے خاندان سے بڑھ کر دوسروں کا خیال رکھتے ہوئے جانوروں سے بہتر ہونا چاہیے۔

یہ حدیث اسلام میں اتحاد اور مساوات کی اہمیت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے، جیسا کہ دوسرے مسلمانوں کو ان کی جنس، نسل یا کسی بھی چیز سے قطع نظر ان کے وسائل کے مطابق مدد کرنی چاہیے۔

جس طرح ایک شخص اپنی پریشانی کو دور کرنا چاہتا ہے، اسی طرح اسے دوسروں کے لیے بھی اس طرح کا برتاؤ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، جیسا کہ بنیادی حدیث واضح طور پر بتاتی ہے کہ ایک مسلمان کے لیے کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے یا دوسرے مسلمان کے لیے اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ اسی میں ایک ہے۔

آخر میں، اگرچہ ایک مسلمان دنیا کے تمام مسائل کو دور نہیں کر سکتا لیکن وہ اپنا کردار ادا کر سکتا ہے اور اپنے وسائل کے مطابق دوسروں کی مدد کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور توقع یہی ہے۔

دوسروں کی رہنمائی کرنا

جامع ترمذی نمبر 2674 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ دوسروں کو نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کو ان کی نصیحت پر عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا۔ اور جو لوگ دوسروں کو گناہوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، ان سے ایسے حساب لیا جائے گا جیسے انہوں نے گناہ کیے ہوں۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کو نصیحت اور رہنمائی کرتے وقت محتاط رہیں۔ ایک مسلمان کو صرف دوسروں کو نیکی کی نصیحت کرنی چاہیے تاکہ وہ اس سے ثواب حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نصیحت کرنے سے گریز کریں۔ قیامت کے دن کوئی شخص محض یہ دعویٰ کر کے سزا سے نہیں بچ سکتے گا کہ وہ صرف دوسروں کو گناہوں کی طرف دعوت دے رہا ہے چاہے اس نے خود گناہ کیوں نہ کیے ہوں۔ اللہ تعالیٰ رہنما اور پیروکار دونوں کو ان کے اعمال کے لیے جوابدہ ٹھہرائے گا۔ لہذا مسلمانوں کو دوسروں کو صرف وہی کام کرنے کی تلقین کرنی چاہیے جو وہ خود کریں گے۔ اگر وہ اپنے نامہ اعمال میں کسی عمل کو ناپسند کرتے ہیں تو انہیں دوسروں کو اس عمل کی تلقین نہیں کرنی چاہیے۔

اس اسلامی اصول کی وجہ سے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے مناسب علم حاصل کر لیں کیونکہ اگر وہ دوسروں کو غلط نصیحت کرتے ہیں تو وہ آسانی سے اپنے گناہوں کو بڑھا سکتے ہیں۔

مزید برآں، یہ اصول مسلمانوں کے لیے ان اعمال کا اجر حاصل کرنے کا ایک انتہائی آسان طریقہ ہے جو وہ وسائل کی کمی کی وجہ سے خود انجام نہیں دے سکتے، جیسے کہ دولت۔ مثال کے طور پر، ایک شخص جو مالی طور پر صدقہ دینے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے وہ دوسروں کو ایسا کرنے کی ترغیب دے سکتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ صدقہ کرنے والے کے برابر ثواب حاصل کرے گا۔

اس کے علاوہ، یہ اسلامی اصول ایک بہترین طریقہ ہے کہ کسی کے مرنے کے بعد بھی نیک اعمال کی نشوونما کو یقینی بنایا جائے۔ جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اس کی جتنی زیادہ رہنمائی کرے گا، اتنا ہی ان کی نیکیوں میں اضافہ ہوگا۔ یہ وہ میراث ہے جس کے بارے میں ایک مسلمان کو اپنی فکر کرنی چاہیے، کیونکہ دیگر تمام وراثتیں، جیسے املاک کی سلطنتیں، آئیں گی اور جائیں گی، اور ان کے مرنے کے بعد ان کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اگر کچھ بھی ہے تو، وہ اپنی سلطنت کمانے اور ذخیرہ کرنے کے لیے جوابدہ ہوں گے جبکہ ان کے وارثوں کو اس سلطنت سے لطف اندوز ہوں گے جو مرحوم نے پیچھے چھوڑ دیا تھا۔

شادی کی وجوہات

صحیح بخاری نمبر 5090 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ چار وجوہات کی بنا پر شادی کی جاتی ہے: مال، نسب، حسن یا تقویٰ۔ انہوں نے تنبیہ کرتے ہوئے نتیجہ اخذ کیا کہ آدمی کو تقویٰ کی خاطر شادی کرنی چاہیے ورنہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اس حدیث میں مذکور پہلی تین چیزیں بہت عارضی اور ناقص ہیں۔ وہ کسی کو عارضی خوشی تو دے سکتے ہیں لیکن آخرکار یہ چیزیں ان کے لیے بوجھ بن جاتی ہیں کیونکہ ان کا تعلق مادی دنیا سے ہے نہ کہ اس چیز سے جو حتمی اور مستقل کامیابی عطا کرتی ہے یعنی ایمان۔ یہ سمجھنے کے لیے کہ دولت خوشی نہیں لاتی، صرف امیر اور مشہور کا مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہے۔ درحقیقت، امیر زمین پر سب سے زیادہ غیر مطمئن اور ناخوش لوگ ہیں۔ اپنے نسب کی خاطر کسی سے شادی کرنا بے وقوفی ہے کیونکہ یہ اس بات کی ضمانت نہیں دیتا کہ وہ شخص ایک اچھا شریک حیات بنائے گا۔ درحقیقت، اگر شادی کام نہیں کرتی ہے، تو یہ شادی سے پہلے دونوں خاندانوں کے خاندانی بندھن کو ختم کر دیتی ہے۔ صرف خوبصورتی یعنی محبت کی خاطر شادی کرنا عقلمندی نہیں ہے کیونکہ یہ ایک بے چین جذبہ ہے جو وقت کے ساتھ اور مزاج کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ قیاس محبت میں ڈوب جانے والے کتنے جوڑے ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگے؟

لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی ایسا شریک حیات تلاش کرے جو غریب ہو، کیونکہ یہ ضروری ہے کہ کسی ایسے شخص سے شادی کی جائے جو خاندان کی مالی مدد کر سکے۔ نہ ہی اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو اپنے شریک حیات کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ یہ ایک صحت مند شادی کا ایک اہم پہلو ہے۔ لیکن اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں کسی کی شادی کی بنیادی یا حتمی وجہ نہیں ہونی چاہئیں۔ ایک مسلمان کو شریک حیات میں جو بنیادی اور حتمی خوبی تلاش کرنی چاہیے وہ تقویٰ ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجا لاتا ہے، اس کی ممانعتوں سے باز آتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتا ہے۔ سادہ لفظوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اپنی شریک حیات کے ساتھ خوشی اور مشکل دونوں وقتوں میں اچھا سلوک کرے گا۔ دوسری طرف، جو لوگ بے دین ہیں وہ اپنے شریک حیات کے ساتھ

بدسلوکی کریں گے جب بھی وہ پریشان ہوں گے۔ حالیہ برسوں میں مسلمانوں کے درمیان گھریلو تشدد میں اضافے کی یہ ایک اہم وجہ ہے۔ اور جب وہ اپنے شریک حیات سے راضی ہوں گے تب بھی وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے اپنے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہیں گے جس کو دور کرنے میں تقویٰ مدد کرتا ہے۔ باب 35 فاطر، آیت 28

”اللہ سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں سے علم رکھتے ہیں۔“

آخر میں، متقی شخص ہمیشہ دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی فکر میں رہتا ہے، جیسے کہ ان کی شریک حیات، پھر وہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ اس لیے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرے گا کہ انہوں نے لوگوں کے حقوق ادا کیے یا نہیں؟ وہ ان سے یہ نہیں پوچھے گا کہ کیا لوگوں نے ان کے حقوق ادا کیے ہیں، جیسا کہ یہ اس وقت کیا جائے گا جب اللہ تعالیٰ دوسروں سے سوال کرتا ہے، نہ کہ جب وہ ان سے سوال کرتا ہے۔ جبکہ ظالم مسلمان صرف اپنے حقوق، حقوق کی پرواہ کرے گا جو اس نے معاشرے، ثقافت، فیشن اور اپنے تخیل سے لیے ہیں اسلام سے نہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنے شریک حیات سے کبھی بھی حقیقی طور پر راضی نہیں ہوں گے، خواہ ان کی شریک حیات اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے حقوق ادا کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام سے لاعلمی اور طلاق کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔

آخر میں، اگر کوئی مسلمان شادی کرنا چاہتا ہے تو اسے سب سے پہلے اس سے متعلق علم حاصل کرنا چاہیے، جیسے کہ اس پر اپنی شریک حیات کے واجب الادا حقوق، جو حقوق اس پر اپنی شریک حیات سے واجب الادا ہیں اور مختلف حالات میں اپنی شریک حیات کے ساتھ صحیح سلوک کرنے کا طریقہ۔ بدقسمتی سے، اس سے لاعلمی بہت سے دلائل اور طلاقوں کا باعث بنتی ہے کیونکہ لوگ ایسی چیزوں کا مطالبہ کرتے ہیں جن کو پورا کرنے کے لیے ان کا شریک حیات پابند نہیں ہوتا۔ لہذا علم، جو تقویٰ کی جڑ ہے، صحت مند اور کامیاب ازدواجی زندگی کی بنیاد ہے۔

مساوات

صحیح مسلم نمبر 6543 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا فیصلہ ان کے ظاہری شکل و صورت یا مال کی بنیاد پر نہیں کرتا بلکہ وہ لوگوں کی باطنی نیت کو دیکھ کر فیصلہ کرتا ہے۔ اور ان کے جسمانی اعمال۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کو چاہیے کہ کوئی بھی عمل کرتے وقت ہمیشہ اپنی نیت کو درست کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت اجر دے گا جب وہ اس کی رضا کے لیے عمل صالح کریں گے۔ جو لوگ دوسرے لوگوں اور چیزوں کی خاطر اعمال انجام دیتے ہیں ان سے کہا جائے گا کہ وہ ان لوگوں سے اپنا اجر حاصل کریں جن کے لیے انہوں نے قیامت کے دن عمل کیا جو ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ یہ حدیث اسلام میں مساوات کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے۔ ایک شخص دنیاوی چیزوں جیسے اس کی نسل یا دولت کے لحاظ سے دوسروں سے برتر نہیں ہے۔ اگرچہ بہت سے مسلمانوں نے یہ رکاوٹیں کھڑی کی ہیں، جیسے کہ سماجی ذاتیں اور فرقے، اس طرح بعض کو دوسروں سے بہتر مانتے ہوئے، اسلام نے واضح طور پر اس تصور کو رد کر دیا ہے اور اعلان کیا ہے کہ اس لحاظ سے اسلام کی نظر میں تمام لوگ برابر ہیں۔ صرف ایک چیز جو ایک مسلمان کو دوسرے پر فضیلت بخشتی ہے وہ ہے ان کا تقویٰ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو کس قدر پورا کرتے ہیں، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتے ہیں۔ اس پر باب 49 الحجرات، آیت 13

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ ” پرہیزگار ہے۔“

اس کے علاوہ زیر بحث اہم حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ عورتوں کو مردوں کے مقابلے میں دنیا میں اپنے مقام کے بارے میں بحث و تکرار میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے بجائے، انہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ برتری مردوں کی نقل کرنے یا آگے بڑھنے میں نہیں ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت میں مضمر ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے حقوق اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں مصروف ہو جائے اور اس بات پر یقین نہ کرے کہ جو چیز ان کے پاس ہے یا اس کی ملکیت ہے وہ کسی طرح انہیں عذاب سے بچا لے گی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 6853 میں موجود ایک حدیث میں واضح فرمایا ہے کہ جس مسلمان میں اعمال صالحہ کا فقدان ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔ ان کے نسب کی وجہ سے درجہ بندی حقیقت میں، یہ تمام دنیاوی چیزوں پر لاگو ہوتا ہے جیسے دولت، نسل، جنس یا سماجی بھائی چارے اور ذات پات۔

آخر میں، جس طرح اسلام لوگوں کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی بنیاد پر کرتا ہے، اسی طرح لوگوں کو بھی ہونا چاہیے۔ وہ دوسروں کو اپنے سے کمتر نہ سمجھیں اور نہ ہی دنیاوی معیارات کی بنیاد پر، کیونکہ یہ اکثر فخر اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں ناکامی کا باعث بنتا ہے، دونوں جہانوں میں تباہی کا باعث بنتے ہیں۔

انسان کی اصل حیثیت پوشیدہ ہے، جیسا کہ کسی کی نیت لوگوں سے پوشیدہ ہے، خواہ وہ اس کے اعمال کو دیکھ سکے۔ اس لیے دوسروں کو حقیر سمجھنا بے وقوفی ہے، کیونکہ وہ ان سے برتر ہو سکتے ہیں۔

سچی امید

جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحمت الہی سے حقیقی امید اور خواہش مندانه سوچ کے درمیان فرق بیان فرمایا۔ حقیقی امید وہ ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچ کر اپنی روح کو قابو میں رکھے اور آخرت کی تیاری کے لیے سرگرم جدوجہد کرے۔ جبکہ احمق خواہش مند مفکر ان کی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت اور ان کی خواہشات کی تکمیل کی توقع رکھتا ہے۔

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ان دونوں رویوں میں خلط ملط نہ کریں تاکہ وہ ایک خواہش مند مفکر کے طور پر جینے اور مرنے سے بچیں، کیونکہ اس شخص کے اس دنیا یا آخرت میں کامیاب ہونے کا امکان بہت کم ہے۔ خواہش مند سوچ ایک کسان کی طرح ہے جو پودے لگانے کے لیے زمین کو تیار کرنے میں ناکام رہتا ہے، بیج لگانے میں ناکام رہتا ہے، زمین کو پانی دینے میں ناکام رہتا ہے اور پھر بڑی فصل کی کٹائی کی توقع رکھتا ہے۔ یہ صریح حماقت ہے اور اس کسان کے کامیاب ہونے کا امکان بہت کم ہے۔ جبکہ حقیقی امید ایک کسان کی طرح ہے جو زمین کو تیار کرتا ہے، بیج لگاتا ہے، زمین کو پانی دیتا ہے اور پھر یہ امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بڑی فصل سے نوازے گا۔ اہم فرق یہ ہے کہ جو شخص سچی امید رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی پوری کوشش کرتا ہے، اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے، اس کی ممانعتوں سے باز رہتا ہے اور تقدیر کا صبر کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق ہوتا ہے۔ اس پر اور جب بھی پھسلتے ہیں تو سچے دل سے توبہ کرتے ہیں۔ جبکہ خواہش مند مفکر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سرگرداں نہیں ہو گا بلکہ ان کی خواہشات کی پیروی کرے گا اور پھر بھی اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھے گا کہ وہ انہیں معاف کر دے گا اور ان کی خواہشات کو پورا کرے گا۔

لہذا مسلمانوں کو اس اہم فرق کو سیکھنا چاہیے تاکہ وہ خواہش مندانه سوچ کو ترک کر سکیں اور اس کے بجائے اللہ تعالیٰ سے سچی امید اختیار کر سکیں جو ہمیشہ دونوں جہانوں میں بھلائی اور کامیابی کے سوا کچھ نہیں دیتی۔ صحیح بخاری نمبر 7405 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

خواہش مندانہ سوچ کی ایک خاص قسم جس نے ماضی کی قوموں اور حتیٰ کہ مسلم قوم کو بھی متاثر کیا جب کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام و ممنوعات کو نظر انداز کر سکتا ہے اور قیامت کے دن کوئی نہ کوئی ان کی شفاعت کرے گا اور انہیں بچا لے گا۔ ترک سے۔ حالانکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ایک حقیقت ہے اور بہت سی احادیث میں اس پر بحث کی گئی ہے، جیسا کہ سنن ابن ماجہ، نمبر 4308 میں موجود ہے، حتیٰ کہ آپ کی شفاعت سے بعض مسلمانوں نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ جس کے عذاب میں اس سے تخفیف کی جائے گی وہ پھر بھی جہنم میں داخل ہوگا۔ جہنم میں ایک لمحہ بھی واقعی ناقابل برداشت ہے۔ لہذا خواہش مندانہ سوچ کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں عملی طور پر کوشش کرتے ہوئے سچی امید کو اپنانا چاہیے۔

شیطان ان لوگوں کو جو قیامت پر یقین نہیں رکھتے ہیں کہ اگر ایسا ہو بھی جائے تو وہ اس دن یہ دعویٰ کر کے اللہ تعالیٰ سے صلح کر لیں گے کہ وہ اتنے برے نہیں تھے کہ انہوں نے قتل جیسے بڑے جرائم سے اجتناب کیا۔ انہوں نے اپنے آپ کو یہ باور کرایا ہے کہ ان کی درخواستیں قبول کی جائیں گی اور انہیں جنت میں بھیج دیا جائے گا اگرچہ انہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران اللہ تعالیٰ سے کفر کیا۔ یہ ناقابل یقین حد تک احمقانہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرے گا جو اس پر ایمان لایا اور اس کی اطاعت کرنے کی کوشش کرنے والے کے ساتھ کفر کیا۔ ایک آیت نے اس قسم کی خواہش مند سوچ کو مٹا دیا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 85:

اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا "جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔"

آخر میں، ایک مسلمان کو یہ یقین کر کے خواہش مندانہ سوچ نہیں اختیار کرنی چاہیے کہ وہ مسلمان ہونے کے ناطے ایک دن جنت میں داخل ہوں گے، چاہے وہ اپنے گناہوں کے نتیجے میں پہلے جہنم میں ہی کیوں نہ جائیں۔ کوئی بھی اپنے ایمان کے ساتھ اس دنیا سے جانے کی ضمانت نہیں دیتا۔ جو شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو چھوڑ دیتا ہے، اس کے اس دنیا سے بغیر ایمان کے چلے جانے کا بڑا خطرہ ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جس کی پرورش اور نگہداشت اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت سے ہونی چاہیے۔ جب ایمان کا

پودا نظر انداز کر دیا جائے تو وہ مر سکتا ہے، جس کے پاس دونوں جہانوں میں کامیابی کو یقینی بنانے کے لیے کچھ بھی نہیں بچا۔

کامیابی کے دو حصے

صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ دیوالیہ مسلمان وہ ہے جو بہت سے اعمال صالحہ مثلاً روزہ اور نماز جمع کرتا ہے لیکن وہ لوگوں کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے۔ اعمال ان کے مظلوموں کو دیئے جائیں گے اور اگر ضروری ہوا تو ان کے شکار کے گناہ انہیں قیامت کے دن دیئے جائیں گے۔ یہ انہیں جہنم میں پھینکنے کا باعث بنے گا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو کامیابی حاصل کرنے کے لیے ایمان کے دونوں پہلوؤں کو پورا کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرائض ہیں جیسے فرض نماز۔ دوسرا پہلو لوگوں کے حقوق ادا کرنا ہے جس میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی شامل ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث میں اعلان فرمایا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان اور مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے جسمانی اور زبانی نقصان کو کسی چیز سے دور نہ رکھے۔ شخص اور ان کے مال، چاہے وہ کسی بھی مذہب کی پیروی کریں۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ لامحدود معاف کرنے والا ہے، وہ ان لوگوں کو معاف کر دے گا جو اس سے سچے دل سے توبہ کرتے ہیں۔ لیکن وہ ان گناہوں کو معاف نہیں کرے گا جن میں دوسرے لوگ شامل ہوتے ہیں جب تک کہ شکار پہلے معاف نہ کر دے۔ چونکہ لوگ اتنے معاف کرنے والے نہیں ہیں، اس لیے ایک مسلمان کو ڈرنا چاہیے کہ جن پر انہوں نے ظلم کیا ہے وہ قیامت کے دن ان کی قیمتی نیکیاں لے کر ان سے بدلہ لیں گے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرتا ہے، تب بھی وہ جہنم میں صرف اس لیے جا سکتا ہے کہ اس نے دوسروں پر ظلم کیا ہے۔

نماز اور روزے جیسے اعمال صالحہ کو جمع کرنے کا کوئی مطلب نہیں، صرف انہیں قیامت کے دن دوسروں کے حوالے کر دیا جائے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے

حقوق ادا کرتے ہوئے اپنے اعمال صالحہ کو بڑھانے اور گناہوں کو کم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اضافہ یا نقصان

صحیح مسلم نمبر 2336 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ ہر روز دو فرشتے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ پہلا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ وہ اس کی خاطر خرچ کرنے والے کو معاوضہ دے۔ دوسرا اللہ تعالیٰ سے پوچھتا ہے کہ روکنے والے کو ہلاک کر دے۔

اس حدیث کا مقصد سخاوت اور بخل سے بچنے کی ترغیب دینا ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرنے میں صرف واجب صدقہ ہی شامل نہیں ہے بلکہ اس میں فضول خرچی اور اسراف کے بغیر اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات پر خرچ کرنا بھی شامل ہے جیسا کہ اسلام نے اس کا حکم دیا ہے۔ جو کوئی بھی ان عناصر پر خرچ کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی دولت تباہ ہو جائے کیونکہ وہ اس مقصد کو پورا کرنے میں ناکام رہے ہیں جو حقیقت میں دولت کو بیکار بنا دیتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرنا کبھی بھی مجموعی نقصان کا باعث نہیں بنتا کیونکہ ایک شخص کو کسی نہ کسی طریقے سے معاوضہ دیا جاتا ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2029 کی حدیث میں اس بات کی ضمانت دی ہے کہ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا۔ باب 34 سبا، آیت 39

“...لیکن تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ اس کی تلافی کرے گا”

ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ ایک سخی انسان اللہ کے قریب، جنت کے قریب، لوگوں کے قریب اور جہنم سے دور ہے۔ جبکہ کنجوس شخص اللہ تعالیٰ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور اور جہنم سے قریب ہوتا ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1961 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

آخر میں، یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ یہ حدیث ان تمام نعمتوں پر لاگو ہوتی ہے جو کسی کے پاس ہوتی ہے، جیسے کہ ان کی اچھی صحت، نہ کہ صرف مال۔ پس اگر کوئی ان کی نعمتوں کو صحیح طریقے سے وقف کرنے اور استعمال کرنے میں ناکام رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو فرشتے کی دعا ان کے خلاف ہو گی۔ بنیادی حدیث میں جس تباہی کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد نعمتوں سے محروم ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اس میں دنیاوی نعمت شامل ہے جو دونوں جہانوں میں ان کے لیے تناؤ اور مشکلات کا باعث بنتی ہے۔ یہ ان لوگوں میں آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے جو اپنی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں ناکام رہتے ہیں، جیسے کہ ان کی دولت۔ جو دولت وہ حاصل کرتے ہیں اور اس امید پر جمع کرتے ہیں کہ یہ ان کے لیے سکون کا ذریعہ بنے گی، وہی ان کے تناؤ اور پریشانی کا باعث بن جاتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر ایک نعمت کو اسلامی تعلیمات کے مطابق صحیح طریقے سے استعمال کریں تاکہ انہیں دونوں جہانوں میں زیادہ سے زیادہ حاصل ہو، جو کہ حقیقت میں حقیقی شکرگزاری ہے۔ بصورت دیگر، وہ ہمیشہ کے لیے نعمت سے محروم ہو سکتے ہیں۔

باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔"

دنیائی معاملات میں اعتدال

سنن ابن ماجہ نمبر 2142 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مسلمان کو دنیاوی چیزوں کی تلاش میں اعتدال پسند ہونا چاہیے کیونکہ جو کچھ ان کا مقدر ہے وہ ضرور پہنچے گا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اسلام مسلمانوں کو مادی دنیا کو مکمل طور پر ترک کرنے کی ترغیب نہیں دیتا، کیونکہ یہ ایک پل ہے جو انسان کو آخرت سے جوڑتا ہے۔ اس پل کو عبور کیے بغیر کوئی آخرت تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ اس کے بجائے اسلام مسلمانوں کو یہ سکھاتا ہے کہ وہ اسراف، فضول خرچی اور اسراف سے گریز کرتے ہوئے اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے اس دنیا سے لے جائیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے آخرت کی تیاری میں اپنی کوششیں وقف کر دیں۔ اس کی ممانعتوں اور تقدیر کا مقابلہ روایات کے مطابق صبر کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ جو چیزیں اس دنیا میں حاصل ہوں گی، جیسے کہ ان کا رزق، اللہ تعالیٰ کے آسمان و زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ہی ان کے لیے تقسیم ہو چکا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

چونکہ ایک شخص کا رزق ضامن ہے اور اس کی کوششوں سے قطع نظر اس میں اضافہ یا کمی نہیں ہو سکتی، اس لیے اسے اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کے مطابق اس کے لیے کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ زیادہ کے لیے کوشش صرف تناؤ کا باعث بنے گی اور ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق حاصل نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ، یہ ضرورت سے زیادہ کوشش ان کی توجہ آخرت کی عملی تیاری سے ہٹا دے گی۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں ان کے لیے مزید تناؤ پیدا ہوگا۔ جبکہ بنیادی حدیث پر عمل کرنا اور رزق کے لیے اعتدال کے ساتھ کوشش کرنا اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ کم سے کم تناؤ کے ساتھ اپنا حصہ وصول کریں، وہ اپنی

ذمہ داریاں پوری کریں اور آخرت کے لیے مناسب تیاری کریں۔ یہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔

اچھی دنیاوی نعمتیں

سنن ابن ماجہ نمبر 2141 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مال اس وقت تک برا نہیں ہے جب تک کہ اس کے پاس تقویٰ ہو۔ انہوں نے مزید کہا کہ اچھی صحت دولت سے بہتر ہے اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ خوش رہنا ایک نعمت ہے۔

جو مسلمان تقویٰ کا مالک ہے وہ ہمیشہ اپنا مال صحیح طریقے سے خرچ کرے گا یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ تو ان کے لیے یہ دونوں جہانوں میں رحمت بن جائے گا۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ صحیح طریقے سے خرچ کرنا صدقہ سے بالاتر ہے اور اس میں ہر قسم کے جائز مفید خرچ شامل ہیں جو کہ زیادتی، فضول خرچی یا اسراف سے مبرا ہیں، جیسے کہ اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات پر خرچ کرنا۔ صحیح بخاری نمبر 4006 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

تقویٰ صرف اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ باب 35 فاطر، آیت 28:

”اللہ سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں سے علم رکھتے ہیں۔“

یہ علم اس بات کو یقینی بنائے گا کہ ایک مسلمان یہ سمجھے کہ اپنی دولت اور اپنی دیگر دنیاوی نعمتوں کو صحیح طریقے سے کیسے استعمال کرنا ہے۔ وہ سمجھیں گے کہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا باعث ہے جبکہ ان کا غلط استعمال دونوں جہانوں میں تناؤ اور مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " " زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

اگرچہ اس قسم کی دولت ایک بڑی نعمت ہے لیکن اچھی صحت جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے لیے اپنے تمام عملی فرائض کو آزادانہ طور پر پورا کرنا ایک بڑی نعمت ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ امیر لوگ صحت مند رہنے اور بیماری سے بچنے کے لیے اپنی دولت خوشی خوشی خرچ کرتے ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوشش کرتے ہوئے، اس کے احکام کی تعمیل کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور نفلی اعمال مثلاً مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کے ذریعے اپنی صحت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ رضاکارانہ روزے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جب وہ اپنی اچھی صحت کھو بیٹھیں اور پچھتاوا رہ جائیں۔

آخر میں، مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ خوش مزاجی جیسی مثبت خصوصیات کو اپنائیں، کیونکہ یہ نہ صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت ہے، بلکہ اس دوران مختلف مشکلات اور آزمائشوں سے نمٹنے میں بھی مدد ملتی ہے۔ ان کی زندگی جو شخص مثبت سوچ اپناتا ہے وہ ان اوقات میں زیادہ آسانی سے صبر کرتا ہے۔ جبکہ جو لوگ عمومی منفی اور مایوس کن ذہنیت اختیار کرتے ہیں وہ مشکل کے وقت زیادہ آسانی سے بے صبری اور اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہو جاتے ہیں۔ ایک مسلمان کو مثبت ذہنیت کو برقرار رکھنے کے لیے ان گنت نعمتوں کا باقاعدگی سے جائزہ لینا چاہیے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ، انہیں اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے، کیونکہ یہ انہیں اس حقیقت کو سمجھنے کی ترغیب دے گا کہ اللہ تعالیٰ صرف وہی فیصلہ کرتا ہے جو لوگوں کے لیے بہتر ہے، چاہے یہ ان پر واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

نیکی کا حکم اور برائی سے روکنا

صحیح بخاری نمبر 2686 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے اہم فریضے کو ادا نہ کرنے کو دو درجے بھری ہوئی کشتی کی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ لوگوں کا نچلی سطح کے لوگ جب بھی پانی تک رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو بالائی سطح کے لوگوں کو پریشان کرتے رہتے ہیں، اس لیے وہ نچلی سطح پر ایک سوراخ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تاکہ وہ براہ راست پانی تک رسائی حاصل کر سکیں۔ اگر بالائی سطح کے لوگ انہیں روکنے میں ناکام رہے تو یہ سب غرق ہو جائیں گے۔

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کے مطابق نرمی کے ساتھ نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا کبھی ترک نہ کریں۔ ایک مسلمان کو یہ کبھی نہیں ماننا چاہیے کہ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہیں گے، دوسرے گمراہ لوگ ان پر منفی اثر نہیں ڈال سکیں گے۔ سڑے ہوئے سیب کے ساتھ رکھنے پر ایک اچھا سیب بالآخر متاثر ہو جائے گا۔ اسی طرح جو مسلمان دوسروں کو نیکی کا حکم دینے میں ناکام رہتا ہے وہ آخر کار اس کے منفی رویے سے متاثر ہوتا ہے خواہ وہ لطیف ہو یا ظاہر۔ یہاں تک کہ اگر وسیع تر معاشرہ غافل ہو گیا ہے، تب بھی کسی کو اپنے زیر کفالت افراد مثلاً ان کے خاندان کو نصیحت کرنا نہیں چھوڑنا چاہیے، کیونکہ نہ صرف ان کے منفی رویے سے ان پر زیادہ اثر پڑے گا بلکہ یہ تمام مسلمانوں پر فرض بھی ہے، سنن میں موجود ایک حدیث کے مطابق۔ ابوداؤد، نمبر 2928۔ اگر کسی مسلمان کو دوسرے نظر انداز کر دیں تو بھی انہیں نرمی سے نصیحت کر کے اپنا فرض ادا کرنا چاہیے جس کی تائید پختہ دلائل اور علم سے ہوتی ہے۔ جاہلانہ اور برے اخلاق کے ساتھ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا لوگوں کو حق اور صحیح ہدایت سے مزید دور دھکیلتا ہے جس کے نتیجے میں پوری امت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

جب کوئی نیکی کا حکم دے اور برائی سے صحیح طریقے سے روکے تب ہی وہ معاشرے کے منفی اثرات سے محفوظ رہے گا اور قیامت کے دن معاف کر دیا جائے گا۔ باب 7 الاعراف، آیت

اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ”
ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے؟ رب اور شاید وہ اس سے ڈریں۔“

لیکن اگر وہ صرف اپنی فکر کریں اور دوسروں کے اعمال کو نظر انداز کریں تو اندیشہ ہے کہ
دوسروں کے منفی اثرات ان کی گمراہی کا باعث بن سکتے ہیں۔

متوازن غذا

جامع ترمذی نمبر 2380 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متوازن غذا کی اہمیت بتائی ہے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ اپنے پیٹ کو تین حصوں میں تقسیم کر دیں۔ پہلا حصہ کھانے کے لیے، دوسرا حصہ پینے کے لیے اور آخری حصہ سانس لینے کے لیے خالی چھوڑ دینا چاہیے۔

یہ ڈائٹ پلان اس وقت حاصل کیا جا سکتا ہے جب کوئی کھانا پیٹ بھرنے سے پہلے کھانا بند کر دے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل تھا۔

اگر لوگ اس نصیحت پر عمل کریں تو وہ جسمانی اور ذہنی دونوں بیماریوں سے محفوظ رہیں گے۔ درحقیقت بہت سے باشعور لوگوں کے مطابق بیماری کی ایک بڑی وجہ بدبھمی ہے۔

روحانی قلب کے حوالے سے تھوڑی سی خوراک نرم دل، عاجزی نفس اور خواہشات اور غصہ کی کمزوری کا باعث بنتی ہے۔ پیٹ بھرنے سے سستی پیدا ہوتی ہے جو عبادت اور دوسرے اعمال صالحہ کو روکتی ہے۔ یہ نیند کو آمادہ کرتا ہے جس کی وجہ سے کوئی رضاکارانہ اور حتیٰ کہ فرض رات کی نمازوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ عکاسی کو روکتا ہے جو کسی کے اعمال کا اندازہ لگانے کی کلید ہے اور اس لیے اس کے کردار کو بہتر سے بدلنا ہے۔ پیٹ بھرنے والا غریب کو بھول جاتا ہے اور اس لیے ان کی مدد کرنے کا امکان کم ہوتا ہے۔ یہ تمام منفی اثرات سخت روحانی دل کی طرف لے جاتے ہیں۔ سخت روحانی دل رکھنے والا قیامت کے دن محفوظ نہیں رہے گا۔ باب 26 اشعرا، آیات 88-89

جس دن مال اور اولاد کسی کے کام نہ آئے گی۔ لیکن صرف وہی جو اللہ کے پاس دل کے ساتھ ” آتا ہے۔

جس کو صرف اپنے پیٹ کی فکر ہوتی ہے وہ زیادہ اہم چیزوں سے ہٹ جاتا ہے جیسے دینی علم سیکھنا اور اس پر عمل کرنا۔ وہ مختلف قسم کے کھانے حاصل کرنے، تیار کرنے اور کھانے میں اس قدر مشغول ہو جاتے ہیں کہ اس میں ان کے وقت، توانائی اور پیسے کا بڑا حصہ ضائع ہو جاتا ہے۔ یہ رویہ کسی کو سادہ غذا کھانے سے بھی روکتا ہے، جن کی تیاری میں آسان اور کم وقت لگتا ہے اور خریدنے میں سستی ہوتی ہے۔ کھانے میں اسراف بھی انسان کو دوسری چیزوں میں اسراف کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جیسے کہ کپڑے اور مکان۔ یہ رویہ بدلے میں کسی کو اپنے اسراف طرز زندگی کو پورا کرنے کے لیے زیادہ دولت کمانے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ انہیں اسلامی علم کے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے مزید مشغول کرتا ہے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کر سکیں۔ یہ ان کے اسراف طرز زندگی کو پورا کرنے کے لیے انہیں غیر قانونی کی طرف بھی ترغیب دے سکتا ہے۔

مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس دنیا میں قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکا وہ ہو گا۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2478 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ متوازن غذا حاصل کرنے کی کوشش کریں تاکہ وہ ان منفی اثرات سے بچیں جو بلاشبہ دنیا اور آخرت دونوں میں ان کی کامیابی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

تمام حالات میں برکت

صحیح مسلم نمبر 7500 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مومن کے لیے ہر حالت مبارک ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے ہر صورت حال کا جواب دینے کی ضرورت ہے، خاص طور پر مشکلات میں صبر اور آسانی کے وقت شکرگزاری۔

زندگی کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو وہ حالات ہیں جن میں لوگ خود کو پاتے ہیں، خواہ وہ آسانی کے وقت ہوں یا مشکلات۔ کسی شخص کو کس صورتحال کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کا کنٹرول ان کے ہاتھ سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے اور ان سے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس لیے جن حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان پر زور دینا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ وہ مقدر ہیں اور اس لیے ناگزیر ہیں۔ دوسرا پہلو ہر صورت حال پر ایک شخص کا ردعمل ہے۔ یہ ہر شخص کے اختیار میں ہے اور یہ وہی ہے جس پر ان کا فیصلہ کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر، کسی مشکل صورتحال میں صبر یا بے صبری کا مظاہرہ کرنا۔ لہذا، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر حال میں اپنے رویے اور ردعمل پر توجہ مرکوز کرے، بجائے اس کے کہ کسی صورت حال میں ہونے پر زور دیا جائے، کیونکہ یہ ناگزیر ہے۔ اگر کوئی مسلمان دونوں جہانوں میں کامیابی چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ ہر حال کا اندازہ لگا لے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کام کرے۔ مثال کے طور پر، آسانی کے وقت ان کو چاہیے کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں جو ان کے پاس ہیں جیسا کہ اسلام نے تجویز کیا ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کا سچا شکر ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7:

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔"

اور مشکل کے وقت انہیں صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے یہ جانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے چاہے وہ انتخاب کے پیچھے کی حکمت کو نہ سمجھیں۔ باب 2
:البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

غور طلب ہے کہ اہم حدیث میں ہر حال میں کامیابی مومن کے لیے بنائی گئی ہے نہ کہ مسلمان کے لیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مومن مضبوط ایمان کا حامل ہوتا ہے جس کی جڑیں اسلامی علم میں پیوست ہوتی ہیں۔ اپنے مضبوط ایمان کے نتیجے میں، وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت پر زیادہ سختی سے عمل پیرا ہوتے ہیں، جس میں مشکلات میں صبر اور آسانی کے وقت شکر گزاری شامل ہوتی ہے۔ جبکہ مسلمان وہ ہے جس نے اسلام قبول کیا ہو لیکن کمزور ایمان کی وجہ سے جو کہ اسلامی علم سے ناواقفیت کی وجہ سے پیدا ہوا ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کے ساتھ مختلف حالات کا جواب دینے میں ناکام ہو سکتا ہے۔ اس لیے اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے تاکہ وہ مومن کے درجے تک پہنچ جائے اور اس لیے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھے۔

نیکی حاصل کرنا

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2645 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت فرمائی کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو بھلائی دینا چاہتا ہے تو اسے اسلامی علم عطا کرتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر مسلمان خواہ اس کے ایمان کی مضبوطی ہو دونوں جہانوں میں بھلائی کا خواہاں ہے۔ اگرچہ بہت سے مسلمان غلط طور پر یہ مانتے ہیں کہ وہ جو بھلائی چاہتے ہیں وہ شہرت، دولت، اختیار، صحبت اور اپنے کیریئر میں مضمحل ہے، لیکن یہ حدیث اس بات کو واضح کرتی ہے کہ حقیقی دیرپا بھلائی اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے۔ غور طلب ہے کہ دینی علم کی ایک شاخ مفید دنیاوی علم ہے جس کے ذریعے انسان اپنی ضروریات اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات پوری کرنے کے لیے حلال رزق کماتا ہے۔ اگرچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی نشاندہی کر دی ہے کہ بھلائی کہاں ہے پھر بھی یہ شرم کی بات ہے کہ کتنے مسلمان اس کی قدر نہیں کرتے۔ وہ زیادہ تر معاملات میں اپنے واجبات کو پورا کرنے کے لیے کم سے کم اسلامی علم حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور زیادہ حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے میں ناکام رہتے ہیں، جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ اس کے بجائے وہ اپنی کوششیں دنیاوی چیزوں کے لیے وقف کر دیتے ہیں، سچی بھلائی کا یقین وہاں پایا جاتا ہے۔ بہت سے مسلمان اس بات کی تعریف کرنے میں ناکام رہتے ہیں کہ نیک پیشروؤں کو صرف ایک آیت یا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیکھنے کے لیے ہفتوں تک سفر کرنا پڑا، جب کہ آج کوئی بھی اپنا گھر چھوڑے بغیر اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ اس کے باوجود، بہت سے لوگ آج کے دور کے مسلمانوں کو دی گئی اس نعمت کو استعمال کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی بے پایاں رحمت سے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نہ صرف یہ بتا دیا ہے کہ سچی بھلائی کہاں ہے بلکہ اس نیکی کو انگلی کے اشارے پر بھی رکھا ہے۔

ایک مسلمان کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف نہیں بنایا جانا چاہئے کہ اسلامی علم صرف یہ بتاتا ہے کہ عبادات کیسے کی جائیں اور کیا حرام اور حلال ہے۔ درحقیقت یہ لوگوں کو یہ سکھاتا ہے کہ کس طرح صحیح رویہ اور طرز عمل اختیار کیا جائے تاکہ وہ ان تمام دنیاوی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں تاکہ وہ دونوں جہانوں میں اپنے اور دوسروں کو فائدہ پہنچائیں اور اس طرح دونوں جہانوں میں ذہنی سکون اور کامیابی حاصل کریں۔

انسانوں کو یہ سکھانے والا صرف وہی ہے جس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا اور جانتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ اس لیے دینی علم پر دنیاوی علم کو حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کو ترجیح دینا عقلمندی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو بتا دیا ہے کہ ایک ابدی دفن خزانہ کہاں ہے جو دونوں جہانوں میں پیش آنے والے تمام مسائل کو حل کر سکتا ہے۔ لیکن مسلمانوں کو یہ بھلائی تبھی ملے گی جب وہ اسے حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی جدوجہد کریں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی ہوگی۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

درست طریقے سے ترجیح دینا

جامع ترمذی نمبر 2465 کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو شخص آخرت کی تیاری کو مادی دنیا کی کوشش پر ترجیح دے گا اسے قناعت ملے گی، اس کے معاملات درست ہو جائیں گے۔ اور وہ آسانی سے اپنی قسمت کا رزق حاصل کریں گے۔

اس نصف حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے حوالے سے اپنے فرائض کو صحیح طریقے سے ادا کرے گا، جیسے کہ اس مادی دنیا کی زیادتی سے بچتے ہوئے اپنے اہل و عیال کو حلال طریقے سے مہیا کرنا، اسے قناعت ملے گی۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی لالچی ہوئے بغیر اور زیادہ دنیوی چیزیں حاصل کرنے کے لیے سرگرم کوشش کے بغیر اپنے پاس موجود چیزوں سے خوش ہوتا ہے۔ درحقیقت، جو شخص اپنے پاس موجود چیزوں پر راضی ہے وہ واقعی امیر ہے، خواہ اس کے پاس دولت کم ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ وہ چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ کسی بھی چیز کی آزادی انسان کو اس کے حوالے سے امیر بناتی ہے۔

اس کے علاوہ، یہ رویہ کسی بھی دنیوی مسائل سے آرام سے نمٹنے کی اجازت دے گا جو اس کی زندگی کے دوران پیدا ہوسکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مادی دنیا کے ساتھ جتنا کم رابطہ کرے گا اور آخرت پر توجہ مرکوز کرے گا، دنیا کے مسائل اتنے ہی کم ہوں گے۔ انسان کو جتنے کم دنیوی مسائل کا سامنا ہوگا اس کی زندگی اتنی ہی آرام دہ ہوگی۔ مثال کے طور پر، جس کے پاس ایک گھر ہے اس کے پاس اس کے حوالے سے کم مسائل ہوں گے، جیسے ٹوٹا ہوا ککر، دس مکان رکھنے والے کے مقابلے میں۔ آخر کار، یہ شخص آسانی سے اور خوشگوار طریقے سے اپنا حلال رزق حاصل کر لے گا۔ یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں ایسا فضل ڈال دے گا کہ اس سے ان کی تمام ذمہ داریاں اور ضروریات پوری ہوں گی، ان کو اور ان کے زیر کفالت افراد کو تسکین ملے گی۔

آخرت کی تیاری کو ترجیح دینے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہمیشہ اس انداز میں عمل اور بات کرے جس سے آخرت میں فائدہ ہو۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، اس میں فضول خرچی یا اسراف کیے بغیر اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے حلال رزق کے لیے کوشش کرنا شامل ہے۔ کوئی بھی ایسی سرگرمی جس سے آخرت میں کوئی فائدہ نہ ہو اسے کم کرنا چاہیے۔ جتنا زیادہ اس طریقے سے برتاؤ کرے گا اتنا ہی زیادہ اطمینان اسے نصیب ہوگا اور ان کی روزمرہ کی سرگرمیاں اتنی ہی آسان ہوتی جائیں گی۔ اس کے علاوہ، وہ آخرت کے لیے بھی مناسب طریقے سے تیاری کریں گے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں۔ اس لیے وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

لیکن جیسا کہ اس حدیث کے دوسرے نصف میں ذکر کیا گیا ہے کہ جو شخص مادی دنیا کی کوشش کو آخرت کی تیاری پر ترجیح دیتا ہے، اپنے فرائض سے غفلت برتتا ہے یا اس مادی دنیا کی غیر ضروری اور زیادتی کے لیے کوشش کرتا ہے، وہ اپنی ضرورت یعنی حرص کو پائے گا۔ کیونکہ دنیاوی چیزیں کبھی مطمئن نہیں ہوتیں۔ یہ، تعریف کے مطابق، انہیں غریب بنا دیتا ہے چاہے ان کے پاس بہت زیادہ دولت ہو۔ یہ لوگ دن بھر ایک دنیاوی مسئلے سے دوسرے مسئلے میں جائیں گے اور قناعت حاصل کرنے میں ناکام رہیں گے کیونکہ انہوں نے بہت سے دنیاوی دروازے کھول رکھے ہیں۔ اور انہیں ان کا مقدر دیا ہوا رزق مشکل سے ملے گا اور یہ انہیں اطمینان نہیں دے گا اور نہ ہی ان کے لالچ کو بھرنے کے لیے کافی ہوگا۔ یہاں تک کہ یہ انہیں حرام کی طرف دھکیل سکتا ہے جس سے دونوں جہانوں میں زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ آخر کار، اپنے رویے کی وجہ سے، وہ آخرت کے لیے مناسب تیاری نہیں کریں گے۔ اس لیے یہ شخص دونوں جہانوں میں تناؤ اور بے اطمینانی حاصل کرتا ہے۔

اگر صرف

سنن ابن ماجہ نمبر 4168 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند اہم باتوں کی نصیحت فرمائی۔ پہلا یہ کہ مضبوط مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ محبوب ہے۔

یہ لازمی طور پر جسمانی طاقت کا حوالہ نہیں دیتا، جسے کوئی نیک اعمال انجام دینے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس سے مراد ایمان کا یقین حاصل کرنے کے لیے اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا بھی ہے۔ پختہ ایمان رکھنے والا اپنے علم کے مطابق ہر مشکل اور آسانی کے وقت اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے اپنے فرائض کو صحیح طریقے سے ادا کرے گا۔ جب کہ ایک کمزور مومن اللہ تعالیٰ اور مشکل حالات میں لوگوں کے لیے اپنے فرائض میں آسانی سے ناکام ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ، کمزور مومن کا ایمان دوسروں کی اندھی تقلید پر مبنی ہے، نہ کہ اسلامی علم پر۔ اندھی تقلید نئے علم کے حصول کے ذریعے اپنے رویے کو بہتر بنانے سے روکتی ہے اور یہ اکثر منحرف طریقوں کی طرف لے جاتی ہے، خاص طور پر جب نقل کرنے والا شخص خود جاہل ہوتا ہے۔ اندھی تقلید اس وقت کافی نہیں ہوتی جب کسی کو مشکل حالات کا سامنا ہو، جس کے لیے ثابت قدمی کی ضرورت ہوتی ہے، جس کی جڑ خود اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے۔ مثال کے طور پر، جس کے پاس اسلامی علم نہیں ہے وہ آسانی سے تقدیر سے سوال کرتا ہے اور چیلنج کرتا ہے۔

جس کا ایمان جتنا مضبوط ہو گا، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں ان کی کامیابی میں اضافہ ہوتا ہے۔ باب 41 فصیلات، آیت 53

ہم اُن کو اپنی نشانیاں افق اور اُن کے اندر دکھائیں گے یہاں تک کہ اُن پر واضح ہو جائے گا کہ ” یہ حق ہے۔“

اگلی بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ ان چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرے جو اسے فائدہ پہنچاتی ہیں بغیر ترک کئے۔ اس کا مطلب ہے کہ انہیں اسلام کی طرف سے تجویز کردہ حلال طریقے سے، دونوں جہانوں میں اسلام کے لیے جو کچھ اچھا قرار دیا گیا ہے، اسے حاصل کرنے کے لیے سرگرمی سے کوشش کرنی چاہیے۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اس دنیا میں حقیقی فائدہ، جیسا کہ اسلام نے بیان کیا ہے، آخرت میں ہمیشہ فائدہ دے گا۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ حقیقی فائدہ نہیں ہے۔ کسی کو سست نہیں ہونا چاہئے اور اچھی چیزوں کے بے ساختہ ہونے کی توقع رکھنا چاہئے، کیونکہ یہ خواہش مندانہ سوچ ہے۔ انہیں اس خیر کے حصول کے لیے جو توانائی اور وسائل فراہم کیے گئے ہیں اس کا استعمال کریں اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اچھے نتائج کی امید رکھیں۔ بنیادی حدیث کا یہ حصہ پہلے حصے سے منسلک ہے کیونکہ کوئی شخص اسلامی علم حاصل کیے بغیر یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس دنیا میں حقیقی بھلائی کیا ہے۔ سیدھے الفاظ میں، حقیقی نیکی ان نعمتوں کو استعمال کرنے میں ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں، کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا باعث بنتی ہے۔ اگر کوئی چیز کسی کو ایسا کرنے سے روکتی ہے تو یہ بالکل ٹھیک نہیں ہے، خواہ معاشرہ، فیشن اور کلچر اس کے برعکس کہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث کا آخری حصہ مسلمانوں کو تقدیر پر سوال نہ اٹھانے کی نصیحت کرتا ہے، کیونکہ اس سے شیطان کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے انتخاب کو چیلنج کرنے کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ وہ اپنی کم نگاہی اور کم فہمی کی وجہ سے اس کے پیچھے موجود حکمتوں کا مشاہدہ نہیں کرتے۔ یہ بدلے میں بے صبری اور ثواب کے نقصان کا باعث بنتا ہے۔ کسی کو اپنے ماضی کے تجربات پر غور کرنا چاہیے جہاں وہ سمجھتے تھے کہ کوئی چیز اچھی تھی جب وہ حقیقت میں بری تھی اور اس کے برعکس، تاکہ انہیں صبر کرنے کی ترغیب دی جا سکے، کیونکہ انہیں یہ فوائد جلد یا بدیر دکھائے جائیں گے۔ باب 2 البقرہ، آیت

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اصل حدیث کا یہ حصہ پھر پہلے حصے سے مربوط ہے کیونکہ علم اور پختہ ایمان دونوں تقدیر پر سوال کرنے سے روکیں گے، کیونکہ ان کا پختہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اس میں شامل ہر فرد کے لیے بہترین ہیں اور ناگزیر ہیں۔ اس لیے بے صبری کا مظاہرہ تقدیر کو آنے سے نہیں روکے گا بلکہ یہ دونوں جہانوں میں ثواب اور امن کے نقصان کا باعث بنے گا۔

مقدسیت

صحیح بخاری نمبر 6502 میں موجود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک آسمانی حدیث میں اللہ تعالیٰ نے چند اہم باتیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے خلاف اعلان جنگ فرماتا ہے جو اپنے کسی نیک دوست سے دشمنی کرتا ہے۔

ایسا اس طرح ہوتا ہے کہ جو شخص کسی کے دوست سے دشمنی ظاہر کرتا ہے وہ درحقیقت اس شخص سے بالواسطہ دشمنی دکھا رہا ہوتا ہے۔ یہ بالواسطہ طور پر مسلمانوں کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دوستی رکھیں اور ان کے لیے کبھی بھی کسی قسم کی دشمنی یا ناپسندیدگی کا اظہار نہ کریں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں جیسا کہ شیطان کا رویہ ہے۔ باب 60 الممتحنہ، آیت 1

“اے لوگو جو ایمان لائے ہو، میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔”

یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی کوئی بھی صورت اس کے خلاف جنگ ہے۔ لہذا، ایک مسلمان کو ہر قسم کی نافرمانی سے بچنا چاہیے، بشمول اس کی اطاعت میں کوشش کرنے والوں کو ناپسند کرنا، کیونکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 3862 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ کوئی شخص کبھی بھی اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین نہ کرے کیونکہ ان کی توہین کرنا توہین کے مترادف ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جس نے آپ کو نقصان پہنچایا اس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی ہے۔ اور اس گنہگار کو جلد ہی سزا ملے گی، بشرطیکہ وہ سچے دل سے توبہ نہ کریں۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ نیکی، جو کہ کسی کی نیت پر مبنی ہے، لوگوں سے پوشیدہ ہے، مسلمانوں کو دوسرے مسلمانوں کو ناپسند کرنے سے بچنا چاہیے، کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کا نیک دوست کون ہے۔ لہذا مرکزی حدیث کا یہ حصہ تمام مسلمانوں کے ساتھ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے، ان کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہوئے جو لوگ چاہتے ہیں۔

اگلی بات جو زیر بحث اہم الہی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان صرف اپنے فرائض کی ادائیگی کے ذریعے ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ اور وہ رضاکارانہ عمل صالح کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ وضاحت اللہ تعالیٰ کے بندوں کو دو قسموں میں تقسیم کرتی ہے۔ پہلا گروہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے واجبات جیسے فرض نماز اور لوگوں کے حوالے سے جیسے فرض صدقہ کی ادائیگی سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ اس کا خلاصہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر پر صبر کرنے سے ہو سکتا ہے۔

دوسری قسم کے وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا جاتا ہے وہ پہلے گروہ سے برتر ہیں کیونکہ وہ نہ صرف اپنے فرائض کی ادائیگی کرتے ہیں بلکہ رضاکارانہ طور پر نیک کاموں میں بھی کوشش کرتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا یہی واحد راستہ ہے۔ جو اس کے علاوہ کوئی راستہ اختیار کرے گا وہ اس اہم مقصد کو حاصل نہیں کر سکے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جدوجہد کیے بغیر ولایت حاصل کرنے کے تصور کو یکسر مسترد کرتا ہے۔ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے وہ محض جھوٹا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 4094 میں موجود حدیث کی تصدیق کی ہے کہ جب روحانی قلب پاک ہوتا ہے تو باقی جسم بھی پاک ہو جاتا ہے۔ یہ عمل صالح کی طرف لے جاتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص اعمال صالحہ مثلاً اپنے واجبات کو ادا نہ کرے تو اس کا جسم نجس ہے یعنی اس کا روحانی دل بھی نجس ہے۔ یہ شخص کبھی اللہ تعالیٰ کے قرب تک نہیں پہنچ سکتا۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ سب سے بڑا رضاکارانہ عمل وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر مبنی ہو۔ جو کوئی بھی اپنی روایات پر مبنی رضاکارانہ اعمال صالحہ انجام

دینے کا انتخاب کرتا ہے اسے شیطان نے بے وقوف بنا دیا ہے کیونکہ کوئی بھی راستہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے قریب نہیں لے جائے گا سوائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے اور اعمال کے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا ” اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

دوسرے اعلیٰ گروہ میں شامل متقی مسلمان بھی وہ ہیں جو اس مادی دنیا کی فضول اور فضول چیزوں سے بچتے ہیں۔ یہ رویہ انہیں اپنی کوششوں کو رضاکارانہ نیک اعمال انجام دینے پر مرکوز کرنے میں مدد کرتا ہے۔ یہی وہ گروہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت، عداوت، دے کر اور سب کچھ روک کر اپنے ایمان کو مکمل کیا۔ سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

مزید برآں، اس اعلیٰ گروہ کے مسلمان کوشش کرتے ہیں کہ انہیں جو بھی نعمت دی گئی ہے، جیسے کہ ان کی توانائی اور وقت، ان طریقوں سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کریں۔ وہ انہیں ایسے طریقوں سے استعمال کرنے سے گریز کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوں گے اور نہ ہی آخرت میں ان کو فائدہ پہنچائیں گے، خواہ یہ طریقے جائز ہوں۔

اگلی بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی فرد فرائض کی ادائیگی اور نفلی اعمال کو انجام دینے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی پانچوں حواس کو برکت دیتا ہے تاکہ وہ ان کو اس کی اطاعت میں استعمال کریں۔ یہ نیک بندہ بہت کم گناہ کرے گا۔ ہدایت میں اس اضافے کی طرف باب 29 العنکبوت، آیت 69 میں اشارہ کیا گیا ہے

”اور جو لوگ ہمارے لیے کوشش کرتے ہیں، ہم ان کو اپنی راہیں ضرور دکھائیں گے۔“

یہ مسلمان فضیلت کے اس درجے کو پہنچ جاتا ہے جس کا ذکر صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود حدیث میں آیا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب ایک مسلمان عمل کرتا ہے جیسے نماز، گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ جو اس درجے تک پہنچ جائے گا وہ اپنے دماغ اور جسم کو گناہوں سے محفوظ رکھے گا۔ یہ وہ ہے جو جب بولتے ہیں تو اللہ کے لیے بولتے ہیں، جب خاموش ہوتے ہیں تو اللہ کے لیے خاموش رہتے ہیں۔ جب وہ کام کرتے ہیں تو اس کے لیے کام کرتے ہیں اور جب وہ ساکت ہوتے ہیں تو اس کی خاطر ہوتے ہیں۔ یہ توحید اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو سمجھنے کا ایک پہلو ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس باختیاریت میں مشکلات سے صبر کے ساتھ نمٹنا اور شکر کے ساتھ آسانی کے اوقات شامل ہیں، جس میں ان نعمتوں کا استعمال شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ اس باختیاریت میں ذہنی سکون حاصل کرنا بھی شامل ہے، کیونکہ جو شخص باختیار ہے اس کی ذہنی حالت آسانی سے متزلزل نہیں ہوگی اور نہ ہی اس دنیا میں مختلف حالات سے ٹوٹے گی۔

اگلی بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کی یہ دعا پوری ہوگی اور انہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ اور حفاظت حاصل ہوگی۔ یہ ان لوگوں کے لیے ایک واضح سبق ہے جو حلال دنیاوی چیزوں کے خواہش مند ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کے سوا کسی ذریعہ سے ان کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ کوئی روحانی استاد یا کوئی اور شخص کسی شخص کو اس وقت تک چیزیں نہیں دے سکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوشش نہ کرے اور ان چیزوں کو حاصل کرنا ان کا مقدر ہو۔ اس کے علاوہ کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کے عذاب سے دونوں جہانوں میں دوسری پناہ اور حفاظت نہیں کر سکتا اور نہ دے گا۔ یہ حفاظت اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس سے کچھ لوگوں کی خواہش مندانه سوچ ختم ہو جاتی ہے جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہ سکتے ہیں اور پھر بھی اس کے عذاب سے محفوظ رہ سکتے ہیں، خاص طور پر آخرت میں، کسی اور کی شفاعت کے ذریعے۔ حالانکہ قیامت کے دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ایک حقیقت ہے، لیکن اس طنزیہ انداز سے کم تر سلوک کسی کو اس سے محروم نہیں کر سکتا۔

اس حدیث کو ختم کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب صرف اس کی سچی اطاعت سے حاصل ہوتا ہے، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر پر صبر کرنے سے۔ ، السلام علیکم باقی تمام مشروع طریقے باطل ہیں اور خواہش مندانہ سوچ کے سوا کچھ نہیں، جس کی اسلام میں کوئی قدر و وزن نہیں۔

سچ

جامع ترمذی نمبر 1971 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچائی کی اہمیت اور جھوٹ سے اجتناب فرمایا۔ پہلا حصہ نصیحت کرتا ہے کہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے جو بدلے میں جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ جب کوئی شخص سچائی پر قائم رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے سچا شخص لکھتا ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ سچائی تین سطحوں کے طور پر۔ پہلا وہ ہے جب کوئی شخص اپنی نیت اور اخلاص میں سچا ہو۔ یعنی وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کرتے ہیں اور شہرت جیسے باطل مقاصد کے لیے دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچاتے۔ درحقیقت یہی اسلام کی بنیاد ہے کیونکہ ہر عمل کا فیصلہ نیت پر ہوتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ کسی کے اخلاص کی دلیل یہ ہے کہ وہ دوسروں کے شکر گزاری کی خواہش اور امید نہ رکھے۔

اگلا درجہ وہ ہے جب کوئی اپنے الفاظ کے ذریعے سچا ہو۔ حقیقت میں اس کا مطلب ہے کہ وہ ہر قسم کے زبانی گناہوں سے بچتے ہیں نہ کہ صرف جھوٹ۔ جیسا کہ دوسرے زبانی گناہوں میں ملوث ہونے والا حقیقی سچا نہیں ہو سکتا۔ اس کے حصول کا ایک بہترین طریقہ جامع ترمذی نمبر 2317 میں موجود حدیث پر عمل کرنا ہے جس میں یہ نصیحت کی گئی ہے کہ انسان اپنے اسلام 2317 کو صرف اسی صورت میں بہترین بنا سکتا ہے جب وہ ان چیزوں میں ملوث ہونے سے گریز کرے جن سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ زبانی گناہوں کی کثرت اس لیے ہوتی ہے کہ مسلمان کسی ایسی بات پر بحث کرتا ہے جس سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اس میں فضول باتوں سے پرہیز کرنا بھی شامل ہے، کیونکہ یہ اکثر گناہ کی بات کا باعث بنتا ہے اور کسی کے قیمتی وقت کا ضیاع ہے، جو قیامت کے دن ان کے لیے باعث ندامت ہوگا۔ سچائی کے اس درجے کو کوئی اچھا کہہ کر یا خاموش رہنے سے اختیار کر سکتا ہے۔

آخری مرحلہ اعمال میں سچائی ہے۔ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق تقدیر پر صبر کرنے سے حاصل ہوتا ہے، بغیر خوشامد اٹھانے یا غلط بیانی کے۔ اسلام کی تعلیمات جو کسی کی خواہشات کے مطابق ہوں۔ انہیں تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ درجہ بندی اور ترجیحی ترتیب کی پابندی کرنی چاہیے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ ہر اس نعمت کو استعمال کرے گا جو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔

سچائی کے ان درجات کے برعکس یعنی جھوٹ بولنے کے نتائج، زیر بحث مرکزی حدیث کے مطابق یہ ہیں کہ یہ معصیت کی طرف لے جاتا ہے جس کے نتیجے میں جہنم کی آگ لگ جاتی ہے۔ جب کوئی اس رویہ پر قائم رہے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا جھوٹا لکھا جائے گا۔ تین درجات کے مطابق جن کا پہلے ذکر کیا گیا ہے، نیت میں جھوٹ بولنے میں اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہونا اور لوگوں کی خاطر نیک اعمال کرنا شامل ہے۔ تقریر میں جھوٹ بولنے میں ہر قسم کی گناہ والی بات شامل ہے۔ اعمال میں جھوٹ بولنا گناہوں پر قائم رہنا بھی شامل ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کو پامال کرنا شامل ہے۔ جو جھوٹ کے ان تمام درجات پر محیط ہے وہ بڑا جھوٹا ہے اور یہ فیصلہ کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ قیامت کے دن اس شخص کے ساتھ کیا ہو گا جسے اللہ تعالیٰ نے بڑا جھوٹا لکھا ہے۔

واقعی امیر

صحیح بخاری نمبر 6444 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ دنیا کے امیر لوگ آخرت میں غریب ہی رہیں گے جب تک کہ وہ اپنی نعمتوں کو صحیح طریقے سے خرچ نہ کریں لیکن یہ لوگ تعداد میں تھوڑے ہیں۔

اس کا مطلب ہے کہ دولت مندوں کی اکثریت اپنی دولت کو غلط طریقے سے خرچ کرتی ہے۔ یعنی ان چیزوں پر جو یا تو بیہودہ ہیں اور اس وجہ سے ان کا نہ آخرت میں کوئی فائدہ ہے اور نہ دنیا میں کوئی حقیقی فائدہ۔ یا وہ گناہ کی چیزوں پر خرچ کرتے ہیں جو ان کے لیے دونوں جہانوں میں بوجھ بن جائیں گے۔ یا وہ حلال چیزوں پر اس طرح خرچ کرتے ہیں جو اسلام کو ناپسند ہے جیسے فضول خرچی یا اسراف۔ ان وجوہات کی بناء پر امیر قیامت کے دن غریب ہو جائیں گے، کیونکہ انہوں نے اپنی نعمتوں مثلاً اپنی دولت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال نہیں کیا۔ یہ غربت ایک مشکل احتساب، تناؤ، ندامت اور یہاں تک کہ سزا کا باعث بنے گی۔

اس کے علاوہ جو لوگ اپنا مال جمع کرتے ہیں وہ پائیں گے کہ ان کا مال انہیں ان کی قبر پر چھوڑ دیتا ہے اور وہ آخرت کو خالی ہاتھ مفلس کی طرح پہنچیں گے۔ جامع ترمذی نمبر 2379 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ میت دوسروں کے لیے مال چھوڑ دے گا جب کہ وہ اس کے کمانے اور ذخیرہ کرنے کے لیے جوابدہ ہوں گے۔

آخر کار، جس طرح دولت مند اپنی دولت کمانے، ذخیرہ اندوزی، حفاظت اور بڑھوتری میں مشغول ہوتے ہیں، اسی طرح یہ انہیں اعمال صالحہ کرنے سے بھی غافل کر دیتا ہے، یہی وہ چیز ہے جو قیامت کے دن کسی کو امیر بنا دے گی۔ درحقیقت، اس سے محروم ہونے سے وہ غریب ہو جائیں گے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ دولت کو صحیح طریقے سے خرچ کرنا نہ صرف صدقہ کرنا ہے بلکہ اس میں فضول خرچی یا اسراف کے بغیر ان کی ضروریات اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات پر خرچ کرنا بھی شامل ہے۔

حقیقی امیر وہ ہے جو اپنی نعمتوں مثلاً اپنی دولت کو صحیح طریقے سے استعمال کرے جیسا کہ اسلام نے بتایا ہے۔ یہ شخص دنیا اور آخرت میں امیر ہوگا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

درحقیقت یہ شخص ان کی برکتیں اپنے ساتھ آخرت تک لے جاتا ہے۔ یہ رویہ انہیں فارغ وقت بھی فراہم کرتا ہے جو انہیں اعمال صالحہ کرنے کی اجازت دیتا ہے جس کے نتیجے میں آخرت میں ان کی دولت میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

آخر میں، جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں، اس نے اس کا شکر ادا کیا ہے۔ یہ ان کے لیے دونوں جہانوں میں برکتوں میں اضافے کا باعث بنے گا۔ یہ امیری کی صحیح تعریف ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔"

شائدار کردار

جامع ترمذی نمبر 2003 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ قیامت کے ترازو میں سب سے بھاری چیز حسن اخلاق ہوگی۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن سلوک، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنا شامل ہے۔ یہ ان نعمتوں کو استعمال کرنے کا سبب بنے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہوں۔ اس کا خلاصہ اسلامی علم کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔

اصل حدیث میں لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کو بھی شامل ہے۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان اللہ تعالیٰ کے حوالے سے واجبات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن دوسروں کے ساتھ بدسلوکی کر کے دوسرے پہلو کو نظر انداز کرتے ہیں۔ وہ اس کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ یعنی جس طرح انسان چاہتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ حسن سلوک کریں، اسی طرح اسے دوسروں سے بھی حسن سلوک کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ، کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن اور مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی زبانی اور جسمانی اذیت کو دوسروں اور ان کے مالوں سے دور نہ رکھے، خواہ اس کا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

صحیح بخاری نمبر 3318 کی ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ تنبیہ فرمائی کہ ایک عورت جہنم میں جائے گی کیونکہ اس نے بلی کے ساتھ بدسلوکی کی جس سے اس کی موت واقع ہوئی۔ اور سنن ابوداؤد نمبر 2550 میں ایک اور حدیث ملتی ہے کہ ایک آدمی کو پیاسے کتے کو کھانا کھلانے کی وجہ سے معاف کر دیا گیا۔ اگر یہ اچھا کردار دکھانے کا نتیجہ ہے اور جانوروں کو برے کردار دکھانے کا نتیجہ ہے تو کیا اللہ تعالیٰ اور لوگوں

کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟ درحقیقت زیر بحث مرکزی حدیث اس نصیحت کے ساتھ ختم ہوتی ہے کہ اچھے کردار کے حامل کو اس مسلمان کی طرح اجر ملے گا جو اللہ تعالیٰ کی مسلسل عبادت کرتا ہے اور باقاعدگی سے روزے رکھتا ہے۔

آخر میں مرکزی حدیث کے مطابق اگر قیامت کے ترازو میں کسی شخص کے حق میں اچھا کردار سب سے بھاری ہو گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے ترازو میں انسان کے حق میں سب سے بھاری چیز بد کردار ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ برے اخلاق، خلوص نیت سے اس کی اطاعت میں ناکامی، اور مخلوق کے ساتھ، ان کے ساتھ ایسا سلوک کرنے میں ناکامی جیسے کہ کوئی دوسرے کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہتا ہے۔

قوم کے لیے خوف

سنن ابن ماجہ نمبر 3997 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی کہ وہ مسلمان قوم کے لیے غربت سے نہیں ڈرتے۔ اس کے بجائے، وہ ڈرتا تھا کہ دنیاوی نعمتیں ان کے لیے آسان اور بہت زیادہ ہو جائیں گی۔ اس سے وہ اس کا مقابلہ کریں گے اور اس کے نتیجے میں یہ ان کی تباہی کا باعث بنے گا، جیسا کہ اسی مقابلے نے پچھلی امتوں کو تباہ کیا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اس کا اطلاق صرف دولت پر نہیں ہوتا۔ لیکن یہ تنبیہ لوگوں کی دنیاوی خواہشات کے ان تمام پہلوؤں پر لاگو ہوتی ہے جن میں شہرت، دولت، اختیار اور کسی کی زندگی کے سماجی پہلوؤں جیسے خاندان، دوست اور کیریئر کی خواہش شامل ہو سکتی ہے۔ جب بھی کوئی ان چیزوں کو اپنی ضروریات سے بالاتر کر کے اپنی خواہشات کو پورا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، چاہے وہ حلال ہی کیوں نہ ہوں، تو یہ اس کو عملی طور پر آخرت کی تیاری سے غافل کر دے گا، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ ان کو برے کردار کی طرف لے جائے گا، جیسے فضول خرچی اور اسراف، اور ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے انہیں گناہوں کی طرف بھی لے جا سکتا ہے۔ ان کو حاصل کرنے میں ناکامی بے صبری اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور نافرمانی کے دیگر اعمال کا باعث بن سکتی ہے۔ دوسروں کے ساتھ دنیاوی نعمتوں کے حصول کے لیے مقابلہ کرنا ان میں دیگر منفی خصوصیات کو اپنانے کی طرف لے جائے گا، جیسے کہ حسد، کینہ اور دشمنی، جو کہ تفرقہ، کدورت اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں ناکامی کا باعث بنتی ہے۔ یہ مقابلہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں تباہی کا باعث بنتا ہے، خواہ اس دنیا میں کسی شخص پر یہ بات واضح نہ ہو۔

ظاہر ہے کہ ان دنیاوی خواہشات نے بہت سے مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے کیونکہ وہ آدھی رات کو خوشی سے اٹھتے ہیں تاکہ دنیاوی نعمتیں حاصل کریں، مثلاً مال، یا چھٹی پر جائیں لیکن جب پیشکش کرنے کا مشورہ دیا جائے تو وہ ایسا کرنے میں ناکام رہیں گے۔ نفلی رات کی نماز یا جماعت کے ساتھ مسجد میں صبح کی فرض نماز میں شرکت کریں۔

ان چیزوں کو حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ یہ حلال ہوں اور کسی شخص کی ضروریات اور اس کے محتاجوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ضروری ہوں۔ لیکن جب کوئی شخص اس سے آگے بڑھ جاتا ہے تو وہ اپنی آخرت کے نقصان میں مبتلا ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کی پامالی ہو سکتی ہے۔ انسان جتنا زیادہ اپنی دنیوی خواہشات کی پیروی کرے گا وہ آخرت کی تیاری میں اتنی ہی کم کوشش کرے گا، کیونکہ ایک شخص یا تو ان نعمتوں کو استعمال کر سکتا ہے جو اسے اللہ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں یا پھر اپنی خواہشات کے مطابق۔ یہ اس تباہی کا باعث بنے گا جس کی بحث مرکزی حدیث میں کی گئی ہے۔ ایسی تباہی جو دنیا میں تناؤ اور پریشانی سے شروع ہوتی ہے اور آخرت میں سخت مشکلات کا باعث بنتی ہے۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

نجات

جامع ترمذی نمبر 2501 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بے ہودہ یا بری بات سے خاموش رہے اور صرف اچھی بات کہے اللہ تعالیٰ اسے دونوں جہانوں میں محفوظ رکھے گا۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کیونکہ لوگوں کے جہنم میں داخل ہونے کی بنیادی وجہ ان کی تقریر ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2616 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ درحقیقت قیامت کے دن کسی شخص کو جہنم میں ڈالنے کے لیے صرف ایک ہی برے لفظ کی ضرورت ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2314 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

تقریر تین طرح کی ہو سکتی ہے۔ پہلی بری بات ہے جس سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔ دوسری فضول گفتگو ہے جس سے صرف وقت ضائع ہوتا ہے جس کے نتیجے میں قیامت کے دن بڑی پشیمانی ہوگی۔ مزید برآں، گنہگار تقریر کا پہلا قدم اکثر بیہودہ تقریر ہے۔ لہذا اس قسم کی تقریر سے بچنا زیادہ محفوظ ہے۔ آخری قسم اچھی تقریر ہے جسے ہمیشہ اپنانا چاہیے۔ ان پہلوؤں کی بنیاد پر تقریر کا دو تہائی حصہ زندگی سے نکال دینا چاہیے۔

اس کے علاوہ جو زیادہ بولتا ہے وہ صرف اپنے اعمال اور آخرت پر تھوڑا سا غور کرے گا کیونکہ اس کے لیے خاموشی ضروری ہے۔ یہ کسی کو ان کے اعمال کا اندازہ لگانے سے روکے گا، جو کسی کو مزید نیک اعمال کرنے اور اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس شخص کو پھر بہتر کے لیے تبدیل کرنے سے روکا جائے گا۔

بہت زیادہ بولنا ان چیزوں میں ملوث ہو جائے گا جن سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ہمیشہ اپنے اور دوسروں کے لیے پریشانی کا باعث بنتا ہے، جیسے ٹوٹے ہوئے اور ٹوٹے ہوئے تعلقات۔ اس کے علاوہ جو ان باتوں سے پرہیز کرتا ہے جن سے کوئی سروکار نہیں ہوتا وہ اس کے اسلام کو بہترین نہیں بنائے گا۔ جامع ترمذی نمبر 2317 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ ایمان کو بہترین بنانے کی کوشش میں نجات ہے۔

بہت زیادہ بولنا بھی باقاعدہ بحث اور اختلاف کا باعث بنتا ہے جو کہ صرف بولنے والے اور دوسروں کے لیے تناؤ کا باعث بنتا ہے۔ جبکہ فضول اور بری باتوں سے اجتناب اس سے بچ جائے گا اور اس طرح انسان کو سکون ملے گا۔

آخر میں، جو لوگ بہت زیادہ بولتے ہیں وہ اکثر ایسی چیزوں پر بحث کرتے ہیں جو دل لگی اور مزے کی ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ ایسی ذہنیت اختیار کریں گے جس کے تحت وہ موت اور آخرت جیسے سنگین مسائل پر بحث کرنا یا سننا پسند نہیں کرتے۔ یہ انہیں آخرت کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روک دے گا، جس کی وجہ سے بڑے پشیمانی اور ممکنہ عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ان سب سے بچا جا سکتا ہے اگر کوئی گناہ اور لغو باتوں سے خاموش رہے اور اس کے بجائے صرف اچھی باتیں کہے۔ لہذا اس طرح خاموش رہنے والا دنیا میں مصیبت اور آخرت میں عذاب سے بچ جائے گا۔

درخت کا سایہ

جامع ترمذی نمبر 2377 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ مجھے اس مادی دنیا کی زیادتی کی کوئی فکر نہیں اور اس دنیا میں اس کی مثال ایک سوار کی ہے، ایک درخت کے سائے میں ایک مختصر آرام اور پھر آگے بڑھ کر اسے پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔

درحقیقت ہر شخص ایک مسافر ہے جو اس دنیا میں بہت ہی محدود وقت کے لیے ٹھہرتا ہے اس کے مقابلے میں جہاں سے وہ معنویت، روحوں کی دنیا اور جس طرف جا رہے ہیں، جو کہ ابدی آخرت ہے۔ درحقیقت اس کے مقابلے میں یہ دنیا بس اسٹاپ پر انتظار کرنے کی طرح ہے۔ اس حدیث میں اس دنیا کو سایہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سایہ زیادہ دیر تک نہیں رہتا اور لوگوں کے نوٹس لینے کے بغیر جلدی ختم ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح انسان کے دن اور راتیں گزر جاتی ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسافر سرائے یا ہوٹل کا ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ ٹھوس ڈھانچے ہیں جو مستقل ہونے کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ایک دھندلا سایہ اس مادی دنیا کو بہتر طور پر بیان کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی بوڑھا ہو، وہ ہمیشہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی زندگی ایک لمحے کی طرح چمکتی اور محسوس ہوتی ہے۔ باب 79 نزیات، آیت 46:

”جس دن وہ (قیامت کا دن) دیکھیں گے، ایسا ہو گا کہ گویا وہ (دنیا میں) (ایک دوپہر یا صبح کے ”سوا باقی نہیں رہے تھے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوار کو اشارہ فرمایا نہ کہ پیدل چلنے والا، کیونکہ پیدل چلنے والا درخت کے سائے میں سوار سے زیادہ آرام کرتا ہے۔ یہ مزید بتاتا ہے کہ لوگ اس دنیا میں کتنے محدود وقت گزارتے ہیں۔

سایہ میں آرام کرنا اس بات کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے کہ مادی دنیا کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اپنی ضرورت کے سامان کو حاصل کیا جائے، بالکل اسی طرح جس طرح سوار اپنی ضرورت کا سامان لیتا ہے، یعنی آرام۔ لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممنوعات سے اجتناب کرتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے آخرت کی تیاری کرتے ہوئے اس دنیا سے فوراً رخصت ہونے کی تیاری کرے۔ اس پر ہو اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کریں گے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

جیسا کہ مرکزی حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جس طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے غیر ضروری پہلوؤں کی فکر نہیں کرتے تھے، اسی طرح ایک مسلمان کو بھی یہ رویہ اپنانا چاہیے، کیونکہ جتنا زیادہ انسان اپنی توانائی اور وقت اس کے لیے وقف کرتا ہے۔ دنیا کی غیر ضروری چیزوں کو حاصل کرنے اور ان سے لطف اندوز ہونے کے لیے جتنا کم وقت اور توانائی انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کرنا پڑے گی۔ یہ خلفشار دونوں جہانوں میں تناؤ اور مشکلات کے سوا کچھ نہیں لے گا۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

واضح رہے کہ اس بحث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ یہ حدیث واضح طور پر بتاتی ہے کہ انسان کو آخرت کی تیاری کے لیے مادی دنیا کو استعمال کرنا چاہیے۔ سوار

آرام کرتا ہے اور مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی محنت اور وقت کو غیر ضروری کاموں میں صرف کرنے کے بجائے آخرت میں فائدہ مند چیزیں جمع کریں جو انہیں قیامت کے دن خالی ہاتھ چھوڑے گی۔ باب 89 الفجر، آیات 23-24

اور لایا گیا، وہ دن جہنم ہے، اس دن آدمی یاد رکھے گا، لیکن اس کو یاد کیسے آئے گا؟ وہ کہے "گا، کاش میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔"

اللہ عزوجل کا سایہ

صحیح بخاری نمبر 6806 میں موجود ایک طویل حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے سات گروہوں کا تذکرہ کیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سایہ عطا فرمائے گا۔

یہ سایہ ان کو قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھے گا جس میں سورج کو تخلیق کے دو میل کے اندر اندر لانے کی وجہ سے ناقابل برداشت گرمی بھی شامل ہے۔ جامع ترمذی نمبر میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ 2421

پہلا شخص جس کو سایہ دیا جائے گا وہ عادل حکمران ہے۔ اس میں درحقیقت ہر وہ مسلمان شامل ہے جو اپنے زیر کفالت افراد مثلاً اپنے بچوں پر حاکم اور چرواہے کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے خاص طور پر ان کے زیر نگرانی تمام فرائض کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس میں وہ مسلمان شامل ہیں جن کا کوئی کفیل نہیں ہے کیونکہ ہر شخص اپنے جسم اور دنیاوی نعمتوں پر حاکم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے جیسے کہ دولت۔ پس جب کوئی شخص اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر عضو اور اعضاء کو استعمال کرتے ہوئے اپنے جسم پر حکمرانی کرتا ہے اور اپنی ہر نعمت کو اس طرح استعمال کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہو تو وہ بھی عادل حکمران شمار ہوتے ہیں۔ انصاف کرنے والا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے، چاہے اس سے لوگوں اور ان کے اندرونی شیطان کی ناراضگی ہی کیوں نہ ہو۔ درحقیقت عادل مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حقوق، اپنے حقوق اور اپنے حقوق کی ادائیگی میں جدوجہد کرے۔ لوگوں کے حقوق

اگلا شخص جسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سایہ عطا فرمائے گا وہ ایک نوجوان ہے جس کی پرورش اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوئی۔ یہ ایک عظیم عمل ہے کیونکہ جوانی میں دنیاوی چیزوں

کی خواہش اور ان کے حصول کے لیے ذہنی اور جسمانی قوت کا ہونا سب سے بڑا کام ہے۔ مثال کے طور پر، بزرگوں کا مسجد میں باقاعدگی سے جانا عام ہے لیکن کسی نوجوان کا مشاہدہ کرنا بہت کم ہے۔ پس اگر وہ اپنی خواہشات کو ایک طرف رکھ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کو پہلے پورا کرنے کی کوشش کریں تو ان کا اجر عظیم ہوگا۔

غور طلب بات یہ ہے کہ یہ حدیث کسی ایسے نوجوان کی طرف اشارہ نہیں کرتی جو مسلسل اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہو۔ اس سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے فرائض کو پورا کرتا ہے، جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق فرض نمازیں اور لوگوں کے لیے ان کے فرائض۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا اسے دوسرے حلال کاموں کے لیے کافی وقت ملے گا۔ لیکن یہ رویہ کسی نوجوان میں شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتا ہے کیونکہ زیادہ تر مسلمان اپنے فرائض کی ادائیگی کی اہمیت کو صرف اس وقت سمجھتے ہیں جب وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ اس لیے والدین اور بزرگوں کے لیے یہ انتہائی ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو چھوٹی عمر سے ہی اپنے فرائض کی ادائیگی کی ترغیب دیں۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 495 میں موجود ایک حدیث میں والدین کو بھی نصیحت کی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو فرض نمازیں پڑھنے کی ترغیب دیں قبل اس کے کہ وہ اس عمر کو پہنچ جائیں جب وہ ان پر فرض ہو جائیں۔ یہ تیاری اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ جب وہ ان پر پابند ہوں گے تو وہ اپنے فرائض کو پورا کریں گے۔ بدقسمتی سے، یہ بچوں کی پرورش کا ایک پہلو ہے جسے مسلمان اکثر نظر انداز کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے بچوں کو دنیاوی معاملات میں کامیاب ہونے کی ترغیب دیتے ہیں اور ان کی مذہبی تعلیم میں تاخیر کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے لیے اپنی راہیں متعین کر لیتے ہیں۔

قیامت کے دن اگلا سایہ وہ مسلمان ہوگا جس کا دل مساجد سے لگا ہوا ہے۔ اس میں وہ مسلمان بھی شامل ہے جو اپنی فرض نمازیں جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 1481 میں موجود حدیث کو سمجھ کر اس عمل کو انجام نہ دینے کی سنگینی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس میں متنبہ کیا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مردوں کے گھروں کو حکم دینا چاہا جو ان کی نماز ادا کرنے میں ناکام رہے۔ مسجد میں باجماعت نمازیں بغیر کسی عذر کے جلا دی جائیں۔

اس دن اور دور میں ایک محنت کش مسلمان کے لیے اپنی تمام فرض نمازیں جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرنا مشکل ہے۔ لیکن پھر بھی چند کو چھوڑ کر ہر مسلمان ہر روز مسجد میں جماعت کے ساتھ کم از کم چند فرض نمازیں ادا کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر جو لوگ رات کی شفٹوں میں کام کرتے ہیں وہ فرض نمازیں پڑھ سکتے ہیں جو دن میں ہوتی ہیں۔ اور جو لوگ دن کی شفٹوں میں کام کرتے ہیں وہ فرض نمازیں پڑھ سکتے ہیں جو رات کو مسجد میں جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔

اس حدیث میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اسلامی علم سکھانے یا سیکھنے کے لیے باقاعدگی سے مساجد میں آتے ہیں کیونکہ یہ عمل ان کے دلوں کو مسجد کی طرف لوٹنے کا باعث بنتا ہے۔

قیامت کے دن اگلا سایہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں سے محبت کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں سے بات چیت کرتے ہیں، نصیحت کرتے ہیں اور مدد کرتے ہیں۔ وہ اپنی محبت کو صرف اپنے الفاظ سے نہیں بلکہ عمل سے ثابت کرتے ہیں۔ وہ لوگوں سے جو کچھ کرتے ہیں اس کے بدلے میں نہ کبھی کسی چیز کا مطالبہ کرتے ہیں اور نہ ہی توقع رکھتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھتے ہیں۔ یہ اخلاص اسلام کی بنیاد ہے کیونکہ ہر مسلمان کا فیصلہ اس کی نیت کے مطابق کیا جائے گا، نہ صرف اس کے اعمال کے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لوگوں کی بھلائی کے لیے عمل کرنے والوں کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ وہ ان لوگوں سے اپنا اجر حاصل کریں جن کے لیے انہوں نے عمل کیا جو ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

اخلاص کے ساتھ عمل کرنے سے نہ صرف دونوں جہانوں میں بے شمار اجر حاصل ہوتے ہیں بلکہ یہ ایک جگہ کو یقینی بناتا ہے جہاں وہ لوگوں کے بجائے اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں۔ جب ایک شخص لوگوں میں امید رکھتا ہے تو وہ بالآخر جلد یا بدیر ان سے مایوس ہو جائیں گے جو دشمنی، ٹوٹے ہوئے رشتے، تلخی اور دیگر گناہوں اور منفی خصوصیات کا باعث بنتے ہیں۔

سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا ایمان کی تکمیل کی ایک شاخ ہے۔ اس لیے کہ محبت کو قابو میں رکھنا بہت مشکل کام ہے۔ جو بھی اس کو حاصل کر لے گا وہ اسلام کے دوسرے فرائض کو سیدھا آگے پائے گا۔

قیامت کے دن اگلا سایہ وہ شخص ہوگا جسے زنا کی دعوت دی گئی لیکن اللہ تعالیٰ کے خوف سے اسے رد کر دیا۔ اپنی خواہش پر قابو پانا خاص طور پر جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس کی خبر نہ ہو تو بہت بڑا کام ہے۔ مسلمانوں کو ایسے حالات سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے جہاں انہیں گناہوں کی طرف دعوت دی جا سکتی ہے، سب سے پہلے ایسی جگہوں سے گریز کرنا چاہیے جہاں گناہ زیادہ ہوتے ہیں، جیسے کہ نائٹ کلب۔ یہ انتہائی اہم ہے کیونکہ کسی شخص کے ماحول کا اکثر ان کے رویے اور رویے پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ جس طرح ایک طالب علم کا ایک مصروف اور بلند آواز والے گھر کے مقابلے میں خاموش لائبریری میں پڑھنے کا زیادہ امکان ہوتا ہے، ایک مسلمان کے گناہوں کی طرف اس وقت کم توجہ ہوتی ہے جب وہ ایسی جگہوں سے اجتناب کرتا ہے جہاں گناہ باقاعدگی سے اور کھلے عام ہوتے ہیں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے بچیں جو کھلے عام گناہ کرتے ہیں اور دوسروں کو ان کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ انسان اپنے ساتھیوں کی صفات کو اپنائے گا خواہ وہ اچھا ہو یا برا۔ سنن ابو داؤد نمبر 4833 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو نہ صرف یہ یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اچھے لوگوں کا ساتھ دیں بلکہ اپنے زیر کفالت افراد جیسے کہ ان کے بچوں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دیں۔ اگر مسلمان صحیح معنوں میں اس پر توجہ دیں تو اس سے گروہوں اور جرائم میں ملوث نوجوانوں کی تعداد میں ڈرامائی طور پر کمی آئے گی۔ باب 43 از زخرف، آیت 67:

”اس دن قریبی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے نیک لوگوں کے۔“

اگلا شخص جسے قیامت کے دن سایہ ملے گا وہ شخص ہے جو خفیہ صدقہ کرتا ہے۔ اگرچہ عوامی طور پر صدقہ کرنا دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی دعوت اور ترغیب دے سکتا ہے، جس سے ثواب بڑھتا ہے اس بات پر کہ کتنے لوگ ان کے اس طرز عمل پر عمل کرتے ہیں جس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 2351 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے، پھر بھی چھپ کر صدقہ کرنا خطرناک سے بچتا ہے۔ دکھاوے کا گناہ، جو کسی کے عمل کو برباد کر دیتا ہے۔ جب کوئی

مسلمان چھپ کر عطیہ کرتا ہے تو یہ صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے ان کے اخلاص کی نشاندہی کرتا ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اس حدیث میں اس بات کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی کہ کتنا صدقہ کرنا چاہیے۔ پس اگر ایک مسلمان اس نصیحت پر عمل کرنے میں ناکام ہو جائے تو اس کے لیے کوئی عذر نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی عمل کے معیار کو دیکھتا ہے، کسی شخص کے اخلاص کو، نہ کہ مقدار کو۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

اس کے علاوہ اسلام میں صدقہ صرف مال دینے تک ہی محدود نہیں ہے۔ درحقیقت اس میں تمام نیک اعمال شامل ہیں، جیسے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔ صحیح مسلم نمبر 1671 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ جب تک ان اعمال صالحہ میں سے کوئی ایک عمل پوشیدہ طور پر کیا جائے جب تک کہ وہ شخص دوسروں کے سامنے اس کا ذکر نہ کرے امید ہے کہ وہ اس حدیث کو پورا کریں گے اور قیامت کے دن سایہ حاصل کریں گے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں آخری شخص جس کو قیامت کے دن سایہ ملے گا وہ ہے جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور روتا ہے۔ اولاً یہ کہ یہ ردعمل خلوت میں ہوتا ہے مسلمانوں کے اخلاص پر دلالت کرتا ہے، ان کا رد عمل خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ یہ ردعمل بہت سے عوامل کی وجہ سے ہو سکتا ہے جس میں کسی کو ان بے شمار نعمتوں کا ادراک بھی شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں حالانکہ وہ ان کا غلط استعمال کر کے ان کے لیے شکرگزاری کی کمی کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو سمجھنا جب وہ مخلوق سے ان کے گناہوں کو چھپاتا ہے۔ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل برکتیں مل رہی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ گناہ کرتے ہیں۔ ایک مسلمان کا ان کے اپنے اعمال کی عکاسی اور تشخیص جو انہیں خلوص دل سے توبہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ کسی کا یہ احساس کہ انہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بخشا اور جنت عطا کی جائے گی، نہ کہ ان کے اعمال صالحہ کی وجہ سے، جس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 6467 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ ردعمل صرف اس وقت ہوتا ہے جب کوئی اس مادی دنیا، آخرت، موت، قیامت اور ان کے اعمال پر صحیح معنوں میں غور کرتا ہے۔ جو اس سے غافل رہے گا وہ کبھی یہ نتیجہ حاصل نہیں کر سکے گا۔

سچا مسلمان اور مومن

سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچے مسلمان اور سچے مومن کی نشانیاں بتائی ہیں۔ سچا مسلمان وہ ہے جو دوسروں کی زبانی اور جسمانی اذیت کو دور رکھے۔ اس میں درحقیقت تمام لوگ شامل ہیں خواہ ان کا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ اس میں ہر قسم کی تقریر اور افعال شامل ہیں جو کسی دوسرے کو نقصان یا تکلیف پہنچا سکتے ہیں۔ اس میں دوسروں کو بہترین مشورہ دینے میں ناکامی بھی شامل ہو سکتی ہے، کیونکہ یہ دوسروں کے ساتھ خلوص سے متصادم ہے۔ سنن نسائی نمبر 4204 میں موجود حدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ اس میں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تلقین کرنا اور گناہوں کی طرف دعوت دینا شامل ہے۔ ایک مسلمان کو اس رویے سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ ہر اس شخص کے لیے جوابدہ ہوں گے جو ان کی بری نصیحت پر عمل کرے گا۔ صحیح مسلم نمبر 2351 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس میں دوسرے لوگوں کے کاروبار میں شامل نہ ہونا بھی شامل ہے، کیونکہ یہ اکثر دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ایک مسلمان کو دوسروں کے ساتھ ان کی موجودگی اور غیر موجودگی میں مثبت انداز میں بات کرنی چاہیے، جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگ ان کے بارے میں مثبت بات کریں۔

جسمانی نقصان میں دوسرے لوگوں کی روزی روٹی کے لیے مسائل پیدا کرنا، دھوکہ دہی کا ارتکاب کرنا، دوسروں کو دھوکہ دینا اور جسمانی زیادتی شامل ہے۔ یہ تمام خصوصیات اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں اور ان سے بچنا چاہیے۔

زیر بحث اصل حدیث کے مطابق سچا مومن وہ ہے جو دوسروں کی جان و مال سے ان کے نقصان کو دور رکھے۔ ایک بار پھر، یہ تمام لوگوں پر لاگو ہوتا ہے قطع نظر ان کے عقیدے کے۔ اس میں چوری کرنا، غلط استعمال کرنا یا دوسروں کی املاک اور سامان کو نقصان پہنچانا شامل ہے۔ جب بھی کسی کو کسی دوسرے کی جائیداد سونپی جاتی ہے، تو اسے اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اسے صرف مالک کی اجازت سے اور اس طریقے سے استعمال کریں جو مالک کو خوش اور راضی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنن نسائی نمبر 5421 میں موجود حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ جو شخص جھوٹی قسم کے ذریعے کسی دوسرے کا مال ناجائز طور پر لے، چاہے وہ ایک ٹہنی کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ درخت، جہنم میں جائے گا۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے عقیدے کے زبانی اعلان کو عمل سے سہارا دے، کیونکہ یہ کسی کے عقیدے کا جسمانی ثبوت ہیں جو دونوں جہانوں میں کامیابی کے لیے ضروری ہے۔ اس کے علاوہ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے بارے میں سچے عقیدے کی خصوصیات کو پورا کرنا چاہیے۔ لوگوں کے ساتھ اس کو حاصل کرنے کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ وہ سلوک کیا جائے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے ساتھ سلوک کریں، جو کہ احترام اور امن کے ساتھ ہے۔

برا کردار

صحیح بخاری نمبر 2749 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافق کی تین نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ اگر چہ ایک مسلمان ان خصلتوں پر عمل کرنے سے اپنا ایمان نہیں کھوئے گا لیکن ان سے بچنا ضروری ہے کیونکہ ایک مسلمان جو منافق کی طرح کام کرتا ہے قیامت کے دن ان کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

پہلی خصوصیت یہ ہے کہ جب وہ بولتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں۔ یعنی اکثر جھوٹ بولتے ہیں۔ جھوٹ ناقابل قبول ہے چاہے یہ چھوٹا جھوٹ ہو، جسے اکثر سفید جھوٹ کہا جاتا ہے، یا جب کوئی مذاق کے طور پر جھوٹ بولتا ہے۔ جھوٹ کی یہ تمام قسمیں حرام ہیں۔ درحقیقت وہ جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے، اس کا مقصد کسی کو دھوکہ دینا نہ ہو، جامع ترمذی نمبر 2315 میں موجود ایک حدیث میں اس پر تین مرتبہ لعنت آئی ہے۔

ایک اور مشہور جھوٹ جو لوگ اکثر یہ مانتے ہوئے بولتے ہیں کہ یہ کوئی گناہ نہیں ہے جب وہ بچوں سے جھوٹ بولتے ہیں۔ بلاشبہ یہ حدیث کے مطابق گناہ ہے جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 4991 میں ہے۔ بچوں سے جھوٹ بولنا صریح حماقت ہے کیونکہ وہ اس گناہ کی عادت صرف 4991 بڑے سے ہی اپنائیں گے جو ان سے جھوٹ بولے گا۔ اس طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچوں کا جھوٹ بولنا قابل قبول ہے جب کہ یہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق قابل قبول نہیں ہے۔ صرف انتہائی نایاب اور انتہائی صورتوں میں جھوٹ بولنا قابل قبول ہے، مثال کے طور پر، کسی بے گناہ کی جان کی حفاظت کے لیے جھوٹ بولنا۔

جھوٹ سے بچنا بہت ضروری ہے جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 1971 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ دوسرے گناہوں کا باعث بنتا ہے جیسے کہ لوگوں کی غیبت اور مذاق اڑانا۔ یہ طرز عمل جہنم کے دروازوں کی طرف لے جاتا ہے۔ جب کوئی شخص مسلسل جھوٹ بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ

اسے بہت بڑا جھوٹا لکھتا ہے۔ یہ پیشین گوئی کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ قیامت کے دن اس شخص کے ساتھ کیا ہو گا جسے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا جھوٹا لکھا ہے۔

تمام مسلمان فرشتوں کی صحبت چاہتے ہیں۔ پھر بھی، جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو وہ اپنی صحبت سے محروم ہو جاتا ہے۔ درحقیقت جھوٹے کے منہ سے نکلنے والی بدبو فرشتوں کو ان سے ایک میل دور کر دیتی ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1972 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

جو جھوٹ بولنے پر اڑے رہتا ہے اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ان کی نیت کا مفہوم متاثر ہوتا ہے، وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے علاوہ دوسرے کام کرنے لگتے ہیں۔ اس سے دونوں جہانوں میں ثواب کا نقصان ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ، یہ ان کے اعمال کو بھی بگاڑ دے گا، کیونکہ جسمانی گناہ اس وقت آسان ہو جاتے ہیں جب کسی کی زبان جھوٹ بولنے کی عادی ہو جائے۔

اصل حدیث میں نفاق کی اگلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی امانتوں میں خیانت کرتے ہیں۔ اس میں وہ تمام امانتیں شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کی طرف سے ہیں۔ ہر نعمت اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کی ہے۔ ان امانتوں کو پورا کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہو۔ اس پر قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بحث اور وضاحت کی گئی ہے۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ مزید برکات حاصل کریں گے، کیونکہ یہ سچا شکر ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔"

لوگوں کے درمیان اعتماد کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ جسے کسی دوسرے کے سپرد کیا گیا ہو اسے چاہیے کہ اس کا غلط استعمال نہ کرے اور مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کرے۔ لوگوں کے درمیان سب سے بڑا اعتماد بات چیت کو خفیہ رکھنا ہے، جب تک کہ دوسروں کو مطلع کرنے میں کوئی واضح فائدہ نہ ہو۔ بدقسمتی سے، مسلمانوں کے درمیان اکثر اس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ کسی کو اپنے اور لوگوں کے درمیان امانتوں کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرنا چاہئے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کے درمیان موجود امانتوں کے ساتھ سلوک کریں۔

اس کے علاوہ، ان ٹرسٹوں میں وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جو کسی کی دیکھ بھال کے تحت ہوتے ہیں، جیسے کہ انحصار کرنے والے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان لوگوں کے حقوق ادا کرتے ہوئے ان امانتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ مثال کے طور پر، والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے، سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب دیں۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں نفاق کی آخری نشانی وعدہ خلافی ہے۔ ایک مسلمان نے سب سے بڑا وعدہ اللہ تعالیٰ سے کیا ہے، جس پر اتفاق اس وقت ہوا جب کسی نے اسے اپنا رب اور معبود تسلیم کیا۔ اس میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا شامل ہے۔

لوگوں کے ساتھ کیے گئے دیگر تمام وعدوں کو بھی پورا کیا جانا چاہیے، جب تک کہ کسی کے پاس کوئی معقول عذر نہ ہو، خاص طور پر جو والدین بچوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ وعدوں کی خلاف ورزی بچوں کو صرف برے کردار کی تعلیم دیتی ہے اور انہیں یہ ماننے کی ترغیب دیتی ہے کہ دھوکے باز ہونا ایک قابل قبول خصوصیت ہے۔ صحیح بخاری نمبر 2227 میں موجود حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ جو اس کے نام پر وعدہ کرے اور پھر بغیر کسی عذر کے اسے توڑ دے وہ اس کے خلاف ہو گا۔ جس کے خلاف اللہ تعالیٰ ہے وہ قیامت کے دن کیسے کامیاب ہو سکتا ہے؟ جہاں ممکن ہو دوسروں کے ساتھ وعدے نہ کرنا ہمیشہ محفوظ ہے۔ لیکن جب کوئی حلال وعدہ کیا جائے تو اسے پورا کرنے کے لیے سخت کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ

جامع ترمذی نمبر 2344 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ اگر لوگ واقعی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں تو وہ ان کو اسی طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے۔ وہ اپنے گھونسلے صبح بھوکے چھوڑتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر واقعی بھروسہ وہ چیز ہے جو دل میں محسوس ہوتی ہے لیکن اعضاء سے ثابت ہوتی ہے، یعنی جب کوئی اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتا ہے، اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے اور تقدیر کا مقابلہ صبر کے ساتھ کرتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات۔ باب 65 میں طلاق، آیت 3

اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔“

توکل کا وہ پہلو جو داخلی ہے اس میں پختہ یقین رکھنا شامل ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے اور دنیاوی اور دینی معاملات میں نقصان دہ چیزوں سے بچا سکتا ہے۔ ایک مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ دینے، روکنے، نقصان پہنچانے یا فائدہ پہنچانے کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ ایک مسلمان حقیقی معنوں میں اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ ہر وہ چیز جو ان کی زندگی میں ہوتی ہے، جس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ اکیلے کرتا ہے، اس میں شامل ہر فرد کے لیے بہترین ہے، چاہے یہ ان کے لیے اور دوسروں کے لیے واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر صحیح معنوں میں بھروسہ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اسباب مہیا کیے ہیں، مثلاً دوا استعمال کرنا چھوڑ دے۔ جیسا کہ زیر بحث مرکزی حدیث میں واضح طور پر ذکر ہے کہ پرندے اپنے گھونسلے چھوڑ کر رزق کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت اور اسباب کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق استعمال کرتا ہے تو وہ بلا شبہ اس کی اطاعت اور بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ دراصل اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا ظاہری عنصر ہے۔ یہ بات بہت سی آیات اور احادیث میں واضح ہو چکی ہے۔
باب 4 النساء، آیت 71

“اے ایمان والو احتیاط کرو۔”

درحقیقت ظاہری عمل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باطنی کیفیت ہے۔ ظاہری روایت کو نہیں چھوڑنا چاہیے خواہ وہ باطنی اعتبار کا مالک ہو۔

اعمال اور اللہ کی طرف سے فراہم کردہ ذرائع کا استعمال، اس پر بھروسہ کرنے کا ایک پہلو ہے۔ اس سلسلے میں اعمال کو تین اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے اطاعت کے وہ اعمال ہیں جن کا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کر سکیں۔ یہ دعویٰ کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو امن اور کامیابی عطا کرے گا، ان اعمال کو ترک کرنا محض خواہش مندانہ سوچ ہے اور اسلام میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

دوسری قسم کے اعمال وہ اسباب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں لوگوں کے لیے اس لیے بنائے ہیں کہ وہ اس میں محفوظ رہیں، جیسے کہ بھوک کے وقت کھانا پینا، پیاس لگنے پر پینا اور سرد موسم میں گرم کپڑے پہننا۔ جو شخص ان کو ترک کر کے اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے وہ قابل ملامت ہے۔ البتہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاص قوت عطا کی ہے تاکہ وہ اپنے آپ

کو نقصان پہنچائے بغیر ان ذرائع سے بچ سکیں۔ مثال کے طور پر، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر کسی وقفے کے دنوں کے روزے رکھتے تھے لیکن دوسروں کو بھی ایسا کرنے سے منع کرتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کھانے کی ضرورت کے بغیر براہ راست مہیا کیا تھا۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1922 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوتھے سیدنا خلیفہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے خلاف نہ ہوں۔ ضرورت سے زیادہ سردی یا گرمی محسوس کرنا۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 117 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص ان ذرائع سے منہ موڑ لے لیکن اسے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے فرائض میں کوتاہی کے بغیر صبر کرنے کی طاقت فراہم کی جائے تو یہ ہے۔ قابل قبول ہے ورنہ یہ قابل الزام ہے۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے سلسلے میں تیسری قسم کے اعمال وہ چیزیں ہیں جو ایک رسم کے طور پر مقرر کی گئی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بعض اوقات بعض لوگوں کے لیے توڑ دیتا ہے۔ اس کی مثال وہ لوگ ہیں جو بغیر دوا کے بیماری سے شفا پاتے ہیں۔ یہ خاص طور پر غریب ممالک میں کافی عام ہے جہاں دوائی حاصل کرنا مشکل ہے۔ اس کا تعلق سنن ابن ماجہ نمبر 2144 میں موجود ایک حدیث سے ہے جس میں یہ نصیحت کی گئی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اپنے لیے مختص کیے گئے ہر اونس کو استعمال نہ کر لے جو کہ صحیح مسلم کی ایک اور حدیث نمبر 6748 کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے۔ لہذا جو شخص اس حدیث کو صحیح معنوں میں سمجھتا ہے، وہ سرگرمی سے رزق کی تلاش نہ کرے، یہ جانتے ہوئے کہ جو کچھ ان کے لیے بہت پہلے مختص کیا گیا تھا، وہ اس سے محروم نہیں رہ سکتا۔ پس اس شخص کے لیے رزق حاصل کرنے کے روایتی ذرائع مثلاً نوکری کے ذریعے حاصل کرنا اللہ تعالیٰ نے توڑ دیا ہے۔ یہ ایک اعلیٰ اور نادر درجہ ہے۔ صرف وہی شخص جو اس طرح کا رویہ اختیار کر سکتا ہے بغیر کسی شکایت یا گھبراہٹ کے اور نہ ہی لوگوں سے کسی چیز کی توقع رکھے اگر وہ یہ راستہ اختیار کرتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 1692 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ کسی شخص کے لیے یہ گناہ ہے کہ وہ اپنے کفیلوں کی کفالت میں کوتاہی کرے۔ اگرچہ وہ اس اعلیٰ عہدے پر ہیں۔

اگرچہ یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق جو ذرائع عطا کیے گئے ہیں ان کا استعمال کرنا ان کو ترک کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے کیونکہ کوئی چیز بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے افضل نہیں ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا ” اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

اللہ تعالیٰ پر حقیقی بھروسہ، تقدیر پر راضی ہونے کا باعث بنتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو بھی کسی کے لیے چنتا ہے، وہ بغیر کسی شکایت کے اور چیزوں میں تبدیلی کی خواہش کیے بغیر قبول کرتا ہے، کیونکہ ان کا پختہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اپنے بندوں کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، یہ سب سے بہتر ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر عمل کیا جائے، ان حلال ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے جو اسلام کی تعلیمات کے مطابق عطا کیے گئے ہیں، اس بات پر پختہ یقین رکھتے ہوئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اندرونی طور پر بھروسہ کریں کہ صرف وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا، جو بلاشبہ اس میں شامل ہر فرد کے لیے بہترین انتخاب ہے، چاہے وہ اس کا مشاہدہ کرے اور اس کا احساس کرے یا نہ کرے۔

بخشش حاصل کرنا

جامع ترمذی نمبر 3540 میں موجود ایک الہامی حدیث اللہ تعالیٰ کی بخشش کی اہمیت اور وسعت کی تلقین کرتی ہے۔ حدیث کا پہلا حصہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ جب تک کوئی مسلمان سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اس کی رحمت کی امید رکھتا ہے تو وہ اس کی بخشش کرتا ہے۔

یہ جواب درحقیقت قرآن پاک میں تمام جائز دعاؤں کی ضمانت دی گئی ہے، نہ صرف استغفار کے لیے۔ باب 40 غافر، آیت 60

”اور تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔“

درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کا تذکرہ فرمایا اور اعلان فرمایا کہ دعا عبادت کے معنی ایک نیک عمل ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 1479 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ جامع ترمذی نمبر 3604 میں موجود ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ہر دعا مختلف طریقوں سے قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ حلال ہو۔ اس شخص کو یا تو وہ عطا کر دیا جاتا ہے جو اس نے مانگی تھی یا آخرت میں ان کے لیے اجر محفوظ کر دیا جائے گا یا اس کے برابر گناہ معاف کر دیا جائے گا۔ لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ مثبت جواب حاصل کرنے کے لیے ایک مسلمان کو دعا کی شرائط اور آداب کو پورا کرنا چاہیے۔ استغفار کے سلسلے میں، اس میں گناہوں سے بچنے کے لیے سرگرم عمل کوشش کرنا اور اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرنا شامل ہے، کیونکہ گناہوں پر قائم رہتے ہوئے استغفار کرنا عقل سے متصادم ہے۔

سب سے بڑی دعا جو ایک مسلمان کر سکتا ہے وہ استغفار ہے، کیونکہ یہ نعمتیں حاصل کرنے، دنیا کی مشکلات سے بچنے اور جنت حاصل کرنے اور آخرت میں جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہے۔
باب 71 نوح، آیات 10-12:

اور کہا اپنے رب سے معافی مانگو۔ بے شک وہ ہمیشہ کے لیے معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے بارش برسائے گا۔ اور تمہیں مال اور اولاد میں اضافہ کرے گا اور تمہارے لیے باغات "مہیا کرے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کرے گا۔"

جیسا کہ زیر بحث مرکزی حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لامحدود رحمت کی امید رکھنا، جب دعا مانگنا استغفار کی شرط ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی اپنی رائے کے مطابق عمل کرتا ہے جس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 7405 میں موجود ایک آسمانی حدیث سے ہوئی ہے۔

بخشش کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان صرف اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہے کہ وہ انہیں معاف کر دے گا، یہ جانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی انہیں معاف نہیں کر سکتا اور نہ ہی انہیں عذاب سے بچا سکتا ہے۔

اس کے بعد جو اہم حدیث زیر بحث ہے وہ یہ ہے کہ انسان کتنے ہی گناہوں کا ارتکاب کر لے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش اس سے زیادہ ہے۔ درحقیقت یہ لامحدود ہے، اس لیے انسان کے محدود گناہ کبھی بھی اس پر قابو نہیں پا سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ وہ جس چیز کے لیے دعا کرتے ہیں اس کی بڑائی کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز اتنی بڑی نہیں ہے کہ وہ عطا کرے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6812 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ لیکن یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش لامحدود ہونے کو گناہوں پر قائم رہنے کے عذر کے طور پر استعمال کرنا صرف اس اہم حقیقت کا مذاق اڑانا ہے۔ اور ایسا سلوک کرنے والا اس کی بخشش سے محروم ہو سکتا ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث کا اگلا حصہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے استغفار کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کا تذکرہ بہت سی آیات اور دیگر احادیث میں آیا ہے۔ استغفار کا یہ عمل مخلصانہ توبہ کا حصہ ہے۔ یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ استغفار کرنا زبان کا عمل ہے جبکہ باقی سچی توبہ میں اعمال کے ذریعے گناہ سے منہ موڑنا شامل ہے۔ سچی توبہ میں حقیقی ندامت کا احساس، دوبارہ گناہ نہ کرنے کا پختہ وعدہ کرنا اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حوالے سے جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کی تلافی کرنا بھی شامل ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ ایک ہی گناہ پر اڑے نہ رہنا توبہ کے قبول ہونے کی شرط ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 135

اور وہ لوگ جو جب کوئی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہیں یا اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو " یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو معاف کر سکتا ہے؟ - اور [جو] اپنے کیے پر اڑے نہیں رہتے جبکہ وہ جانتے ہیں

ایک مسلمان کے لیے استغفار میں ثابت قدم رہنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ یہ ہر پریشانی سے نجات، ہر مشکل سے نکلنے کا راستہ اور ایسی جگہوں سے مدد کا باعث بنتا ہے جہاں سے کسی کی توقع نہ ہو۔ سنن ابوداؤد نمبر 1518 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

اگلی بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ بخشش کا سب سے بڑا سبب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی دو قسمیں ہیں: بڑا شرک اور چھوٹا شرک۔ سب سے بڑی قسم وہ ہے جب کوئی اللہ کے علاوہ کسی اور چیز کی عبادت کرتا ہے یا اس کے علاوہ معمولی شکل یہ ہے کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے علاوہ کسی اور کام کرتا ہے، جیسے دکھاوا کرنا۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3989 میں موجود ایک حدیث میں اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے۔ درحقیقت لوگوں کی بھلائی کے لیے کام کرنے والے کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بتائے گا کہ وہ ان لوگوں سے ان کا اجر طلب کرے گا جن کے لیے انہوں نے عمل کیا ہے۔ جو کہ ممکن نہیں ہو گا۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جو اس طریقے پر عمل کرے گا وہ آخر کار اس دنیا میں بے نقاب ہو جائے گا اور وہ دوسروں کے ساتھ کتنا ہی اچھا سلوک کرے، وہ کبھی بھی ان کی حقیقی محبت یا

محبت حاصل نہیں کر سکے گا۔ ان کی بری نیت کی وجہ سے عزت کرتے ہیں۔ صحیح مسلم نمبر 6705 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

جب کسی کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ادراک ہوتا ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کے خوف اور محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ارادہ کرتے ہیں، سوچتے ہیں، عمل کرتے ہیں اور بولتے ہیں۔ یہ طرز عمل گناہوں کے ارتکاب کے امکانات کو کم کرتا ہے اور جو بھی گناہ سرزد ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ نمبر 3797 میں موجود ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تمام برائیوں کو مٹا دیتا ہے۔

یہی طرز عمل تمام مسلمانوں کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس کی بنیاد قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو انہیں اللہ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ کسی کے گناہوں کو کم کرے گا اور جب بھی وہ گناہ کرتا ہے تو اسے ہمیشہ مخلصانہ توبہ کی طرف ترغیب دیتا ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں بخشش، امن اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنا

جامع ترمذی نمبر 1987 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند اہم نصیحتیں فرمائیں۔ سب سے پہلے تقویٰ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے۔

یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجا لاتا ہے، اس کی ممانعتوں سے باز آتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتا ہے۔ یہ صرف قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ نصیحت اسلام کی تمام تعلیمات اور فرائض کا احاطہ کرتی ہے۔ جب کوئی اس طریقے سے کوشش کرتا ہے تو بالآخر وہ ایمان کے اعلیٰ درجے تک پہنچ جاتا ہے جسے فضیلت کہتے ہیں۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی عمل کرتا ہے، جیسے کہ نماز پڑھنا، گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، ان کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ اور مخلوق دونوں کے لیے اپنے فرائض کو پورا کرے۔ مؤخر الذکر میں اسلام کی تعلیمات کے مطابق لوگوں کے حقوق کو پورا کرنا شامل ہے۔ یہ دوسروں کے ساتھ سلوک کرنے سے بہترین طریقے سے پورا ہوتا ہے جیسا کہ کوئی شخص لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتا ہے۔

دوسری نصیحت جو زیر بحث مرکزی حدیث میں دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ گناہ کے بعد نیک عمل کرے تاکہ اس سے گناہ مٹ جائے۔ اس سے مراد صرف چھوٹے گناہ ہیں کیونکہ بڑے گناہوں کے لیے سچی توبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کوئی اپنے عمل صالح میں سچے دل سے توبہ کا اضافہ کرے تو اس سے چھوٹے یا بڑے تمام گناہ مٹ جائیں گے۔ لیکن عمل صالح کا ایک حصہ یہ ہے کہ اس گناہ کو دوبارہ نہ دہرانے کی کوشش کی جائے، کیونکہ نیک عمل کے ساتھ عمل کرنے کی نیت سے گناہ کرنا ایک خطرناک گمراہ کن ذہنیت ہے۔ گناہ نہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور جب وہ سرزد ہو جائیں تو سچے دل سے توبہ کرنی چاہیے۔ سچی توبہ میں پچھتاوا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے، شامل ہے، جب تک کہ اس سے مزید پریشانی نہ ہو، اس کے لیے خلوص نیت سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ دوبارہ اسی یا اس سے ملتے جلتے گناہوں سے اجتناب کرے گا اور اس کی تلافی کرے گا۔ وہ حقوق جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے بارے میں پامال ہوئے ہیں۔

آخر میں، مرکزی حدیث لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کرتی ہے۔ یہ بہت ضروری ہے کیونکہ حسن کردار قیامت کے ترازو میں سب سے بھاری چیز ہو گی۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2003 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اسے سیکھ کر اور اس پر عمل کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اپنانا چاہیے، جو کہ قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ اس کے ذریعے کوئی ان کی منفی خصوصیات کو اچھی خصوصیات سے بدل دے گا۔ جو لوگ دوسروں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوں، وہ قیامت کے دن پائیں گے کہ ان کی نیکیاں ان کے شکار کو دی جائیں گی اور اگر ضرورت پڑی تو ان کے شکار کے گناہ ان کے سپرد کر دیے جائیں گے۔ یہ ان کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

صحابہ کرام

صحیح بخاری نمبر 5534 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اچھے اور برے ساتھی میں فرق بیان فرمایا۔ اچھا ساتھی عطر بیچنے والے کی طرح ہے۔ ان کا ساتھی یا تو کچھ خوشبو حاصل کرے گا یا کم از کم خوشگوار بو سے مثبت طور پر متاثر ہوگا۔ جبکہ برا ساتھی لوہار کی طرح ہوتا ہے، اگر اس کا ساتھی ان کے کپڑے نہیں جلاتا ہے تو وہ یقیناً دھوئیں سے متاثر ہوگا۔

مسلمانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ جن لوگوں کے ساتھ جائیں گے ان کا اثر ان پر پڑے گا چاہے یہ اثر مثبت ہو یا منفی، ظاہر ہو یا لطیف۔ کسی کا ساتھ دینا اور ان سے متاثر نہ ہونا ممکن نہیں۔ سنن ابو داؤد نمبر 4833 میں موجود حدیث اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ ایک شخص اپنے ساتھی کے مذہب پر ہے۔ یعنی انسان اپنے ساتھی کی خصوصیات کو اپناتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ صالحین کا ساتھ دیں کیونکہ وہ بلاشبہ ان پر مثبت اثر ڈالیں گے، وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنے کی ترغیب دیں گے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کو۔ جبکہ برے ساتھی یا تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ترغیب دیں گے یا وہ ایک مسلمان کو عملی طور پر آخرت کی تیاری کے بجائے مادی دنیا پر توجہ مرکوز کرنے کی ترغیب دیں گے۔ یعنی وہ ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکیں گے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ رویہ ان کے لیے دونوں جہانوں میں بڑی ندامت کا باعث بنے گا، چاہے وہ چیزیں حلال ہوں لیکن ان کی ضرورت سے زیادہ ہوں، کیونکہ جو نعمتیں کسی کو دی گئی ہیں ان کو باطل یا گناہ کے طریقوں سے استعمال کرنا اللہ تعالیٰ کو بھول جانے کی جڑ ہے۔ باب 20 طہ، آیت 124:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

آخر میں، جیسا کہ ایک شخص آخرت میں ان لوگوں کے ساتھ ختم ہو جائے گا جن سے وہ محبت کرتا ہے، صحیح بخاری نمبر 3688 میں موجود حدیث کے مطابق، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ عملاً صالحین سے اپنی محبت کا اظہار دنیا میں ان کا ساتھ دے کر اور ان کے طرز زندگی اور طرز عمل کو اختیار کرے۔ لیکن اگر وہ برے یا غافل لوگوں کا ساتھ دیتے ہیں تو یہ ان کے لیے ان کی محبت اور آخرت میں ان کی آخری صحبت کو ثابت اور ظاہر کرتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4031 67 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ باب 43 از زخرف، آیت 67 4031

”اس دن قریبی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے نیک لوگوں کے۔“

اندھیرے سے بچیں۔

صحیح بخاری نمبر 2447 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں میں بدل جائے گا۔

اس سے بچنا بہت ضروری ہے کیونکہ جو لوگ اپنے آپ کو اندھیرے میں ڈوبے ہوئے پاتے ہیں ان کے جنت کا راستہ تلاش کرنے کا امکان نہیں ہے۔ صرف وہی لوگ کامیاب ہوں گے جنہیں رہنمائی کی روشنی فراہم کی جائے گی۔ اس لیے جبر کا ارتکاب اس روشنی کو حاصل کرنے سے روک دے گا۔

جبر کئی شکلیں لے سکتا ہے۔ پہلی قسم وہ ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرنے میں ناکام رہتا ہے اور اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے۔ اگرچہ اس کا اللہ تعالیٰ کی لامحدود حیثیت پر کوئی اثر نہیں ہوتا لیکن اس سے انسان دونوں جہانوں میں تاریکی میں ڈوب جائے گا۔ سنن ابن ماجہ نمبر 4244 میں موجود ایک حدیث کے مطابق انسان جب بھی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے روحانی قلب پر ایک سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے۔ وہ جتنا زیادہ گناہ کریں گے، اتنا ہی ان کے دل پر اندھیرا چھا جائے گا۔ یہ انہیں اس دنیا میں حقیقی رہنمائی کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے سے روک دے گا۔ اس کے نتیجے میں، اگلی دنیا میں اندھیروں کا باعث بنے گا۔ باب 83 14: المطفین، آیت 14

"نہیں! بلکہ داغ ان کے دلوں پر چھا گیا ہے جو وہ کما رہے تھے۔"

ظلم کی اگلی قسم وہ ہے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی امانت کو پورا کرنے میں ناکام ہو کر اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے، ان کے پاس جو دنیاوی نعمتیں ہیں، جیسے کہ اس کے جسم اور مال۔ یہ امانت اس وقت پوری ہوتی ہے جب کوئی شخص اپنی عطا کی گئی ہر نعمت کو

اس طرح استعمال کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا ہے، جو تمام نعمتوں کا خالق اور مالک ہے۔

ان نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ایمان ہے۔ اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے اس کی حفاظت اور مضبوطی ہونی چاہیے۔ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جس کی مسلسل دیکھ بھال اور پرورش اسلامی علم کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ اس پودے کی موت کسی کے ایمان کی روشنی کو بجھا دے گی جس کے نتیجے میں وہ دونوں جہانوں میں اندھیروں میں ڈوب جائیں گے۔

ظلم کی آخری قسم وہ ہے جب کوئی دوسرے کے ساتھ بدسلوکی کرے۔ اللہ تعالیٰ ان گناہوں کو اس وقت تک معاف نہیں کرے گا جب تک کہ مظلوم ان کو پہلے معاف نہ کر دے۔ چونکہ لوگ اتنے مہربان نہیں ہیں اس لیے ایسا ہونے کا امکان نہیں ہے۔ پھر قیامت کے دن انصاف قائم ہو گا جہاں ظالم کے اعمال صالحہ اس کے مظلوم کو ملیں گے اور ضرورت پڑنے پر مظلوم کے گناہ مظلوم کو دیے جائیں گے۔ اس سے ظالم کو جہنم میں ڈالا جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنے سے بچنا چاہیے جیسا کہ وہ لوگ چاہتے ہیں۔

ایک مسلمان کو ہر قسم کے ظلم سے بچنا چاہیے اگر وہ دنیا اور آخرت میں رہنمائی کا خواہاں ہے۔

پیغمبرانہ آداب

جامع ترمذی نمبر 2016 میں موجود ایک حدیث میں مؤمنین کی والدہ، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض اعلیٰ خصوصیات بیان کی ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نے مشورہ دیا کہ وہ نہ تو فحش ہے اور نہ ہی اونچی آواز میں۔ اس نے کبھی برائی کا جواب برائی سے نہیں دیا بلکہ دوسروں کے عیبوں کو معاف اور نظر انداز کیا۔

سب سے پہلے تو تمام مسلمانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ان پر یہ فرض ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کو اپنائیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ” تمہارے گناہوں کو بخش دے گا“۔

اور باب 33 الاحزاب، آیت 21

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم ” آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ادب المفرد نمبر 464 میں موجود حدیث کے مطابق مسلمان کو کبھی بھی فحش حرکت یا بات نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ اور جیسا

کہ اچھا کردار قیامت کے ترازو میں سب سے بھاری چیز ہو گا، جامع ترمذی نمبر 2003 میں موجود ایک حدیث کے مطابق قیامت تک پہنچنے والے کے برے انجام کی پیشین گوئی ایک فحش شخص کی حیثیت سے کی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ جو شخص فحش کلامی کرتا ہے اس کے جہنم میں داخل ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے، کیونکہ قیامت کے دن اسے جہنم میں جانے کے لیے صرف ایک ہی برے لفظ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2314 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ سادہ الفاظ میں کہا جائے تو سچا ایمان اور فحاشی کسی ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتی۔

ایک مسلمان کو اونچی آواز میں نہیں بولنا چاہئے کیونکہ اس سے دوسروں کی عزت ختم ہو جاتی ہے، خاص کر رشتہ دار۔ اونچی آواز والے اکثر جارحانہ انداز میں آتے ہیں اور دوسروں کو آسانی سے ڈرا سکتے ہیں۔ یہ ایک سچے مسلمان کے طرز عمل کے خلاف ہے۔ ایک مسلمان کو دوسروں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت نرم، مہربان اور قابل رسائی ہونا چاہیے، کیونکہ یہ اسلام کی حقیقی اور پر امن فطرت کو ظاہر کرتا ہے۔ باب 31 لقمان، آیت 19

"اور اپنی آواز کو نیچا کرو۔ بے شک، سب سے زیادہ ناپسندیدہ آواز گدھوں کی آواز ہے۔..."

آخر میں، ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ چونکہ لوگ کامل نہیں ہیں وہ غلطیاں کرنے کے پابند ہیں۔ جس طرح کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ دوسروں سے درگزر کرے اور معاف کرے۔ سیدھے الفاظ میں، ایک دوسرے کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کیسا سلوک کرے گا۔ دوسروں کو معاف نہ کرنا پھر بھی اللہ تعالیٰ سے معافی کی امید رکھنا حماقت ہے۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر... "دے؟"

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ دوسروں کو معاف کرنا اور دوسروں پر اندھا اعتماد کرنا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ کسی کو اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں کو معاف کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے، لیکن انہیں اپنے ساتھ زیادتی کرنے والے کے دوبارہ ظلم سے بچنے کے لیے ضروری اقدامات کرنے چاہئیں۔ یعنی انہیں اپنے آپ کو بچانے کے لیے اپنے رویے کو درست کرنا چاہیے تاکہ تاریخ اپنے آپ کو دہرانے سے بچ جائے اور دوسروں کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کے مطابق برتاؤ کرتے رہیں۔

معیار اہم ہے۔

صحیح بخاری نمبر 1417 کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مسلمان کو جہنم سے بچنا چاہیے خواہ نصف کھجور کا صدقہ دے کر۔

یہ حدیث بھی اسلام کی دیگر تعلیمات کی طرح مقدار پر معیار کی اہمیت کی نشاندہی کرتی ہے۔ شیطان اکثر مسلمانوں کو اعمال صالحہ کرنے سے روکتا ہے اور ان کو یہ یقین دلاتا ہے کہ عمل بہت چھوٹا ہے اور اس لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیر ہے۔ بدقسمتی سے، یہاں تک کہ دوسرے جاہل مسلمان بھی اکثر دوسروں کو بعض صالح اعمال سے یہ کہہ کر حوصلہ شکنی کرتے ہیں کہ وہ معمولی اور غیر ضروری ہیں۔

ایک مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اس جال میں نہ پھنسنے اور اس کے بجائے چھوٹے یا بڑے تمام نیک اعمال انجام دینے کی کوشش کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بلاشبہ کسی کے معیار کو دیکھتا ہے اور اس کی بنیاد پر لوگوں کا فیصلہ کرتا ہے۔ اس خوبی کا ایک پہلو اس کی نیت ہے، یعنی چاہے کوئی اسے خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کر رہا ہو، یا کسی اور وجہ سے، جیسے دکھاوے کے۔

ایک مسلمان کو سب سے پہلے اپنے نیک عمل کے معیار کو درست کرنے پر توجہ دینی چاہیے، جیسے کہ اچھی نیت رکھنا، اور پھر اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ نیک کام کا ذریعہ، جیسے صدقہ دینا، جائز ذریعہ سے ہے، جیسا کہ کوئی ایسا عمل جس کی بنیاد ہو۔ ناجائز میں قبول نہیں کیا جائے گا۔ جامع ترمذی نمبر 661 میں موجود حدیث میں اس کی تئیبہ کی گئی ہے۔ اس کے بعد ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت اور طاقت کے مطابق تمام نفلی اعمال بجا لائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 6465 میں موجود ایک حدیث میں واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اعمال معمول کے ہیں خواہ وہ چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں۔

اس کے علاوہ، باقاعدگی سے اچھے کام کرنے سے ایک مسلمان کو بہتر طور پر بدلنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے جو کہ نیلے چاند میں ایک بار بڑا کام کرنے کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ رضاکارانہ صدقہ کے سلسلے میں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق باقاعدگی سے صدقہ کرے، چاہے وہ ایک پاؤنڈ ہی کیوں نہ ہو، اور اس بات پر پختہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ثواب کے پہاڑ میں بدل دے گا۔ درحقیقت اس کا وعدہ جامع ترمذی نمبر 662 میں موجود حدیث میں کیا گیا ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ مقدار سے زیادہ معیار پر توجہ دے اور ہر قسم کے نیک اعمال کو اپنے اسباب اور طاقت کے مطابق باقاعدگی سے انجام دے۔

سچا انصاف

صحیح مسلم نمبر 4721 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ انصاف کے ساتھ کام کرنے والے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک نور کے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ اس میں وہ لوگ شامل ہیں جو اپنے فیصلوں میں، اپنے خاندانوں کے حوالے سے اور ان کی دیکھ بھال اور اختیار کے تحت ہیں۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر حال میں انصاف سے کام لیں۔ اللہ عزوجل کے ساتھ انصاف کا مظاہرہ کرنا چاہیے، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا چاہیے۔ انہیں ان تمام نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا چاہیے جو انہیں دی گئی ہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق۔ اس میں کھانے اور آرام کے اپنے حقوق کو پورا کرتے ہوئے اپنے جسم اور دماغ کے ساتھ انصاف کرنا اور ہر عضو کو اس کے حقیقی مقصد کے مطابق استعمال کرنا شامل ہے۔ اسلام مسلمانوں کو یہ نہیں سکھاتا کہ وہ اپنے جسم اور دماغ کو اپنی حدود سے باہر دھکیلیں جس سے خود کو نقصان پہنچے۔

کسی کو لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہئے جس طرح وہ دوسروں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں دنیاوی چیزوں مثلاً دولت اور اختیار کے حصول کے لیے لوگوں کے ساتھ ناانصافی کرتے ہوئے اسلام کی تعلیمات پر کبھی سمجھوتہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ لوگوں کے جہنم میں داخل ہونے کا ایک بڑا سبب ہو گا اور صحیح مسلم نمبر 6579 میں ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

انہیں صرف اس صورت میں بھی رہنا چاہئے جب یہ ان کی خواہشات اور ان کے پیاروں کی خواہشات سے متصادم ہو۔ باب 4 النساء، آیت 135

اے ایمان والو، انصاف پر ثابت قدم رہو، اللہ کے لیے گواہ بنو، خواہ وہ تمہارے اپنے یا والدین ” اور رشتہ داروں کے خلاف ہو۔ کوئی امیر ہو یا غریب، اللہ دونوں کا زیادہ حقدار ہے۔ لہذا [ذاتی] “جھکاؤ کی پیروی نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ تم انصاف پسند نہ ہو جاؤ۔

اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کے حقوق اور ضروریات کو پورا کرتے ہوئے اپنے محتاجوں کے ساتھ انصاف کرنا چاہیے۔ سنن ابو داؤد نمبر 2928 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ اس کا ایک اہم پہلو اپنے زیر کفالت افراد کو اسلام کے بارے میں تعلیم دینا اور اس کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں نافذ کرنے کی اہمیت ہے۔ انہیں نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئے اور نہ ہی انہیں دوسروں کے حوالے کیا جانا چاہئے، جیسے کہ اسکول اور مسجد کے اساتذہ۔ کسی شخص کو یہ ذمہ داری نہیں اٹھانی چاہئے اگر وہ ان کے بارے میں انصاف کے ساتھ کام کرنے میں بہت سست ہو۔

آخر میں، کوئی بھی شخص انصاف کے ساتھ کام کرنے سے آزاد نہیں ہے، جیسا کہ کم از کم اللہ تعالیٰ اور اپنے آپ کے ساتھ انصاف کے ساتھ کام کرنا ہے۔

اضافہ حاصل کرنا

جامع ترمذی نمبر 2029 میں موجود حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین چیزوں کی نصیحت فرمائی۔ پہلا یہ کہ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا۔

اس لیے کہ مسلمان جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرتا ہے، کسی نعمت جیسے کہ وقت، اللہ تعالیٰ اس کی تلافی کرتا ہے۔ یہ معاوضہ اس سے کہیں زیادہ ہوگا جو انہوں نے پہلے استعمال کیا تھا۔ باب 2 البقرہ، آیت 245

”کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تاکہ وہ اس کو اس کے لیے کئی گنا بڑھا دے؟“

مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو اس کی رضا کے لیے خرچ کرتا ہے اسے ایسے مالی مواقع عطا کرتا ہے جس سے دولت میں مجموعی طور پر اضافہ ہو۔ اس کے علاوہ، یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو کچھ بھی کسی شخص پر خرچ کرنا مقصود ہے، جو اس کا اصل مال ہے، اس کے طرز عمل یا پوری مخلوق کے طرز عمل سے قطع نظر کبھی بھی نہیں بدل سکتا۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ایک شخص کا رزق ان کے لیے مختص کیا تھا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ پس درحقیقت صدقہ کرنے سے اس مال کی مقدار میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی جو ان پر خرچ کرنا مقدر ہے، جیسا کہ مال اس کے کھانے پر خرچ ہوتا ہے۔ آخر میں، صدقہ کسی کی دولت کو کم نہیں کرتا، کیونکہ کوئی صرف اپنی دولت کو اپنے آخرت کے کھاتے میں جمع کر رہا ہے۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنے دو بینک کھاتوں کے درمیان رقم منتقل کرتا ہے۔ اس لحاظ سے صدقہ کسی کے مال میں کمی نہیں کرتا کیونکہ اصل فائدہ اٹھانے والا خود ہے۔ اس کو یاد رکھنے سے وہ ان لوگوں سے شکر گزاری طلب کرنے سے روکے گا جن کی وہ مدد کرتے ہیں اور یہ فخر کو روک دے گا، جیسا کہ حقیقت میں، جب وہ صدقہ کرتے ہیں تو کسی دوسرے کو فائدہ نہیں پہنچاتے۔

دوسری بات جو مرکزی حدیث میں زیر بحث ہے وہ یہ ہے کہ انسان اس وقت زیادہ عزت دار ہو جائے گا جب وہ اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں کو معاف کر دے گا۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ جو دوسروں کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے ان کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر... "دے؟"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی عزت لوگوں پر سر بلندی کرنے میں نہیں ہے بلکہ یہ رحم کرنے اور معاف کرنے میں مضمحل ہے۔ سیدھے الفاظ میں، اگر کوئی اپنی غلطیوں کے لیے معافی چاہتا ہے تو اسے دوسروں کو معاف کرنا چاہیے۔ لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں کو معاف کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے، لیکن انہیں ضروری اقدامات بھی کرنے چاہییں تاکہ وہ دوبارہ زیادتی کرنے والے کے ساتھ زیادتی نہ کریں۔ یعنی انہیں اپنے آپ کو بچانے کے لیے اپنے رویے کو درست کرنا چاہیے تاکہ تاریخ اپنے آپ کو دہرانے سے بچ جائے اور دوسروں کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کے مطابق برتاؤ کرتے رہیں۔ دوسروں کو معاف کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسروں کے بارے میں بے نیاز ہوں۔

حدیث کی آخری بات یہ ہے کہ جب آدمی اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کے ساتھ زندگی بسر کرے گا تو اس کے درجات بلند ہوں گے۔ ایسا ہوتا ہے کیونکہ عاجزی اللہ کی بندگی کا ایک اہم پہلو ہے۔ عاجزی کا مخالف جو کہ فخر ہے صرف مالک یعنی اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ ہر چیز جو لوگوں کے پاس ہے وہ اسی کی طرف سے پیدا اور عطا کی گئی ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنا اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ انسان غرور سے بچتا ہے اور اس کے بجائے اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ کرنے کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ عاجزی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اور دوسروں کے ساتھ احترام اور مہربانی کے ساتھ برتاؤ کرنا شامل ہے۔ عاجز انسان لوگوں کو حقیر نہیں سمجھتا، کیونکہ ان کے پاس ہر خوبی اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے۔ عاجز انسان حق کو رد نہیں کرتا خواہ وہ کسی کی طرف سے آیا ہو کیونکہ سچائی کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس کے بجائے، جب بھی ان کا سامنا ہوتا ہے تو وہ اسے قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل

کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سچی بندگی ہے اور دونوں جہانوں میں حقیقی عظمت کی طرف لے جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا

صحیح مسلم نمبر 6548 میں موجود ایک الوبی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان دو لوگوں پر سایہ فرمائے گا جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ روز محشر

اللہ تعالیٰ ان دونوں لوگوں کو اس دن سایہ عطا فرمائے گا جب سورج کو مخلوق کے دو میل کے فاصلے پر لایا جائے گا۔ جامع ترمذی نمبر 2421 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ اگر لوگ گرمیوں میں سورج کی تپش کا مقابلہ کرنے کے لیے جدوجہد کریں تو کیا قیامت کے دن گرمی کی شدت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟

خدائے بزرگ و برتر کے لیے محبت اس قدر ثواب کا باعث بنتی ہے کہ اس جذبے پر قابو پانا بہت مشکل ہے۔ اور جس کو اس پر قابو پانے کی سعادت حاصل ہو گی وہ اسلام کے فرائض سیدھے آگے پورا کرتا ہوا پائے گا۔ ان فرائض میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کا صحیح معنوں میں استعمال کرے گا جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت کو ایمان کی تکمیل کا پہلو قرار دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں سے محبت کرنا، دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں دوسروں کے لیے بہتر کی خواہش کرنا شامل ہے۔ یہ عملی طور پر کسی کے اعمال کے ذریعے ظاہر ہونا چاہیے، معنی کے مطابق، دوسروں کی مالی، جذباتی اور جسمانی طور پر مدد کرنا۔ دوسروں کے لیے کیے گئے احسانات کو شمار کرنا نہ صرف انعام کو منسوخ کرتا ہے بلکہ ان کی بے وفائی کو بھی ثابت کرتا ہے، کیونکہ وہ صرف لوگوں سے تعریف اور معاوضے کی دوسری شکلوں کو پسند کرتے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 264

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے صدقات کو نصیحت یا ایذا پہنچا کر باطل نہ کرو۔"

دنیوی وجوہات کی بنا پر دوسروں کے بارے میں کسی بھی قسم کا منفی احساس، جیسے حسد، اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں سے محبت کرنے کے منافی ہے، اور اس سے بچنا چاہیے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص اپنے اندر موجود منفی خصوصیات کو ختم کر کے ان کی جگہ اچھی خصوصیات لے کر قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھ کر اس پر عمل کرتا ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، اس عمدہ خوبی میں دوسروں کے لیے وہ محبت شامل ہے جو صرف الفاظ سے نہیں بلکہ اعمال کے ذریعے اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق یہ حقیقت میں سچے مومن ہونے کا ایک پہلو ہے۔ یہ سب سے بہتر اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی دوسرے کے ساتھ ایسا سلوک کرے جس طرح وہ چاہتا ہے کہ لوگ ان کے ساتھ سلوک کریں۔

حقیقی آزادی

صحیح بخاری نمبر 6470 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو شخص دوسروں سے مانگنے سے باز رہے گا اسے آزادی دی جائے گی۔ اور جو شخص سچے دل سے صبر کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے صبر عطا کرتا ہے۔ اور جو اس کے پاس ہے اس پر راضی ہو گا وہ خود کفیل ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ صبر سے بڑا کوئی تحفہ نہیں ہے۔

ضرورت پڑنے پر دوسروں سے مدد مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن مسلمان کو یہ عادت نہیں ڈالنی چاہیے کیونکہ اس سے عزت نفس کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یہ خطرناک ہو سکتا ہے کیونکہ جو شخص عزت نفس کھو دیتا ہے اس کے گناہوں کا زیادہ امکان ہوتا ہے کیونکہ وہ اس بات کی پرواہ کرنا چھوڑ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے ان کے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ غیر ضروری طور پر دوسروں سے مانگنے والا بھی ان کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے بجائے ان کی مدد کے لیے دوسروں پر بھروسہ کرنے لگے گا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو ذرائع حلال طریقے سے عطا کیے گئے ہیں ان کو استعمال کریں اور پھر اس کے نتیجے پر یقین کریں، جسے اللہ تعالیٰ اکیلے منتخب کرتا ہے، اس میں شامل ہر فرد کے لیے بہترین ہوگا۔ اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کی مدد کے لیے رجوع کرنے سے پہلے ان تمام وسائل کو بروئے کار لانے کی کوشش کرے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا اسے اللہ تعالیٰ لوگوں کی آزادی عطا فرمائے گا۔

ایک مسلمان کو اپنے اوپر خاص طور پر مشکل کے وقت صبر پر مجبور کرنا چاہیے۔ اس کے حصول کا بہترین طریقہ اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ مثال کے طور پر جو شخص اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے کہ وہ صبر کرنے والے مسلمان کو بے حساب اجر دے گا، وہ اس حقیقت سے ناواقف شخص سے زیادہ صبر کرنے کا امکان رکھتا ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 10

"بے شک، مریض کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا [یعنی حد]۔..."

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ حقیقی صبر کسی صورت حال کے آغاز پر دکھایا جاتا ہے، بعد میں نہیں۔ جب کوئی بعد میں صبر کا مظاہرہ کرتا ہے، تو یہ قبولیت ہے، جس کا تجربہ سب سے زیادہ ہے۔ صبرے کو بھی ہوتا ہے۔

حقیقی امیر وہ ہے جو محتاج اور چیزوں کا لالچی نہ ہو۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی اس پر مطمئن ہو جاتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی صحیح طور پر یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے لامحدود علم کے مطابق ہر ایک کو بہترین چیز دیتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

یہ شخص واقعی امیر ہے جب کہ جو ہمیشہ چیزوں کا لالچی اور محتاج رہتا ہے وہ غریب ہے خواہ اس کے پاس بہت زیادہ دولت ہو۔ صحیح مسلم نمبر 2420 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس لیے رزق پر قناعت حقیقی دولت ہے جب کہ زیادہ کی حرص مفلس کو مفلس بنا دیتی ہے۔

آخر میں صبر کو اپنانا ضروری ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ہر عنصر میں اس کی ضرورت ہے۔ اس میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے پرہیز کرنا اور تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ آسان الفاظ میں دنیاوی یا دینی معاملات میں کامیابی صبر کے بغیر ممکن نہیں۔ لہذا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ایک عظیم تحفہ ہے جو اسے اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

مالی معاملات

صحیح بخاری نمبر 2076 میں موجود حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالی معاملات میں نرمی کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا فرمائی، جیسے سامان کی خرید و فروخت اور جب وہ قرض کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مالی معاملات میں لالچی نہ ہوں، کیونکہ لالچ کسی کو حرام کی طرف دھکیلتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی حرام سے بچتا ہے، لالچ ایک مسلمان کو اس دعائے رحمت سے محروم کر دے گا، کیونکہ لالچ انہیں دوسروں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے سے روک دے گا۔ سادہ الفاظ میں حرص انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور اور جہنم کے قریب لے جاتا ہے۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 1961 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

ایک مسلمان کو اپنی اشیا کی زیادہ قیمت لگا کر دوسروں کا فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے، خاص کر عام مشکل کے وقت، جیسے مالی بحران۔ تمام مالی معاملات میں مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ تمام معاملات دوسرے لوگوں پر واضح کر دیں، کیونکہ چیزوں کو چھپانا، جیسے کہ ان کے سامان میں خرابی، دھوکہ ہے اور ایک سچے مسلمان کی خصوصیت کے خلاف ہے۔ درحقیقت صحیح بخاری نمبر 2079 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جب لوگ مالی معاملات میں دوسروں کو دھوکہ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں دور ہو جاتی ہیں۔ اس سے ان کی دولت سے اطمینان ختم ہو جاتا ہے، قطع نظر اس کے کہ وہ کتنی ہی حاصل کرتے ہیں اور رکھتے ہیں۔ یہ بدلے میں ایک لالچی بننے کا سبب بنتا ہے۔ جتنا زیادہ لالچی ہو گا، اتنا ہی کم سکون حاصل کرے گا۔

آخر میں، جب دوسرے مالی مشکلات میں ہوں تو ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے وسائل کے مطابق ان کی مدد کرنے کی کوشش کرے، کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی مسلسل مدد کا باعث بنتا ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4893 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ درحقیقت جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے واجب الادا قرض ادا کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے

دونوں جہانوں میں معاف کر دے گا۔ سنن ابن ماجہ نمبر 225 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

کاروباری معاملات کے دوران نرمی اور اچھے برتاؤ کا مظاہرہ کرنا کسی کی کاروباری ساکھ کو بہتر بنائے گا، جس کے نتیجے میں اس کے کاروبار میں مدد ملے گی۔ پس کاروبار کے معاملات میں نرمی اختیار کرنے سے دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں فائدہ ہوتا ہے۔

آخر کار، کاروبار کے معاملات میں نرمی اختیار کرنے سے یہ بھی یقینی ہو جائے گا کہ ایک مسلمان یہ سمجھے کہ ان کا کاروبار زندگی میں ان کی اولین ترجیح نہیں ہے۔ یہ ختم ہونے کا ایک ذریعہ ہے، آخرت کی عملی طور پر تیاری ہے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ جبکہ کاروبار کے معاملات میں نرمی نہ دکھانے والا لالچی ہو جائے گا۔ اور لالچ ہمیشہ انسان کی توجہ مادی دنیا کی کمائی اور ذخیرہ اندوزی پر مرکوز کرتا ہے۔ یہ ان کا حتمی مقصد اور زندگی میں پہلی ترجیح بن جاتا ہے۔ یہ پھر انہیں عملی طور پر آخرت کی تیاری سے روکتا ہے۔

زندگی ایک آئینہ ہے۔

صحیح بخاری نمبر 7376 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرے گا جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔

اسلام بہت سادہ مذہب ہے۔ اس کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک یہ ہے کہ لوگ دوسروں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کیسا سلوک کرے گا۔ مثال کے طور پر جو لوگ دوسروں کی غلطیوں کو درگزر کرنا اور معاف کرنا سیکھتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر... "دے؟"

جو لوگ فائدہ مند دنیاوی اور دینی معاملات میں دوسروں کی مدد کرتے ہیں جیسے کہ جذباتی یا مالی امداد اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں ان کی مدد کرے گا۔ سنن ابوداؤد نمبر 4893 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ یہی حدیث نصیحت کرتی ہے کہ جو دوسروں کے عیب چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیب چھپاتا ہے۔

سیدھے الفاظ میں، اگر کوئی اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے ساتھ حسن سلوک اور احترام سے پیش آتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرے گا۔ اور جو لوگ دوسروں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں ان کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ ایسا ہی سلوک کرے گا، خواہ وہ اس سے متصل واجبات کو پورا کرتے ہوں، جیسے فرض نماز۔ اس لیے کہ ایک مسلمان کو کامیابی حاصل کرنے کے لیے دونوں فرائض کو پورا کرنا چاہیے، یعنی اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے فرائض۔

الہی رحمت حاصل کرنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جیسا کہ لوگ چاہتے ہیں۔ یہ تمام لوگوں کے لیے درست ہے، خواہ ان کا عقیدہ کچھ بھی ہو، اور درحقیقت تمام مخلوقات پر محیط ہے۔

آخر میں، یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسن سلوک کیا جائے گا، اگر وہ اس کی خاطر دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ اگر وہ اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے ایسا کرتے ہیں تو بلاشبہ ان تعلیمات میں مذکور اجر کو ضائع کر دیں گے۔ تمام عبادات اور اسلام کی بنیاد خود انسان کی نیت ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

دولت اور زندگی میں برکت

جامع ترمذی نمبر 1979 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ قرابت داری برقرار رکھنے سے مال و جان میں اضافہ ہوتا ہے۔

قرابت داری نبھانا مسلمانوں پر فرض ہے، کیونکہ ان کو توڑنا گناہ کبیرہ ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6518 کی ایک حدیث کے مطابق جو شخص دنیاوی وجوہات کی بناء پر رشتہ داریاں توڑے گا وہ 6518 اللہ تعالیٰ کی رحمت سے منقطع ہو جائے گا۔ ترمذی نمبر 1909 میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص دنیاوی وجوہات کی بنا پر رشتہ داریاں توڑے گا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ رشتہ داریاں نبھانے میں اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اسلام کی تعلیمات کے مطابق رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا شامل ہے۔ انہیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنی چاہیے نہ کہ اپنے رشتہ داروں کی خوشنودی، کیونکہ یہ اسلام کی تعلیمات پر سمجھوتہ کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ اپنے رشتہ داروں کو اپنے حقوق ادا کرتے وقت ان سے شکرگزاری کی امید نہیں رکھنی چاہیے کیونکہ ایسا کرنے سے ان کی بے وفائی ثابت ہو گی۔ ایک مسلمان کو نرمی اور مہربانی کے ساتھ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا چاہیے اور ایسی صورتوں میں جب کوئی رشتہ دار اپنے گناہوں سے توبہ کرنے میں ناکام ہو جائے تو مسلمان کو مذہبی مسائل پر بھی ان سے رشتہ نہیں توڑنا چاہیے۔ بجائے اس کے کہ وہ فائدہ مند چیزوں میں ان کی مدد کرتے رہیں، کیونکہ یہ احسان مندانہ عمل انہیں خلوص دل سے توبہ کرنے کی ترغیب دے سکتا ہے۔ جبکہ ان سے منقطع ہونا انہیں صحیح رہنمائی سے مزید دور کر سکتا ہے۔

مرکزی حدیث میں دولت میں اضافے کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ مالی مواقع فراہم کرتا ہے جو ان کے حلال مال میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مسلمان کے مال میں اس قدر فضل کرتا ہے کہ اس سے ان کی ضروریات اور ان کے زیر کفالت افراد کی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور انہیں ذہنی و جسمانی سکون ملتا ہے جو کہ حقیقت میں حقیقی دولت ہے۔ رشتہ داری توڑنے والا اس فضل سے محروم ہو جائے گا، جس کی وجہ سے وہ غیر مطمئن محسوس کرے گا، چاہے وہ کتنی ہی دولت حاصل کر لے۔ اور یہ ہمیشہ لگتا ہے کہ ان کی دولت ان کی ضروریات اور ان کے زیر کفالت افراد کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔

اہم حدیث میں مذکور زندگی میں اضافے سے مراد کسی کے وقت میں فضل کیا جانا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے تمام فرائض جیسے فرض نمازوں اور لوگوں کے لیے حلال سے لطف اندوز ہونے کے لیے وقت نکالنے کا انتظام کر سکیں۔ ضرورت سے زیادہ، اسراف یا فضول خرچی کے بغیر دنیا کی لذتیں۔ لیکن رشتہ توڑنے والا اس فضل سے محروم ہو جائے گا اور اس پر خواہ کتنی ہی کم ذمہ داریاں کیوں نہ ہوں، ایسا نہیں لگتا کہ ان کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ ان سب کو پورا کر سکیں اور اعتدال کے ساتھ دنیا کی حلال لذتوں سے لطف اندوز ہو سکیں۔ اس کے بجائے وہ دن کو ایک کے بعد دوسرے مسئلے سے نمٹنے میں بغیر کسی آرام اور ذہنی سکون کے گزاریں گے۔

آسان انعام

صحیح بخاری نمبر 6006 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت کی ہے کہ اگر ایک مسلمان ہر روز روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نفلی نماز پڑھتا ہے تو اس کے لیے مالی مدد ہو گی۔ بیوہ یا غریب آدمی۔

اس مصروف جدید دنیا میں مسلمان اکثر رضاکارانہ نیک اعمال، جیسے رضاکارانہ روزے یا رضاکارانہ رات کی نماز کے لیے وقت نکالنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ اسلام، ہمیشہ کی طرح، ہر ایک کو، اس کے طرز زندگی سے قطع نظر، اللہ تعالیٰ سے اجر حاصل کرنے کا ایک آسان طریقہ دیتا ہے۔ اس صورت میں ایک مسلمان اس عظیم اجر کو حاصل کرنے کے لیے کسی بیوہ یا غریب کی مالی مدد کر سکتا ہے۔ اس دن اور دور میں ضرورت مندوں کی کفالت کرنا اور بھی آسان ہے کیونکہ کسی کو ان کی مدد کے لیے ان کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ باقاعدگی سے عطیہ کرنے کے لیے کوئی معتبر اور قابل اعتماد خیراتی اداروں کا استعمال کر سکتا ہے۔ اور کسی مسلمان کو بے وقوف نہیں بنایا جانا چاہیے اور اس یقین کے ساتھ کہ ان کی رقم ضرورت مندوں تک نہیں پہنچے گی، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی نیت کے مطابق اجر دے گا، خواہ وہ رقم غریبوں تک پہنچے یا نہ پہنچے۔ صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ کسی معتبر اور قابل اعتماد صدقہ کے ذریعے صحیح نیت یعنی اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے صدقہ کرے۔

ضرورت مندوں کی کفالت کرنا مہنگا نہیں ہے کیونکہ زیادہ تر لوگ اپنے ماہانہ فون بل اور دیگر غیر ضروری لگژری چیزوں پر زیادہ رقم خرچ کرتے ہیں۔ افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ اگر ہر مالی طور پر استطاعت رکھنے والا مسلمان کسی ضرورت مند کی کفالت کرے تو اس سے دنیا میں غربت میں ڈرامائی طور پر کمی آئے گی۔

آخر میں جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا اسے چاہیے کہ استطاعت رکھنے والے کی حوصلہ افزائی کرے اور اس کے نتیجے میں اسے صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2674 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

اس لیے اس کی کوئی وجہ نہیں رہ جاتی کہ تمام مسلمان اس آسان اجر کو حاصل کرنے سے محروم رہیں۔

پڑوسی

صحیح بخاری نمبر 6014 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی اس حد تک ترغیب دی گئی کہ آپ کے خیال میں پڑوسی ان کے مسلمان پڑوسی کا وارث بن جائے گا۔

بدقسمتی سے، اس فرض کو اکثر نظرانداز کر دیا جاتا ہے حالانکہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا اسلام کا ایک اہم پہلو ہے۔ سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلام میں کسی شخص کے پڑوسی میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو مسلمان کے گھر کی طرف ہر سمت چالیس گھروں کے اندر رہتے ہیں۔ اس کی تصدیق امام بخاری کی، ادب المفرد، نمبر 109 میں ہوتی ہے۔

صحیح مسلم نمبر 174 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ، بزرگی اور یوم آخرت پر ایمان کو پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک سے جوڑ دیا ہے۔ پڑوسیوں سے حسن سلوک کرنا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ادب المفرد نمبر 119 میں موجود ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے کہ جس عورت نے اپنے فرض کو پورا کیا اور بہت زیادہ نفلی عبادت کی وہ جہنم میں جائے گی کیونکہ اس نے اپنی تقریر کے ذریعے اپنے پڑوسیوں سے برا سلوک کیا۔ اگر اپنے پڑوسی کو الفاظ کے ذریعے نقصان پہنچانے والے کا یہی حال ہے تو کیا کوئی اپنے پڑوسی کو جسمانی طور پر نقصان پہنچانے کی سنگینی کا تصور کر سکتا ہے؟

مسلمان کو اپنے پڑوسی کی طرف سے بدسلوکی پر صبر کرنا چاہیے۔ درحقیقت ایک مسلمان کو ایسے معاملات میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے۔ نیکی کا بدلہ اچھائی سے مشکل نہیں ہے۔ اچھا پڑوسی وہ ہے جو نقصان کا بدلہ بھلائی سے دیتا ہے۔ باب 41 فصیلات، آیت 34

اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ برائی کو اس [عمل سے دفع کرو جو بہتر ہے، اس طرح "جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسے وہ ایک مخلص دوست ہو۔"

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ کسی کو اپنے پڑوسیوں یا دوسروں کو حد سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دینی چاہئے اور جب مناسب ہو اپنا دفاع کرنا چاہئے۔ نظر انداز کرنا اور معاف کرنا معمولی حالات میں لاگو ہوتا ہے جو مستقبل میں ان پر منفی اثر نہیں ڈالے گا، اور نہ ہی اس میں ملوث لوگوں کے درمیان بار بار دوبارہ پیدا ہوگا۔

ایک مسلمان کو اپنے پڑوسی کی جائیداد کی نجی جگہ کا احترام کرنا چاہئے لیکن ساتھ ہی انہیں سلام کرنا چاہئے اور زیادہ دخل اندازی کئے بغیر انہیں مدد کی پیشکش کرنی چاہئے۔ کسی شخص کے لیے جو بھی ذریعہ دستیاب ہو، جیسے کہ مالی یا جذباتی مدد سے ان کی مدد کی جانی چاہئے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ اپنے پڑوسیوں کے عیبوں کو چھپائے جب کہ ان کا کوئی منفی نتیجہ نہ نکلے۔ جو دوسروں کے عیب چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ ان کے عیبوں کو چھپاتا ہے۔ اور جو دوسروں کے عیبوں کو ظاہر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے عیبوں کو ظاہر کرے گا اور انہیں سرعام رسوا کرے گا۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4880 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، کسی کو اپنے پڑوسی کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جس طرح وہ اپنے پڑوسیوں سے برتاؤ کرنے کی خواہش رکھتا ہے، جس میں مہربانی اور احترام کا اظہار بھی شامل ہے۔

جنت کی زیارت کرنا

صحیح مسلم نمبر 6551 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ جو مسلمان کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے وہ جنت کے باغ میں ہے یہاں تک کہ وہ واپس آجائے۔

پہلی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں کسی بھی بیمار کی عیادت کرنا شامل ہے، خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ اگرچہ یہ بلاشبہ ایک عظیم عمل ہے، لیکن ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے اس نیک عمل کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے انجام دے۔ اگر وہ کسی اور وجہ سے کرتے ہیں، جیسے لوگوں کو دکھاوے کے لیے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر حاصل نہیں کریں گے۔

اس کے علاوہ انہیں چاہیے کہ وہ بیماروں کی عیادت کے آداب اور شرائط کو پورا کریں، اسلام کی تعلیمات کے مطابق، ان کا ثواب حاصل کرنے کے لیے۔ اس دن اور عمر میں بیماروں اور ان کے اہل خانہ سے پہلے سے رابطہ کرنا آسان ہے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ وہ مناسب وقت پر ان کی عیادت کریں، کیونکہ ایک بیمار شخص دن بھر آرام کر رہا ہو گا اور اس سے ان کے اہل خانہ کو ہونے والی رکاوٹ کو کم کیا جائے گا۔ انہیں وہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہرنا چاہیے، جس سے بیمار شخص اور ان کے رشتہ داروں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنے اعمال اور گفتار پر قابو رکھیں تاکہ وہ ہر قسم کے گناہوں جیسے کہ گپ شپ، غیبت اور دوسروں کی غیبت سے بچیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ بیماروں کو صبر کرنے کی ترغیب دیں اور اس سے وابستہ انعامات پر بحث کریں اور عام طور پر دنیا اور آخرت کے حوالے سے فائدہ مند امور پر گفتگو کریں۔

اگر کسی شخص کو بیمار شخص یا اس کے گھر والوں کی طرف سے کسی دوسرے وقت واپس آنے کا کہا جائے تو مسلمان کو بغیر کسی رنجش کے اسے قبول کرنا چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس کا حکم دیا ہے۔ باب 24 النور، آیت 28

اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ، تو لوٹ جاؤ، یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، اور اللہ ..."

"تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔"

جب کوئی اس طرح کا برتاؤ کرے گا تو اسے وہ ثواب ملے گا جو احادیث نبوی میں بیان کیا گیا ہے۔ اگر وہ اس میں ناکام رہتے ہیں، تو انہیں یا تو کوئی اجر نہیں ملے گا یا پھر وہ گناہوں سے بچ جائیں گے، اس پر منحصر ہے کہ وہ کیسے سلوک کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان اس نیک عمل کو انجام دینے سے لطف اندوز ہوتے ہیں لیکن اس کی شرائط کو صحیح طریقے سے پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 114

ان کی زیادہ تر نجی گفتگو میں کوئی بھلائی نہیں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو صدقہ کرنے کا حکم دیتے ہیں یا جو حق ہے یا لوگوں کے درمیان صلح کرواتے ہیں۔ اور جس نے یہ کام اللہ کی رضامندی کے لیے کیا تو ہم اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔

مثبت سوچنا

سنن ابو داؤد نمبر 4993 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت کی کہ لوگوں کے بارے میں اچھا گمان کرنا اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ایک پہلو ہے۔ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک پہلو ہے۔

چیزوں کو منفی انداز میں بیان کرنا اکثر گناہوں کا باعث بنتا ہے، جیسے غیبت اور غیبت۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ جہاں ممکن ہو مثبت انداز میں چیزوں کی تشریح کرے تاکہ شک کا فائدہ دوسروں تک پہنچایا جا سکے۔ بدقسمتی سے، منفی سوچ کو اپنانے سے خاندانی یونٹ سے لے کر قومی سطح تک لوگوں پر اثر پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک قوم کتنی بار ایک مفروضے اور شک پر جنگ میں گئی ہے؟ میڈیا میں پائے جانے والے اسکینڈلز کی اکثریت مفروضوں پر مبنی ہے۔ یہاں تک کہ ایسے قوانین بھی بنائے گئے ہیں جو مفروضوں اور شبہات کے استعمال کی حمایت کرتے ہیں۔ یہ اکثر ٹوٹتے اور ٹوٹتے والے رشتوں کی طرف لے جاتا ہے کیونکہ اس ذہنیت کے حامل لوگ ہمیشہ یہ مانتے ہیں کہ دوسرے ان کے الفاظ یا اعمال کے ذریعے ان پر تنقید کر رہے ہیں۔ یہ کسی کو دوسروں سے مشورہ لینے سے روکتا ہے، کیونکہ ان کا ماننا ہے کہ مشورہ دینے والے کی طرف سے ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور یہ ایک کو مشورہ دینے سے روکتا ہے کیونکہ انہیں یقین ہے کہ دوسرا شخص ان کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دے گا۔ اور ایک شخص اس منفی ذہنیت کے حامل شخص کو نصیحت کرنے سے گریز کرے گا کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ صرف ایک دلیل کا باعث بنے گا۔ یہ دیگر منفی خصلتوں کی طرف جاتا ہے، جیسے کہ تلخی۔

مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اگر وہ یہ فرض کر لیں کہ کوئی ان پر طنز کر رہا ہے، تب بھی انہیں ان کی نصیحت کو قبول کرنا چاہیے اگر یہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر مبنی ہے۔

چیزوں کی ہمیشہ منفی تشریح کرنا بھی ایک طاقتور دماغی بیماری کو جنم دیتا ہے، یعنی پیراونیا۔ جو شخص بے حیائی کو اپناتا ہے وہ ہمیشہ دوسروں کو بری چیزوں کا شکوہ کرتا ہے۔ یہ رشتوں کے لیے انتہائی تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے، جیسے شادی۔

کوشش کرنی چاہیے کہ جہاں ممکن ہو مثبت انداز میں چیزوں کی تشریح کی جائے، جس سے مثبت ذہنیت جنم لے۔ اور ایک مثبت ذہنیت صحت مند تعلقات، احساسات اور اتحاد کا باعث بنتی ہے۔ جبکہ چیزوں کی ہمیشہ منفی انداز میں تشریح کرنا انسان کو دوسروں کے بارے میں ہمیشہ منفی سوچنے اور عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے، چاہے ان کا برتاؤ اچھا ہو۔ یہ صرف انسان کو دوسروں کے حقوق ادا کرنے سے روکتا ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 12

"...اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت زیادہ گمان سے بچو۔ بے شک کچھ گمان گناہ ہوتا ہے"

عوامی اجتماعات

سنن ابو داؤد نمبر 4815 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جب لوگ عوام میں ملیں تو عوامی سڑک کے حقوق کو ادا کریں۔

اس حدیث میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مسلمان اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور ان چیزوں کی طرف نہ دیکھیں جو ان کے لیے حرام ہیں۔ درحقیقت انسان کو اپنے جسم کے ہر عضو مثلاً زبان اور کان کی اسی طرح حفاظت کرنی چاہیے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی ان چیزوں سے پرہیز کرتا ہے جن سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

اس حدیث میں اگلی چیز جو نصیحت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے نقصان کو دوسروں سے دور رکھیں۔ اس میں تقریر کی صورت میں دونوں نقصانات شامل ہیں، جیسے کہ بد زبانی اور غیبت کرنا اور جسمانی حرکات سے ہونے والا نقصان۔ درحقیقت کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن اور مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے جسمانی اور زبانی نقصان کو لوگوں اور ان کے مال سے دور نہ رکھے۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے ذرائع کے مطابق عوام میں دوسروں کی مدد کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو کم از کم وہ یہ کر سکتے ہیں کہ اپنے جسمانی اور زبانی نقصان کو دوسروں سے دور رکھیں۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ دوسرے کو سلام کا اسلامی سلام واپس کرنا چاہیے۔ اس میں اپنے الفاظ کے ذریعے اسلامی سلام کا آغاز کرنا اور اپنے عمل اور دوسری تقریر میں دوسروں کو امن دکھانا شامل ہے۔ کسی کی باتوں سے دوسروں کو سکون پہنچانا اور پھر ان کے عمل اور دوسری تقریر سے انہیں نقصان پہنچانا خالص منافقت ہے۔

آخر میں، زیر بحث مرکزی حدیث مسلمانوں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2172 کی حدیث میں مذکور تین درجات کے مطابق عمل کیا جائے۔ اعلیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ اسے حدود اسلام کے اندر اپنے عمل سے کیا جائے۔ اگلی سطح یہ ہے کہ اسے اپنے الفاظ کے ساتھ کیا جائے۔ اور سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اسے اپنے دل سے کرنا یعنی چھپ کر کرنا۔ یہ فرض ہمیشہ اسلامی علم کے مطابق اور نرمی سے ادا کرنا چاہیے۔ جہاں ممکن ہو، دوسروں کو شرمندہ کرنے سے بچنے کے لیے اسے نجی طور پر کیا جانا چاہیے، کیونکہ یہ اکثر اچھے مشورے کو مسترد کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ یہ بھی مناسب وقت پر کیا جانا چاہیے، مثال کے طور پر، ناراض شخص کے پرسکون ہونے کے بعد، کیونکہ غلط وقت پر اچھا مشورہ اکثر بے اثر ہوتا ہے۔ اکثر مسلمان صحیح بات کی نصیحت کرتے ہیں لیکن جیسا کہ وہ اسے سختی سے کرتے ہیں، وہ صرف لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مزید دور کرتے ہیں۔ اس لیے درست علم کو حسن سلوک کے ساتھ جوڑنا بہت ضروری ہے تاکہ اچھی نصیحت دوسروں پر مثبت انداز میں اثر انداز ہو۔ باب 3 علی عمران، آیت 159

پس اللہ کی رحمت سے آپ نے ان کے ساتھ نرمی کی۔ اور اگر تم بدتمیز ہوتے اور دل میں سخت " ہوتے تو وہ تمہارے اردگرد سے ہٹ جاتے۔"

چونکہ ان خصوصیات کو عوامی طور پر اپنانا اور لاگو کرنا مشکل ہے، اس لیے کسی کو محفوظ آپشن کا انتخاب کرنا چاہیے اور عوام میں دوسروں کے ساتھ میل جول کو کم کرنا چاہیے، کیونکہ یہ اکثر اچھے سے زیادہ نقصان کا باعث بنتا ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو ان خصوصیات کو اپنانا چاہیے اور تمام لوگوں کے لیے ظاہر کرنا چاہیے، خواہ ان کا مذہب کوئی بھی ہو۔

تمام برائی کی کلید

سنن ابن ماجہ نمبر 3371 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ مسلمان کو ہرگز شراب نہیں پینی چاہیے کیونکہ یہ تمام برائیوں کی کنجی ہے۔

بدقسمتی سے مسلمانوں میں یہ کبیرہ گناہ وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا گیا ہے۔ یہ تمام برائیوں کی کنجی ہے کیونکہ یہ دوسرے گناہوں کو جنم دیتی ہے۔ یہ بالکل واضح ہے کیونکہ شرابی اپنی زبان اور جسمانی افعال پر قابو کھو دیتا ہے۔ صرف اس خیر کو دیکھنے کی ضرورت ہے کہ شراب پینے سے کتنا جرم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ اعتدال سے پیتے ہیں وہ صرف اپنے جسم کو نقصان پہنچاتے ہیں، جسے سائنس نے ثابت کیا ہے۔ الکحل سے منسلک جسمانی اور ذہنی بیماریاں بے شمار ہیں اور نیشنل ہیلتھ سروس اور ٹیکس دہندگان پر بھاری بوجھ کا باعث بنتی ہیں۔ یہ تمام برائیوں کی کلید ہے کیونکہ یہ انسان کے تینوں پہلوؤں پر منفی اثر ڈالتی ہے: ان کا جسم، دماغ اور روح۔ یہ لوگوں کے درمیان تعلقات کو تباہ کر دیتا ہے، کیونکہ الکحل کسی کے رویے کو منفی طور پر متاثر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، شراب نوشی اور گھریلو تشدد کے درمیان واضح تعلق ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 90

اے ایمان والو، بے شک نشہ، جوا، پتھروں پر قربانی کرنا، اور طاغوت کے تیر شیطان کے کام ” سے ناپاک ہیں، لہذا اس سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت میں شراب پینے کو ان چیزوں کے ساتھ رکھا گیا ہے جن کا تعلق شرک سے ہے، اس بات پر روشنی ڈالتا ہے کہ اس سے بچنا کتنا ضروری ہے۔

یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ نمبر 3376 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ شراب باقاعدگی سے پینے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

سنن ابن ماجہ، نمبر 68 کی ایک حدیث کے مطابق امن کے اسلامی سلام کو پھیلانا جنت کے حصول کی کلید ہے۔ امام بخاری کی، ادب المفرد، نمبر 1017 میں پائی جانے والی ایک حدیث، مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو سلام نہ کریں۔ باقاعدگی سے شراب پیتا ہے۔

شراب ایک انوکھا کبیرہ گناہ ہے کیونکہ سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث نمبر 3380 میں اس پر دس مختلف طریقوں سے لعنت کی گئی ہے۔ ان میں شراب خود، اسے بنانے والا، اس کے پیدا کرنے والا، جس کے لیے تیار کیا گیا، شامل ہے۔ اسے بیچنے والا، اسے خریدنے والا، اسے اٹھانے والا، جس تک پہنچایا جائے، وہ جو اسے بیچ کر حاصل کردہ مال کو استعمال کرے، اسے پینے والا اور اس کو ڈالنے والا۔ جو شخص ایسی لعنت کا معاملہ کرے گا وہ اس وقت تک حقیقی کامیابی حاصل نہیں کرے گا جب تک وہ سچے دل سے توبہ نہ کرے۔

اگرچہ، شراب کی لت کو توڑنا مشکل ہے، لیکن کسی کو بھی ان تمام چیزوں سے بچنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے جو اسے اس کی طرف مائل کریں، جیسے برے دوست۔ انہیں ان کے لیے دستیاب تمام مدد کا استعمال کرنا چاہیے، جیسے کہ کونسلنگ سیشن۔ انہیں کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص پر ایسا بوجھ نہیں ڈالتا جس کو وہ پورا نہ کر سکے۔ باب 2 البقرہ، آیت 286

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

یہ چیزیں ان کو اس بڑے گناہ سے نیکی سے باز آنے میں مدد دیں گی۔

حقیقی شرافت

سنن ابو داؤد نمبر 5116 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر تنبیہ فرمائی کہ شرافت کسی کے نسب میں نہیں ہے کیونکہ تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اسے، اور وہ مٹی سے بنایا گیا تھا۔ اس نے نتیجہ اخذ کیا کہ لوگوں کو اپنے رشتہ داروں اور نسب پر فخر کرنا چھوڑ دینا چاہیے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اگرچہ بعض جاہل مسلمانوں نے ذاتیں اور فرقے بنا کر دوسری قوموں کا رویہ اختیار کر رکھا ہے، اس طرح ان گروہوں کی بنیاد پر بعض لوگوں کو دوسروں سے برتر مان کر اسلام نے برتری کا ایک سادہ معیار قرار دیا ہے، یعنی تقویٰ۔ یعنی مسلمان جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجا لاتا ہے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتا ہے، ان کی نظر میں اتنے ہی بڑے مرتبے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا۔ باب 49 الحجرات، آیت 13

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ ”پرہیزگار ہے“۔

یہ آیت دیگر تمام معیارات کو ختم کر دیتی ہے جو جاہل لوگوں نے بنائے ہیں، جیسے کہ کسی کی نسل، نسل، دولت، جنس یا سماجی حیثیت۔

اس کے علاوہ اگر کوئی مسلمان اپنے نسب میں کسی متقی شخص پر فخر کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور ان کے نقش قدم پر چل کر اس عقیدے کا صحیح مظاہرہ کرنا چاہیے۔ دوسروں کے نقش قدم پر چلے بغیر ان پر فخر کرنا اس دنیا یا آخرت میں کسی کے کام نہیں آئے گا۔ یہ بات جامع ترمذی نمبر 2945 میں موجود حدیث میں واضح ہو چکی ہے۔

آخر میں، جو دوسروں پر فخر کرتا ہے لیکن ان کے نقش قدم پر چلنے میں ناکام رہتا ہے وہ بالواسطہ طور پر ان کی بے عزتی کر رہا ہے، کیونکہ باہر کی دنیا ان کے برے کردار کو دیکھے گی اور یہ سمجھے گی کہ ان کے صالح آباؤ اجداد نے اسی طرح برتاؤ کیا تھا۔ ان لوگوں کو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ یہ ان لوگوں کی طرح ہیں جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری روایات اور نصیحتوں کو اپناتے ہیں، جیسے داڑھی بڑھانا یا دوپٹہ پہننا، پھر بھی ان کے باطنی حسن اخلاق کو اپنانے میں ناکام رہتے ہیں۔ بیرونی دنیا صرف اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منفی سوچے گی جب وہ ان مسلمانوں کے برے کردار کو دیکھیں گے۔

آخر میں، بنی نوع انسان کی ابتداء کو یاد رکھنا غرور کو اپنانے سے روکے گا، جس کی قیمت ایک ایٹم کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ غرور صرف دوسروں کو حقیر سمجھنے کی ترغیب دیتا ہے، حالانکہ ان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا اور عطا کیا گیا ہے۔ فخر بھی کسی کو سچائی کو مسترد کرنے کی ترغیب دے گا، جب یہ ان سے پیدا نہیں ہوتا ہے۔ لہذا کسی بھی چیز پر غرور، جیسے کہ اپنے نیک بزرگ، ہر قیمت پر گریز کرنا چاہیے۔

شکر گزاری کے دو حصے

جامع ترمذی نمبر 1954 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔

اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام نعمتوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے، کسی سے کم نہیں، لوگوں کا شکر ادا کرنا اسلام کا ایک اہم پہلو ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات کسی شخص کو دوسروں کی مدد کے لیے استعمال کرتا ہے، جیسے کہ والدین۔ جیسا کہ اسباب اللہ تعالیٰ نے بنائے اور استعمال کیے، ان کا شکر ادا کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے۔ لہذا، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اچھے کردار کا مظاہرہ کریں اور دوسروں کی طرف سے ملنے والی کسی بھی امداد یا مدد کے لیے ہمیشہ قدردانی کا اظہار کریں، چاہے اس کا حجم کچھ بھی ہو۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کے حکم کے مطابق استعمال کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرنا چاہئے کیونکہ وہ نعمت کا سرچشمہ ہے اور انہیں چاہئے کہ اس شخص کا شکر ادا کریں جس نے ان کی مدد کی، کیونکہ یہ وہ وسیلہ ہیں جس کو اس نے بنایا اور منتخب کیا ہے۔ اللہ عزوجل۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ زبانی طور پر لوگوں کا شکر ادا کرے اور عملاً ان کے احسان کا بدلہ ان کے وسائل کے مطابق ادا کرے، چاہے وہ ان کی طرف سے صرف دعا ہی کیوں نہ ہو۔ امام بخاری کی کتاب ادب المفرد نمبر 216 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی مدد کے ظاہری مظہر کا شکر ادا نہیں کرتا، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو براہ راست ظاہر کرے گا۔

جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا سچا شکر ادا نہیں کر سکتا، اس لیے اسے نعمتوں میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ " کروں گا۔"

اگر کوئی مسلمان نعمتوں میں اضافہ چاہتا ہے تو اسے شکر گزاری کے دونوں پہلوؤں کو پورا کرنا چاہیے، یعنی اللہ تعالیٰ اور لوگوں کا۔

اعمال کی تباہی۔

سنن ابن ماجہ نمبر 4210 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح تباہ کر دیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

حسد ایک سنگین اور کبیرہ گناہ ہے کیونکہ حسد کرنے والے کا مسئلہ دوسرے انسان سے نہیں ہوتا۔ درحقیقت ان کا مسئلہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے کیونکہ اسی نے وہ نعمت عطا فرمائی جس پر رشک کیا جاتا ہے۔ لہذا انسان کی حسد صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار اور انتخاب سے ناراضگی کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غلطی کی ہے جب اس نے ان کے بجائے کسی دوسرے شخص کو ایک خاص نعمت مختص کی تھی۔

بعض لوگ حسد کرنے والے سے نعمت چھیننے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ بلا شبہ گناہ ہے۔ سب سے بری قسم وہ ہے جب حسد کرنے والا مالک سے نعمت چھیننے کی کوشش کرتا ہے خواہ حسد کرنے والا خود نعمت حاصل نہ کرے۔ حسد تب ہی جائز ہے جب کوئی شخص اپنے جذبات پر عمل نہ کرے، ان کے جذبات کو ناپسند کرے اور اسی طرح کی نعمت حاصل کرنے کی کوشش کرے بغیر اس کے کہ مالک ان کی نعمتوں سے محروم ہو۔ اگرچہ یہ قسم گناہ نہیں ہے لیکن اگر حسد کسی دنیوی نعمت پر ہو اور دینی نعمت پر ہو تو قابل تعریف ہے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 1896 کی ایک حدیث میں قابل تعریف قسم کی دو مثالیں بیان کی ہیں۔ پہلا شخص جس پر حلال رشک کیا جا سکتا ہے وہ ہے جو حلال مال حاصل کرے اور خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے طریقوں سے۔ دوسرا وہ شخص جس سے حسد کیا جا سکتا ہے وہ ہے جو اپنے علم کو صحیح طریقے سے استعمال کرے اور دوسروں کو سکھائے۔

ایک غیرت مند مسلمان کو چاہیے کہ وہ حسد کرنے والے کے ساتھ حسن سلوک اور حسن سلوک سے اس احساس کو اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کرے، جیسے کہ ان کی خوبیوں کی تعریف

کرنا اور ان کے لیے دعا کرنا، یہاں تک کہ اس کی حسد ان کے لیے محبت بن جائے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق، انہیں اپنی حسد کو دوسروں کے حقوق کی ادائیگی سے کبھی نہیں روکنا چاہیے۔

ایک مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے لامحدود علم اور حکمت کے مطابق نعمتیں مختص کرتا ہے۔ یعنی وہ ہر ایک کو وہی دیتا ہے جو اس کے لیے بہتر ہے۔ باب 2
:البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اس لیے دوسروں سے حسد کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو اس کی رضا کے لیے استعمال کرنے میں مصروف رہنا چاہیے۔ یہ نعمتوں میں اضافے کا باعث بنے گا، کیونکہ یہ رویہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔

اس کے علاوہ، یہ ذہنی سکون کا باعث بنے گا، جو مستقل حسد کرنے والے کو کبھی حاصل نہیں ہوتا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

بدعنوانی

جامع ترمذی نمبر 1337 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں ملعون ہیں۔

لعنت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو ختم کرنا شامل ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تو دنیوی اور دینی معاملات میں حقیقی پائیدار امن اور کامیابی ممکن نہیں رہتی۔ جو بھی دنیاوی کامیابی، مثلاً مال رشوت کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، وہ دونوں جہانوں میں بڑی مشکل، تناؤ اور عذاب کا باعث بن جائے گا، بشرطیکہ کوئی سچے دل سے توبہ کرے۔ چونکہ رشوت غیر قانونی ہے، اس لیے کوئی بھی نیکی جس پر اس کا استعمال کیا جائے، رد کر دیا جائے گا اور اسے گناہ کے طور پر درج کیا جائے گا۔ رشوت لینے والا اگر کسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں کامیاب ہو جائے تو بھی لوگوں کے خلاف اس کے گناہ انہیں قیامت کے دن تباہی کی طرف لے جائیں گے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر ایمان کے تین پہلوؤں کا صحیح طور پر پورا ہونا ممکن نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا۔

بدقسمتی سے، اس دن اور دور میں رشوت کا بڑا گناہ دنیا کے تمام حصوں میں بہت عام ہو گیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تیسری دنیا کے ممالک میں یہ کھلے عام اور زیادہ ترقی یافتہ ممالک میں خفیہ طور پر کیا جاتا ہے۔ زیادہ تر معاملات میں، رشوت میں ایک شخص شامل ہوتا ہے جو بااثر لوگوں کو تحفہ پیش کرتا ہے، جیسے کہ جج، کچھ حاصل کرنے کے لیے جو ان کی نہیں ہے۔ صرف اس وقت رشوت کو گناہ کے طور پر درج نہیں کیا جائے گا جب کسی کو اپنی جائیداد کی واپسی کے لیے رشوت دینے پر مجبور کیا جائے۔ اس معاملے میں لعنت ہے رشوت لینے والے پر۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اگر مسلمان بحیثیت مجموعی رشوت خوری اور دیگر بدعنوانی کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو انہیں خود ان سے بچنا چاہیے۔ جب یہ درست رویہ انفرادی سطح پر اپنایا جائے گا تو اس کا اثر سماجی اور سیاسی عہدوں پر فائز افراد پر پڑے گا۔ ان لوگوں کے اس طرح کام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ معاشرے کو بذات خود بدعنوانی پر عمل کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ لیکن اگر معاشرہ، انفرادی سطح پر، ان طریقوں کو مسترد کرتا ہے، تو کوئی سماجی یا سیاسی اثر و رسوخ رکھنے والا شخص اس طرح سے کام کرنے کی ہمت نہیں کرے گا، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ لوگ اس کے لیے کھڑے نہیں ہوں گے۔

درست طریقے سے حکم دینا

صحیح بخاری نمبر 3267 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے کہ جو شخص نیکی کا حکم دیتے ہوئے اور برائی سے منع کرتے ہوئے اپنی ہی نصیحت کے خلاف کرے اسے جہنم میں سزا دی جائے گی۔

صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نصیحت کرتے ہوئے نیک پیشواؤں کے نقش قدم پر چلنے کے بجائے بہت سے لوگ مقبولیت حاصل کرنے کے لیے دیگر وجوہات کی بنا پر نصیحت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، بعض علماء اکثر اجتماعات اور تقریبات کی روشنی میں رہنے کی کوشش کرتے ہیں اور کسی ایسی نشست سے خوش نہیں ہوتے جو ایک طرف ہو، کیونکہ وہ مرکزی نشست کی خواہش رکھتے ہیں۔ جب ان کا ارادہ ایسا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نصیحت کے مثبت اثر کو دور کر دیا اور اس طرح اب وہ اپنے سنے والوں پر بہت کم مثبت اثر رکھتے ہیں۔ انہیں ایک بات کہنے اور کرنے کی بجائے عملی مثال دکھانی چاہیے تھی۔ جس کی وجہ سے ان کا مشورہ بے اثر ہو گیا۔ باب 2 البقرہ، آیت 44

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور کتاب کی تلاوت کرتے ہوئے اپنے آپ کو بھول جاتے " ہو؟ پھر کیا تم عقل نہیں رکھتے؟

مسلمانوں کو دوسروں کو ایسا کرنے کا حکم دینے سے پہلے ہمیشہ اپنی نصیحت پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ اس طرح کا برتاؤ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ باب 61 الصف، آیت 3

”اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ بات یہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم کرتے نہیں۔“

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے کسی کو کامل بننا چاہیے، کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے۔ اس کے بجائے، وہ اپنی نیت کو درست کریں اور دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے اپنے مشورے پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنے عمل سے یہ ثابت کریں۔ صرف اسی رویہ سے وہ اس حدیث میں مذکور عذاب سے بچیں گے۔ اس اصول پر عمل کرنے میں ناکامی کی وجہ سے مسلمانوں کی نصیحتیں بے اثر ہو گئی ہیں، حالانکہ گزشتہ سالوں میں مشاہیر کی تعداد میں ڈرامائی طور پر اضافہ ہوا ہے۔

سوالات

صحیح مسلم نمبر 3257 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت زیادہ سوالات کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس سے ماضی کی قومیں تباہ ہو گئیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق جس چیز کا انہیں حکم دیا گیا ہے وہ کریں اور جس چیز سے انہیں منع کیا گیا ہے اس سے پرہیز کریں۔

مسلمانوں کو اس ذہنیت کو نہیں اپنانا چاہئے کیونکہ جن لوگوں کو بہت زیادہ سوالات کرنے کی عادت ہوتی ہے وہ اکثر اپنے فرائض کی ادائیگی اور فائدہ مند علم حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں کیونکہ وہ کم اہم اور بعض اوقات غیر متعلقہ معلومات کے بارے میں پوچھنے اور تحقیق کرنے میں بہت زیادہ مصروف رہتے ہیں۔ یہ ذہنیت کسی شخص کو اس قسم کے مسائل پر بحث اور بحث کرنے کی ترغیب دے سکتی ہے۔ بدقسمتی سے آج مسلمانوں میں یہ رویہ کافی پھیل چکا ہے، کیونکہ وہ اکثر اپنے فرائض کی ادائیگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات پر توجہ دینے کے بجائے، غیر واجب اور کم اہم مسائل پر بحث کرتے ہیں۔ یعنی ان کو ان کے مکمل آداب اور شرائط کے ساتھ پورا کرنا۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ایسے موضوعات پر تحقیق اور استفسار کرے جو دنیوی اور دینی دونوں معاملات کے لیے ضروری اور سمجھنے کے لیے ضروری ہیں، ورنہ وہ اس حدیث میں مذکور لوگوں کے نقش قدم پر چلیں گے اور اپنی زندگی کو مزید مشکل میں ڈال دیں گے۔ کسی کے عقیدے کے سلسلے میں، مطابقت کا تعین اس بات سے کیا جاتا ہے کہ آیا کچھ سیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں اضافہ ہو گا۔ اگر ایسا نہیں ہو گا، تو انہیں اس علم کی تحقیق اور سیکھنے میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ کسی کی دنیوی زندگی کے حوالے سے، مطابقت کا تعین اس فیصلہ سے کیا جاتا ہے کہ آیا کچھ سیکھنے سے کسی کو اپنے دنیاوی فرائض، جیسے کام پر اپنے فرائض کی تکمیل میں مدد ملے گی۔ اگر ایسا نہیں ہو گا، تو انہیں اس علم کی تحقیق اور سیکھنے میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

آخر میں، اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ بنیادی حدیث میں مذکور ذہنیت سے بچیں، خاص طور پر جب وہ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں، کیونکہ کوئی شخص آسانی سے اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اسلام کا علمی مطالعہ جس کا ان کی زندگی اور طرز عمل پر کوئی عملی اثر نہیں ہوتا۔ مؤخر الذکر رویہ اس وقت آسانی سے اختیار کیا جا سکتا ہے جب کوئی علم کے بارے میں تحقیق اور سیکھنے پر لگا رہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں اضافہ نہیں ہوتا۔ یہ آسانی سے اس علم کے طور پر پہچانا جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کوئی بات نہیں کی ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں بحث کی ہے۔ رہنمائی کے ان دو ذرائع میں زیر بحث نہ آنے والا تمام مذہبی علم غیر متعلقہ ہے اور اس لیے دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کی طرف رہنمائی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ضرورت ہوتی تو ہدایت کے ان دو مصرعوں میں اس پر بحث کی جاتی۔ لہذا، کوئی بھی مذہبی علم جو ہدایت کے دو ذرائع میں جڑا ہوا ہے متعلقہ ہے اور اس پر تحقیق اور عمل کرنا ضروری ہے، باقی تمام دینی علم سے پرہیز کرنا چاہیے۔

فخر

صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ انہوں نے واضح کیا کہ فخر اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص سچائی کو مسترد کرتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔

تکبر رکھنے والے کو نیک اعمال کی کوئی مقدار فائدہ نہیں دے گی۔ یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے جب کوئی شیطان کو دیکھتا ہے اور جب وہ مغرور ہو گیا تو اس کی ان گنت سالوں کی عبادت نے اسے کیسے فائدہ نہیں پہنچایا۔ درحقیقت، مندرجہ ذیل آیت واضح طور پر غرور کو کفر سے جوڑتی ہے، اس لیے ایک مسلمان کو ہر قیمت پر اس بری صفت سے بچنا چاہیے۔ باب 2 البقرہ، آیت 34

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ تو انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

مغرور وہ ہے جو حق کو اس وقت رد کرتا ہے جب وہ ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے کیونکہ یہ ان کی طرف سے نہیں آیا تھا اور یہ ان کی خواہشات اور ذہنیت کو چیلنج کرتا ہے۔ مغرور شخص یہ بھی مانتا ہے کہ وہ دوسروں سے برتر ہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اپنی اصل حیثیت سے بے خبر ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ یقین کریں کہ وہ ان چند ناقص اور نامکمل نیکیوں کی وجہ سے عظیم ہیں جو انہوں نے کیے ہیں جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کو ان کے بہت سے گناہوں کی وجہ سے ناپسند ہیں۔ اس کے علاوہ، دوسروں کو حقیر سمجھنا بے وقوفی ہے کیونکہ کوئی اپنے انجام اور دوسروں کے آخری انجام سے بے خبر ہے۔ یعنی جس شخص کو وہ حقیر سمجھتے ہیں وہ مخلص مسلمان کی حیثیت سے مر سکتا ہے جبکہ وہ کافر کی حالت میں مر سکتا ہے۔

درحقیقت، کسی بھی چیز پر فخر کرنا بے وقوفی ہے۔ یہاں تک کہ نیک اعمال بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ الہام، علم اور قوت کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ لہذا کسی ایسی چیز پر فخر کرنا جو فطری طور پر اپنی ذات سے تعلق نہیں رکھتی، صریح حماقت ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ایک شخص جو اس حویلی پر فخر کرتا ہے جس کا وہ مالک بھی نہیں اور نہ ہی رہتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فخر اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، کیونکہ وہی ہر چیز کا خالق اور پیدائشی مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ کو للکارنے والا تکبر کے ساتھ جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4090 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر عاجزی اختیار کرے۔ عاجز واقعی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے پاس جو بھی بھلائی ہے اور وہ تمام برائیاں جن سے وہ محفوظ ہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی طرف سے نہیں۔ پس عاجزی انسان کے لیے غرور سے زیادہ موزوں ہے۔ کسی شخص کو اس بات پر دھوکہ نہیں دینا چاہئے کہ عاجزی رسوائی کا باعث بنتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عاجز بندوں سے زیادہ عزت والا کوئی نہیں ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2029 میں موجود ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرنے والے کے درجات میں اضافے کی ضمانت دی ہے۔ انسان حق کو قبول کرتا ہے خواہ وہ کسی کی طرف سے آیا ہو کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ سچائی کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ وہ دوسروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے کے بجائے رحم و شفقت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور خلوص نیت سے اس کی تائید کرتے ہیں، اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم و شفقت کی نظر فرمائے گا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ وہی سلوک کرے گا جس طرح وہ دوسروں کے ساتھ سلوک کرتے ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 7376 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

آسانی کا مذہب

صحیح بخاری نمبر 39 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ دین سادہ اور سیدھا ہے۔ اور مسلمان کو اپنے اوپر بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے کیونکہ وہ اس کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو ہمیشہ سادہ دینی اور دنیاوی زندگی گزارنی چاہیے۔ اسلام مسلمانوں سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ اعمال صالحہ کی ادائیگی میں اپنے اوپر بوجھ ڈالیں۔ لیکن درحقیقت یہ سادگی سکھاتا ہے جو کہ اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے پیارا دین ہے، امام بخاری کی، ادب المفرد، نمبر 287 میں موجود ایک حدیث کے مطابق۔ ایک مسلمان کو سب سے پہلے اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے کوشش کرنی چاہیے، جو بلاشبہ اس کے اندر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے طور پر پورا کرنے کی ان کی طاقت کسی مسلمان پر ان کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتی۔ اس کی تصدیق قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 286 میں ہوتی ہے

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

اس کے بعد انہیں چاہیے کہ وہ اپنے دن میں سے کچھ وقت اسلامی تعلیمات کے مطالعہ کے لیے نکالیں تاکہ وہ اپنی طاقت کے مطابق قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات پر عمل کر سکیں۔ صحیح بخاری نمبر 6502 میں موجود حدیث کے مطابق یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو راغب کرتا ہے۔

اگر کوئی مسلمان اس طرز عمل پر قائم رہے تو ان پر ایسی رحمت نازل کی جائے گی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تنہیں اپنے تمام فرائض ادا کریں گے اور اس دنیا کی حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے وقت نکالیں گے اور اسراف اور اسراف کے بغیر۔

اس طرح ایک مسلمان اپنے لیے آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ اور اگر ان کے زیر کفالت افراد ہوں، جیسے کہ بچے، تو انہیں چاہیے کہ انہیں بھی یہی سکھائیں، اس طرح ان کے لیے بھی آسانیاں پیدا ہوں۔ خود پر زیادہ بوجھ ڈالنا چیزوں کو مشکل بنا دیتا ہے اور کسی کو مکمل طور پر چھوڑنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ اور بہت زیادہ آرام کرنا چیزوں کو مشکل بنا دے گا کیونکہ انسان سستی کی وجہ سے دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جائے گا۔ اس لیے توازن بہترین ہے جس کی اسلام ہمیشہ حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

جیسا کہ اسلام سادہ ہے، حلال اور حرام واضح، سمجھنے میں آسان اور عمل کرنے میں آسان ہے۔ لہذا کسی کو اپنے یا اپنے زیر کفالت افراد کے لیے دینی علم کی تحقیق اور اس پر عمل کر کے ایسی چیزوں کو پیچیدہ نہیں کرنا چاہیے جس کی جڑیں ہدایت کے دو ماخذ قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں نہ ہوں۔ جب کوئی ان دونوں ذرائع پر سختی سے عمل کرے گا تو وہ اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں آسانی محسوس کرے گا۔

آخر میں، توسیع کے ذریعہ انسان کو اپنی دنیاوی زندگی کو سادہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی اسراف اور فضول خرچی سے گریز کرتے ہوئے اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کے مطابق حلال مال جیسی مادی دنیا کے لیے کوشش کرتا ہے۔ جو جتنا زیادہ اس پر عمل کرے گا اس کی دنیاوی زندگی اتنی ہی پر سکون ہوتی جائے گی۔ جب یہ ان کے سادہ مذہب کے ساتھ جوڑا جاتا ہے، تو یہ ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی کا باعث بنتا ہے۔

سچا علم

سنن ابن ماجہ نمبر 253 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ جو شخص علمائے کرام کو دکھائے، دوسروں سے بحث کرنے یا اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے دینی علم حاصل کرتا ہے۔ نرک میں

حالانکہ دنیوی اور دینی دونوں معاملات میں تمام بھلائیوں کی بنیاد علم ہے، لیکن مسلمانوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ علم سے انہیں فائدہ تب ہی ہوگا جب وہ سب سے پہلے اپنی نیت درست کریں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ باقی تمام وجوہات صرف اس صورت میں ثواب اور سزا کے نقصان کا باعث بنیں گی جب کوئی مسلمان سچے دل سے توبہ نہ کرے۔

حقیقت میں علم بارش کے پانی کی طرح ہے جو مختلف قسم کے درختوں پر گرتا ہے۔ کچھ درخت اس پانی سے اگتے ہیں تاکہ دوسروں کو فائدہ پہنچے، جیسے پھل کا درخت۔ جبکہ اس پانی سے دوسرے درخت اگتے ہیں اور دوسروں کے لیے پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔ اگرچہ بارش کا پانی دونوں صورتوں میں ایک جیسا ہے پھر بھی نتائج بہت مختلف ہیں۔ اسی طرح دینی علم بھی لوگوں کے لیے یکساں ہے لیکن اگر کوئی غلط نیت اختیار کرے تو وہ ان کی تباہی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی صحیح نیت اختیار کرے تو یہ ان کی نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ تمام معاملات میں اپنی نیت درست کریں، جیسا کہ اس پر ان کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اور انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ جہنم میں داخل ہونے والے پہلے لوگوں میں سے ایک ایسا عالم ہوگا جس نے علم صرف دوسروں کو دکھانے کے لیے حاصل کیا ہو۔ صحیح مسلم نمبر 4923 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ، اپنے علم پر عمل کے ساتھ اپنی نیک نیت کو جوڑنا چاہیے، کیونکہ عمل کے بغیر علم فائدہ مند علم نہیں ہے، یہ محض معلومات ہے۔ کسی کے علم پر عمل کرنے میں ناکامی ایک ڈاکٹر کی طرح ہے جو لوگوں کے علاج کے لیے اپنے علم پر عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ اسی طرح وہ نہ اپنے آپ کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور نہ ہی کسی مسلمان کو جو اسلامی علم رکھتا ہے اور اس پر عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ درحقیقت اس شخص کو گدھے سے تشبیہ دی گئی ہے جو علم کی کتابیں اٹھائے ہوئے ہے۔ باب 62 الجمعہ، آیت 5

اور پھر اس پر عمل نہیں کیا (اپنے علم پر عمل نہیں کیا) اس گدھے کی طرح ہے جو کتابوں کی ” کتابیں اٹھائے ہوئے ہے۔“

اس کے علاوہ جو شخص بغیر کسی معقول وجہ کے علم کو چھپائے گا اسے قیامت کے دن آگ سے لگا دیا جائے گا۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2649 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مفید علم کو دوسروں تک پہنچائیں۔ یہ محض بے وقوفی ہے کیونکہ یہ عمل صالح میں سے ایک ہے جو مرنے کے بعد بھی مسلمان کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 241 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ علم کا ذخیرہ کرنے والوں کو تاریخ بھلا دیتی ہے لیکن جو اسے دوسروں تک پہنچاتے ہیں وہ بنی نوع انسان کے عالم اور استاد کہلانے لگے۔

آخر میں، علم حاصل کرنے کا مقصد بحث میں دوسروں کو شکست دینا نہیں ہے۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ سچائی کو مضبوط ثبوت کے ساتھ دوسروں کے سامنے پیش کرے۔ انہیں یہ فرض نہیں سونپا گیا کہ وہ لوگوں کو بحث و مباحثہ کے ذریعے سچائی کو قبول کرنے پر مجبور کریں۔ یہ رویہ ہی لوگوں کو سچائی سے آگے دھکیلتا ہے۔ اس کے بجائے بغیر بحث کیے لوگوں کو سچ سمجھانا چاہیے اور خود اس پر عمل کر کے اس سچائی کو دکھانا چاہیے۔ صالح پیشواؤں کا یہی طرز عمل تھا اور یہ طریقہ دوسروں کو حق کی طرف لانے میں زیادہ کارگر ہے۔

حقیقی شائستگی

جامع ترمذی نمبر 2458 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سے سچی تواضع کرنے میں سر اور اس میں موجود چیزوں کی حفاظت کرنا اور پیٹ کی حفاظت کرنا شامل ہے۔ اس میں موت کو کثرت سے یاد رکھنا ہے۔ انہوں نے یہ اعلان کرتے ہوئے نتیجہ اخذ کیا کہ جو شخص آخرت کی تلاش کا ارادہ رکھتا ہے وہ مادی دنیا کی زینت کو چھوڑ دے۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حیا وہ چیز ہے جو لباس سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو کسی کی زندگی کے ہر پہلو کو گھیرے ہوئے ہے۔ سر کی حفاظت میں زبان، آنکھ، کان اور خیالوں کو بھی گناہوں اور لغو باتوں سے بچانا شامل ہے۔ فضول چیزوں سے بچنا ضروری ہے کیونکہ وہ قیامت کے دن ایک شخص کے لیے ندامت کا باعث ہوں گی اور یہ اکثر گناہوں کے ارتکاب کا پہلا قدم ہوتے ہیں۔ گو کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں اور جو کچھ دیکھتے ہیں وہ دوسروں سے چھپا سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے ان باتوں کو چھپا نہیں سکتے۔ لہذا جسم کے ان اعضاء کی حفاظت کرنا سچی حیا کی علامت ہے۔

پیٹ کی حفاظت کا مطلب ہے کہ حرام مال اور کھانے سے بچنا چاہیے۔ یہ کسی کے نیک اعمال کو رد کرنے کا باعث بنے گا۔ صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس طرح اسلام کی باطنی اور پوشیدہ بنیاد نیت ہے اسی طرح اسلام کی ظاہری اور ظاہری بنیاد حلال کی کمائی اور استعمال ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تواضع میں موت کو کثرت سے یاد کرنا بھی شامل ہے۔ موت کو یاد رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ انسان کو خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور گناہوں سے باز رہنے کی ترغیب دیتی ہے، کیونکہ کسی کو یقین نہیں ہوتا کہ موت کب آئے گی۔ یہ یاد دلاتا ہے کہ یہ دنیا ان کا مستقل گھر نہیں ہے اور وہ اس سے ضرور چلے جائیں گے۔ اس کو یاد رکھنا انسان کو اپنی منزل یعنی آخرت کے لیے تیاری کرنے کی ترغیب دے گا۔ اس تیاری میں ان نعمتوں کو

استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ دوسری طرف جو شخص موت کی یاد سے پرہیز کرتا ہے وہ اپنے سفرِ آخرت کی تیاری سے غافل ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ اپنی تمام تر کوششیں صرف کر دیتا ہے اور اپنی نعمتوں اور وسائل کو اس دنیا سے لطف اندوز ہونے اور سنوارنے میں لگا دیتا ہے۔ یہ رویہ اللہ کو یاد کرنے اور اس کی سچی اطاعت سے روکے گا اور یہ دونوں جہانوں میں مصیبت کا باعث بنتا ہے۔ باب 20 طہ، آیت 124:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

آخر میں اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع میں شامل ہے کہ آخرت کو اس مادی دنیا کی زیادتی پر ترجیح دی جائے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس میں فضول خرچی یا اسراف کے بغیر اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مادی دنیا سے لینا بھی شامل ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ باب 7 الاعراف، آیت 31

“اور کھاؤ پیو، لیکن حد سے زیادہ نہ ہو۔ بے شک وہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔”

آخرت کو ترجیح دینے میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں، بجائے اس کے کہ اپنی خواہشات کو پورا کریں۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ دنیا اور آخرت میں امن اور کامیابی پائے گا۔ اس لیے یہ کامیابی اور سکون صرف اس مادی دنیا کے غیر ضروری پہلوؤں سے لطف اندوز ہونے پر آخرت کو ترجیح دینے سے حاصل ہوتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

درست طریقے سے کام کرنا

صحیح بخاری نمبر 6464 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اعمال صحیح، خلوص اور اعتدال کے ساتھ کئے جائیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ انسان کے اعمال اسے جنت میں نہیں لے جائیں گے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اعمال وہ ہیں جو باقاعدگی سے ہوں خواہ وہ کم ہوں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ صحیح معنوں میں اعمال کو انجام دیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق، کیونکہ اس ہدایت کے بغیر اعمال انجام دینے سے اللہ تعالیٰ کی رضا سے دور ہو جائے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا ” اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔“

اس کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرنا چاہیے، نہ کہ کسی اور وجہ سے، جیسے دکھاوے کے لیے۔ ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ وہ ان لوگوں سے اپنا اجر حاصل کریں جن کے لیے انہوں نے قیامت کے دن عمل کیا، جو ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی تثنیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اوپر زیادہ بوجھ ڈالے بغیر اعتدال کے ساتھ رضاکارانہ نیک اعمال انجام دیں کیونکہ یہ اکثر ترک کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اس کے بجائے، انہیں اپنی استطاعت اور اسباب کے مطابق باقاعدگی سے عمل کرنا چاہیے، خواہ یہ اعمال حجم اور تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ یہ ان بڑے اعمال سے کہیں زیادہ برتر ہے جو وقتاً فوقتاً کیے جاتے ہیں۔ اعتدال انسان کو ان کے فرائض اور ذمہ داریوں میں سے کسی کو نظر انداز کرنے سے بھی روکتا ہے،

خواہ وہ اللہ تعالیٰ، بزرگی، یا لوگوں کے حوالے سے ہوں۔ اعتدال انسان کو اپنی تمام ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی بھی اجازت دیتا ہے اور اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ اس کے پاس ضرورت سے زیادہ، اسراف یا فضول خرچی کے بغیر حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے کافی وقت ہو۔

آخر میں، ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ان کے اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہیں، کیونکہ انہیں انجام دینے کا الہام، علم، طاقت اور موقع اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ لہذا مسلمان صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی جنت میں داخل ہوں گے۔ اس کے علاوہ، خواہ کتنے ہی اچھے اعمال کیوں نہ کیے جائیں، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ان گنت نعمتوں کا کبھی بھی مناسب شکر ادا نہیں کر سکتا۔ ان حقائق کو سمجھنا انسان کو تکبر کی مہلک خصوصیت کو اپنانے سے روکتا ہے۔ ایک ایٹم کی قیمت کسی کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 266 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ، بزرگی اور لوگوں کی محبت حاصل کرنا

سنن ابن ماجہ نمبر 4102 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی محبت اور لوگوں کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ بتایا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب انسان اس مادی دنیا کی زیادتی سے بچتا ہے جو اس کی ضروریات اور ذمہ داریوں سے باہر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اس دنیا میں اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات اسلام کی تعلیمات کے مطابق پوری کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور ان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کریں۔ مادی دنیا کی کوئی بھی چیز جو ان چیزوں میں کسی کی مدد کرتی ہے وہ حقیقت میں دنیاوی چیز نہیں ہے۔ اس لیے ان سے اجتناب ضروری نہیں۔ لیکن ان چیزوں سے بچنا چاہیے جو ان فرائض کی انجام دہی میں یا تو رکاوٹ بنتی ہیں یا روکتی ہیں۔ جب کوئی اس رویہ پر قائم رہے گا تو وہ صرف ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔

اس طرح ایک مسلمان دنیا کو اپنے ہاتھ میں رکھ سکتا ہے دل میں نہیں۔ اس طرح ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرتا ہے، کیونکہ یہ رویہ انہیں اس کی اطاعت میں جدوجہد کرنے پر مجبور کرتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی محبت کو راغب کرتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 6502 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

آخر میں، ایک مسلمان اپنے دنیاوی مال کی خواہش نہ کر کے لوگوں کی محبت حاصل کر سکتا ہے۔ حقیقت میں، ایک شخص دوسروں کے ساتھ صرف اس وقت منفی رویہ اختیار کرتا ہے جب وہ محسوس کرتا ہے کہ دوسرے فعال طور پر ان کے مال کی خواہش رکھتے ہیں یا جب دوسرے دنیاوی چیزوں کے لیے سرگرمی سے مقابلہ کرتے ہیں جن کی وہ خود خواہش کرتے ہیں۔ مطلب، دوسروں کے ساتھ مسابقت کے ذریعے اپنے پاس موجود چیزوں کو کھونے اور ان چیزوں کو

کھونے کا خوف، جو دوسروں کے تئیں منفی جذبات کا باعث بن سکتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان اس حدیث کے پہلے حصے پر عمل کرنے کے بجائے اپنے آپ کو مشغول کر لے تو یہ اسے ان فاضل دنیاوی چیزوں کے لیے مقابلہ کرنے سے روک دے گا جن کی دوسروں کی خواہش ہوتی ہے، کیونکہ ان خواہشات کی اکثریت غیر ضروری دنیاوی چیزوں کے لیے ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان دوسروں کے نفس اور مال سے اپنے نقصان کو دور رکھے جو کہ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق ایک سچے مومن کی نشانی ہے تو وہ لوگوں کی محبت بھی حاصل کر لے گا۔

بحث کرنا

جامع ترمذی نمبر 1993 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو شخص جھگڑنے سے گریز کرے خواہ وہ حق پر ہو، اسے جنت کے بیچوں بیچ ایک گھر دیا جائے گا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایک سچے مسلمان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی اور اپنی رائے کو فروغ دینے کے لیے بحث و مباحثہ نہ کرے۔ اس کے بجائے انہیں سچائی کو فروغ دینے کے لیے معلومات پیش کرنی چاہیے۔ اس کا اطلاق دنیاوی اور دینی دونوں معاملات پر ہوتا ہے۔ جس کا مقصد حق کو فروغ دینا ہو وہ بحث نہیں کرے گا۔ صرف وہی جو خود کو فروغ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کے برعکس جو بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ دلائل جیتنے سے کسی کے درجے میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ دونوں جہانوں میں کسی کا درجہ صرف اس وقت بڑھتا ہے جب وہ بحث کرنے سے گریز کرتے ہیں اور اس کے بجائے سچ کو پیش کرتے ہیں یا جب ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو اسے قبول کرتے ہیں۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ بات چیت کرتے وقت دوسروں کے ساتھ آگے پیچھے جانے سے گریز کرے کیونکہ یہ بحث کرنے کی خصوصیت ہے۔ یہی صحیح ذہنیت ہے جس کی طرف باب 16 النحل آیت 125 میں اشارہ کیا گیا ہے

اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس ” طریقے سے بحث کرو جو بہترین ہو۔“

ایک مسلمان کو سمجھنا چاہیے کہ ان کا فرض یہ نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو کسی چیز کو قبول کرنے پر مجبور کریں۔ ان کا فرض صرف سچ کو پیش کرنا ہے کیونکہ زبردستی بحث کرنے کی خصوصیت ہے۔ باب 88 الغاشیہ، آیات 21-22

”تو یاد دلائیں کہ آپ صرف ایک یاد دہانی ہیں۔ آپ ان پر کنٹرولر نہیں ہیں۔“

ایک مسلمان کو اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی دباؤ ڈالنا چاہئے اگر دوسرے ان کی رائے سے متفق نہ ہوں۔ جب کوئی ان اختلافات کو برقرار رکھتا ہے، تو وقت گزرنے کے ساتھ یہ ان کے اور دوسروں کے درمیان دشمنی کا سبب بن سکتا ہے، جو ٹوٹنے اور ٹوٹنے والے تعلقات کا باعث بن سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اس سے لوگوں کے ساتھ تعلقات توڑنے کا گناہ بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا اس طرح کے معاملات میں، مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ چیزوں کو جانے دیں اور کسی ایسے شخص کے بارے میں منفی جذبات پیدا نہ کریں جو ان کی رائے اور انتخاب سے متفق نہیں ہے۔ اس کے بجائے انہیں اپنے آپ کو اختلاف رائے پر راضی کرنے کے لیے دباؤ ڈالنا چاہیے اور بغیر کسی بیمار جذبات کے صورتحال سے آگے بڑھنا چاہیے۔ ایسا کرنے میں ناکام رہنے والا اپنے آپ کو ہمیشہ دوسروں کے لیے جھگڑا اور دشمنی رکھتا پائے گا کیونکہ وہ اپنی خصوصیات اور ذہنیت کے فرق کی وجہ سے بعض موضوعات اور مسائل پر دوسروں سے اختلاف کرنے کے پابند ہیں۔ اس اصول کو سمجھنا اس دنیا میں امن کی تلاش کا شاخسانہ ہے۔

اسلام کی واضح تعلیمات سے اختلاف کرنے والوں سے بحث نہیں کرنی چاہیے۔ اس کے بجائے، انہیں انہیں دوست کے طور پر نہیں لینا چاہئے، کیونکہ کوئی ان کے ساتھیوں سے مثبت یا منفی طور پر متاثر ہوگا۔ بلکہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کا احترام کرنا چاہیے اور ان کے حقوق کو پورا کرنا چاہیے اور ان کے ساتھ غیر ضروری میل جول سے گریز کرنا چاہیے۔

گپ شپ پھیلانا

صحیح مسلم نمبر 290 کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ بدگمانی پھیلانے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

یہ وہ ہے جو گپ شپ پھیلاتا ہے، چاہے یہ سچ ہو یا نہیں، جو لوگوں کے درمیان مسائل کا باعث بنتا ہے اور رشتوں میں دراڑ اور ٹوٹ پھوٹ کا باعث بنتا ہے۔ یہ ایک خبیث خصلت ہے اور جو لوگ اس طرح کا برتاؤ کرتے ہیں وہ درحقیقت انسان کے شیطان ہیں کیونکہ یہ ذہنیت شیطان کے علاوہ کسی اور کی نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ لوگوں کے درمیان جدائی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسے شخص پر لعنت فرمائی ہے۔ باب 104 الحمزہ، آیت 1

”ہر غیبت کرنے والے اور بہتان لگانے والے کے لیے ہلاکت ہے۔“

اگر یہ لعنت ان کو گھیرے ہوئے ہے تو اللہ تعالیٰ سے ان کے مسائل حل کرنے اور انہیں نعمتوں سے نوازنے کی امید کیسے کی جا سکتی ہے؟ صرف وہی وقت قابل قبول ہے جب کوئی دوسروں کو خطرے سے خبردار کر رہا ہو۔

ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ کسی افسانہ نگار کی طرف توجہ نہ کرے کیونکہ وہ بدکار لوگ ہیں جن پر بھروسہ یا یقین نہیں کیا جانا چاہیے۔ باب 49 الحجرات، آیت 6

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو، ایسا ”
“نہ ہو کہ تم کسی قوم کو جہالت کی وجہ سے نقصان پہنچا دو۔

اور باب 24 النور، آیت 12

جب تم نے اسے سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے بارے میں اچھا کیوں نہ سمجھا ”
”اور کیوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے؟

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ کہانی سنانے والے کو اس بری صفت کو جاری رکھنے سے روکے
اور انہیں سچے دل سے توبہ کرنے کی تلقین کرے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں حکم دیا گیا ہے کہ
ایک مسلمان کو اس شخص کے خلاف کوئی بری خواہش نہیں رکھنی چاہیے جس نے ان کے
بارے میں یا دوسروں کے بارے میں بُرا کہا ہو۔ باب 49 الحجرات، آیت 12

”...اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت زیادہ گمان سے بچو۔ بے شک کچھ گمان گناہ ہوتا ہے“

یہی آیت مسلمانوں کو سکھاتی ہے کہ وہ دوسروں کی جاسوسی کر کے کہانی کے علمبردار کو
ثابت یا غلط ثابت کرنے کی کوشش نہ کریں۔ باب 49 الحجرات، آیت 12

”... اور جاسوسی نہ کرو“

بجائے اس کے کہ کہانی بیان کرنے والے کو نظر انداز کر دیا جائے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس کی اطلاع کسی دوسرے شخص کو نہ بتائے اور نہ ہی اس کا تذکرہ کرے کیونکہ اس سے وہ بھی کہانی سنانے والا بن جائے گا۔

مسلمانوں کو قصہ گوئی اور افسانہ نگاروں کی صحبت سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ اس وقت تک بھروسہ یا صحبت کے لائق نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ سچے دل سے توبہ نہ کریں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جو کسی شخص کے ساتھ دوسروں کے بارے میں گپ شپ کرتا ہے، وہ اس شخص کے بارے میں بھی دوسروں کے ساتھ گپ شپ کرے گا۔

آخر میں، جیسا کہ کہانی سنانے والے نے لوگوں پر ظلم کیا، انہیں اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہیں کرے گا جب تک کہ ان کے متاثرین انہیں پہلے معاف نہ کر دیں۔ چونکہ لوگ اتنے مہربان اور معاف کرنے والے نہیں ہیں، اس لیے یہ بات اس بات کا باعث بن سکتی ہے کہ کہانی سنانے والا اپنی نیکیاں اپنے متاثرین کو دے دے اور اگر ضرورت ہو تو قیامت کے دن کہانی سنانے والا اپنے متاثرین کے گناہ لے لے گا۔ یہ ان کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ آخر میں، مرکزی حدیث میں جنت سے محروم ہونے کی تنبیہ، قصہ گو کے لیے آسانی سے ہو سکتی ہے، کیونکہ ان کی شروع کردہ بدنیتی پر مبنی گپ شپ جنگل کی آگ کی طرح آسانی سے پھیل سکتی ہے۔ کمیونٹی اور یہاں تک کہ دنیا، سوشل میڈیا کے ذریعے۔ نتیجتاً، گپ شپ شروع کرنے والا ہر اس شخص کے گناہ میں حصہ دار ہوگا جو اس گپ شپ پر بحث کرتا ہے۔ اور ان کے مرنے کے بعد بھی ان کے گناہوں میں اضافہ ہوتا رہے گا، جب تک ان کی شروع کردہ گپ شپ کا چرچا ہوتا رہے گا۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 2674 میں موجود حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

لہذا، کسی کو ہمیشہ دوسروں کے بارے میں گپ شپ کرنے سے گریز کرتے ہوئے اس خطرناک نتائج سے بچنا چاہیے، جیسا کہ وہ دوسروں کے لیے ان کے بارے میں گپ شپ کرنا ناپسند کرتے ہیں۔ اگر کسی کو دوسروں کے بارے میں بات کرنی چاہیے تو اسے مثبت انداز میں کرنا چاہیے ورنہ خاموش رہنا چاہیے۔

آپ کی دیکھ بھال کے تحت

صحیح بخاری نمبر 2409 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ ہر شخص ایک ولی ہے اس لیے اس کی زیر نگرانی چیزوں کا ذمہ دار ہے۔

ایک مسلمان سب سے بڑی چیز جس کا محافظ ہے وہ ان کا ایمان ہے۔ لہذا انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی ذمہ داری کو نبھانے کی کوشش کریں۔

اس ولایت میں ہر وہ نعمت بھی شامل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے، جس میں ظاہری چیزیں شامل ہیں، جیسے مال، اور اندرونی چیزیں، جیسے کہ جسم۔ ایک مسلمان کو ان چیزوں کو اسلام کے بتائے ہوئے طریقے سے استعمال کر کے ان کی ذمہ داری پوری کرنی چاہیے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان کو صرف حلال چیزوں کو دیکھنے کے لیے، اپنی زبان کو صرف حلال اور فائدہ مند الفاظ اور اپنے مال کو فائدہ مند اور نیک طریقوں سے دیکھنے کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔

یہ سرپرستی کسی کی زندگی میں دوسروں تک بھی پہنچتی ہے، جیسے رشتہ دار اور دوست۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایک مسلمان کو یہ ذمہ داری اپنے حقوق کی ادائیگی کے ذریعے ادا کرنی چاہیے، جیسے کہ ان کو فراہم کرنا اور نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔ کسی کو دوسروں سے الگ نہیں ہونا چاہیے، خاص کر دنیاوی مسائل میں۔ اس کے بجائے، انہیں اس امید پر ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا جاری رکھنا چاہیے کہ وہ بہتر کے لیے بدل جائیں گے۔ اس سرپرستی میں کسی کے بچے بھی شامل ہیں۔ ایک مسلمان کو مثال کے طور پر رہنمائی کرتے ہوئے ان کی رہنمائی کرنی چاہیے، کیونکہ یہ بچوں کی رہنمائی کا سب سے مؤثر طریقہ ہے۔ انہیں

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، اور اپنے بچوں کو بھی ایسا ہی کرنا سکھائیں۔ اس کی جڑ میں اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا شامل ہے۔

نتیجہ اخذ کرنا کہ اس حدیث کے مطابق ہر ایک کو کسی نہ کسی قسم کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ علم حاصل کریں اور ان کی تکمیل کے لیے اس پر عمل کریں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک حصہ ہے، اس لیے قیامت کے دن ان سے سوال کیا جائے:

بَاب 17 الاسراء، آیت 34

اور [ہر] [عہد کو پورا کرو۔ بیشک عہد ہمیشہ] جس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔۔۔"

دنیا اکٹھی ہو گئی۔

جامع ترمذی نمبر 2346 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو شخص صبح اٹھتا ہے وہ خطرے سے محفوظ، تندرست اور دن بھر کا کھانا کھاتا ہے، گویا دنیا ہے۔ ان کے لیے جمع ہوئے

اس دن اور دور میں جہاں دنیا بھر میں بہت سے لوگ غیر محفوظ ممالک میں زندگی بسر کر رہے ہیں، ایک مسلمان جسے حفاظت کی نعمت ملی ہے، اسے چاہیے کہ اپنی آزادی کو استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس سے پرہیز کرتے ہوئے اس سے استفادہ کرے۔ ممنوعات اور تقدیر کا مقابلہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا۔ مثال کے طور پر، انہیں باجماعت نمازوں اور علم کے مذہبی اجتماعات کے لیے مساجد کے سفر سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے عقیدے سے بالاتر ہو کر اس احساس تحفظ کو دوسروں تک پہنچائیں تاکہ پورا معاشرہ خطرے سے محفوظ رہے۔ درحقیقت سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان یا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی زبانی اور جسمانی ادیت کو کسی شخص اور اس کے مال سے دور نہ رکھے۔ سیدھے الفاظ میں، ایک مسلمان کو دوسروں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا چاہیے جو وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ سلوک کریں۔

ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے اپنی اچھی صحت سے فائدہ اٹھانا چاہیے، کیونکہ یہ ایک ایسی نعمت ہے جس کی اکثر صحیح معنوں میں تعریف کی جاتی ہے جب تک کہ وہ ضائع نہ ہو جائے۔ صحیح بخاری نمبر 6412 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنی اچھی صحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں، انہیں اس کی تائید اس وقت ملے گی جب وہ اپنی صحت سے محروم ہو جائیں گے۔ مثال کے طور پر، بیمار ہونے والے کو وہی اعمال صالحہ کرنے کا ثواب ملے گا جو وہ صحت مند ہونے

کے وقت کرتے تھے، چاہے وہ اپنی بیماری کی وجہ سے انہیں مزید نہ کریں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث المفرد نمبر 500 میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ لیکن جو لوگ اپنی اچھی صحت سے استفادہ کرنے میں ناکام رہتے ہیں انہیں یہ تائید حاصل ہونے کا امکان نہیں ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ اپنی صحت سے استفادہ کرنے میں اسراف اور فضول خرچی سے گریز کرتے ہوئے اس مادی دنیا میں اپنی ضروریات اور ان کے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرنا شامل ہے۔

کسی شخص کی بڑی پریشانیوں میں سے ایک ان کا رزق ہے۔ ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ زمین آسمانوں کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ان کے لیے مختص کی گئی تھی۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ روزانہ رزق حاصل کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اپنے دوسرے فرائض میں مشغول ہو اور بغیر کسی زور کے کل کے لیے منصوبہ بنائے، کیونکہ ان کا رزق یقینی ہے۔

آخر میں، اہم حدیث بھی سادہ طرز زندگی کو اپنانے کی ترغیب دیتی ہے، کیونکہ اس سے دماغ اور جسم کا سکون ہوتا ہے۔ مادی دنیا کے غیر ضروری پہلوؤں کے لیے جتنا زیادہ کوشش کرے گا، اتنا ہی زیادہ دباؤ ڈالے گا۔ مثال کے طور پر، جس کے پاس ایک مکان ہے اس کے پاس دو مکانات کے مالک کے مقابلے میں کم دباؤ اور معاملات سے نمٹنے کے لیے مسائل ہوں گے۔ اسی لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سادگی ایمان کا حصہ ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 4118 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

دوسروں کو دیکھ کر

سنن ابن ماجہ نمبر 4142 کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ وہ ان لوگوں کو دیکھیں جن کے پاس دنیا کی چیزیں زیادہ ہیں بجائے اس کے کہ ان کے پاس دنیا کی کم چیزیں ہوں کیونکہ یہ ان کے بننے سے روکے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ناشکرا

بدقسمتی سے، کچھ غلط طریقے سے دوسروں کی زندگیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں، جو ان کی اپنی زندگی سے بہتر نظر آتی ہیں۔ مثال کے طور پر، عام لوگ اکثر مشہور شخصیات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی زندگی بہتر ہے۔ زیادہ تر معاملات میں، یہ تصور درست نہیں ہے، کیونکہ جو لوگ بہتر صورت حال میں دکھائی دیتے ہیں انہیں مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے دوسرے لوگ ان کے ساتھ جگہوں پر تجارت نہیں کرنا چاہتے۔ ایک بیرونی شخص صرف ایک اتھلے نقطہ نظر سے چیزوں کا مشاہدہ کرے گا۔ لیکن اگر وہ پوری کہانی دیکھ سکتے ہیں تو انہیں احساس ہوگا کہ ہر ایک کو مسائل کا سامنا ہے اور کسی کے پاس بھی کامل زندگی نہیں ہے چاہے وہ اپنی ملکیت میں ہوں یا کتنے ہی مشہور ہوں۔ اکثر یہ غلط فہمی میڈیا کی وجہ سے ہوتی ہے۔ لیکن لوگ یہ یاد رکھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ میڈیا کا مقصد مشہور شخصیات کی زندگیوں کی ایک خاص تصویر بنانا ہے جس کے بارے میں پڑھ کر دلکش لگتا ہے۔ زیادہ تر معاملات میں، اگر وہ صرف شوگر کوٹنگ کے بغیر حقائق کی اطلاع دیتے ہیں، تو ان کے صارفین کی اکثریت ان سے منہ موڑ لے گی۔

مسلمانوں کو اس باطل عقیدہ سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ شیطان کا ایک آلہ ہے جو اسے لوگوں کو اپنے پاس موجود چیزوں پر ناشکری کرنے کی ترغیب دینے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ صحیح ذہنیت جس کی اس حدیث میں نصیحت کی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری سے روکے گی۔ جب بھی کوئی مسلمان ناشکری محسوس کرے تو اسے اپنی توجہ ان لاتعداد لوگوں کی طرف مبذول کرانی چاہیے جو شدید غربت میں زندگی گزار رہے ہیں اور ان سے کہیں زیادہ مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔ یہ انہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی ترغیب دے گا، جو اس نے انہیں عطا کیا ہے۔ یہ شکر عملی طور پر ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے ظاہر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ اس سے برکتوں میں اضافہ ہوگا۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ " کروں گا۔"

باڑ کے دوسری طرف گھاس زیادہ ہری نہیں ہے، یہ درحقیقت اپنی طرف سے کافی سبز ہے۔ باب
2 216 البقرہ، آیت:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز
پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

لیکن اپنے مذہب کے حوالے سے ہمیشہ ان لوگوں کا مشاہدہ کرنا چاہیے جو ان سے زیادہ اسلام
کے لیے وقف ہیں۔ یہ رویہ کسی کو سستی اختیار کرنے سے روکے گا جب وہ ان لوگوں کو
دیکھیں جو ان سے کم اسلام کے لیے وقف ہیں۔ دوسروں کا مشاہدہ کرنا جو اسلام کے لیے کم
وقف ہیں، یہاں تک کہ کسی کو اپنے گناہوں کا جواز اور حقیر قرار دینے کی ترغیب دے سکتی
ہے، جو اپنا ایک خطرناک راستہ ہے۔ ان لوگوں کا مشاہدہ کرنا جو اسلام کے لیے زیادہ وقف
ہیں، ان کی حوصلہ افزائی بھی کرے گا کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو پورا کرنے کے لیے اسلام کے
لیے اپنی لگن میں زیادہ محنت کرے۔ اس کی جڑ اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا
ہے۔

فیصلے کرنے والے اعمال

جامع ترمذی نمبر 2389 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ نیکی حسن اخلاق ہے اور گناہ ایک منفی اندرونی احساس پیدا کرتا ہے اور اس کے کرنے والا ناپسندیدہ ہوگا کہ دوسروں کو اس کا پتہ چلے۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نیکی اور نیکی کی جڑ حسن اخلاق ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی ذمہ داری پوری کرتا ہے، اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور اس میں اسلام کی تعلیمات کے مطابق لوگوں کے حقوق کی ادائیگی بھی شامل ہے۔ یہ اس وقت پورا ہو سکتا ہے جب کوئی لوگوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ درحقیقت ایک شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک حسن اخلاق کو اپنانا ضروری ہے کیونکہ یہ قیامت کے ترازو میں سب سے بھاری چیز ہو گی اور اچھے اخلاق والے شخص کے لیے۔ نماز اور روزے رکھنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔ جامع ترمذی نمبر 2003 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

زیر بحث اہم حدیث اس بات کی بھی نشاندہی کرتی ہے کہ کسی کے اعمال کا فیصلہ کیسے کیا جائے۔ گناہ ایک ایسی چیز ہے جو ایک منفی اندرونی احساس پیدا کرتی ہے اور گناہ گار دوسروں کو اپنے اعمال کے بارے میں تلاش کرنا ناپسند کرتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس نصیحت پر عمل کرتا ہے تو وہ گناہوں کی کثرت سے بچ جائے گا، کیونکہ انسانوں کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ جب وہ اکثر گناہ کرتے ہیں تو انہیں خبردار کرتا ہے۔ یہ مجرمانہ ضمیر درحقیقت اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان کی روح کو قیامت کے دن ان کے جوابدہی پر یقین کرنے کی پیش گوئی کی گئی ہے، جیسا کہ انسان گناہوں کے بارے میں منفی محسوس کرتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ مکمل طور پر یقین رکھتا ہو کہ لوگوں کی طرف سے ان کا احتساب نہیں کیا جائے گا، جیسے کہ پولیس کے طور پر۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ مسلمانوں کو اب بھی اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ یہ اندرونی تنبیہ تمام گناہوں کے ساتھ نہیں ہوتی اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہے تو وہ اس تنبیہاتی نظام سے محروم ہو جائیں گے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 4244 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ گناہوں سے بہترین روک تھام ہے، جس پر مسلمانوں کو دھیان دینا چاہیے۔

حقیقی صبر

صحیح بخاری نمبر 1302 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مشکل کے وقت حقیقی صبر کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے، صبر وہ ہے جب کوئی شخص اپنے قول و فعل پر قابو رکھتا ہے تاکہ جب بھی انہیں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ حقیقی صبر کسی آفت کے دوران ظاہر ہوتا ہے، مشکل کے آغاز سے ہی۔ کسی مشکل کی حقیقت کو قبول کرنا، جیسے کسی عزیز کی موت، آخر کار وقت گزرنے کے ساتھ سب کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ قبولیت ہے سچا صبر نہیں۔

لہذا مسلمانوں کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے صبر کریں اور یہ یقین رکھتے ہوئے کہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ منتخب کرتا ہے اس میں شامل ہر فرد کے لیے بہترین ہے، چاہے وہ انتخاب کے پس پردہ حکمتوں کا مشاہدہ کرنے میں ناکام رہے۔ اس کے بجائے، انہیں ان کئی بار غور کرنا چاہیے جب انہیں یقین تھا کہ ابھی تک کوئی چیز اچھی تھی، وہ بری اور اس کے برعکس ختم ہوئی۔ انسانوں کی انتہائی کم نظری اور محدود علم اور اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم و حکمت کو سمجھنا ایک مسلمان کو مشکل کے آغاز سے ہی صبر کا مظاہرہ کرنے میں مدد فراہم کر سکتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کسی نفس پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، اس لیے کسی کو یہ عذر نہیں چھوڑتا کہ وہ صبر کا مظاہرہ نہ کرے اور قول و فعل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھے۔ ایک مشکل کا آغاز باب 2 البقرہ، آیت 286۔

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

اس کے علاوہ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کے آخری دم تک صبر کا مظاہرہ کرتے رہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک شخص صبر کا اجر آسانی سے کھو سکتا ہے یہاں تک کہ اگر وہ شروع سے ہی صبر کر رہا تھا، اور بے صبری کا مظاہرہ کر کے لائن سے نیچے۔ یہ شیطان کا ایک انتہائی مہلک جال ہے۔ وہ عشروں تک صبر کے ساتھ صرف ایک مسلمان کا ثواب برباد کرنے کا انتظار کرتا ہے۔ قرآن پاک واضح کرتا ہے کہ ایک مسلمان کو اس کا اجر ملے گا جو وہ قیامت تک لے کر آئیں گے، یعنی جب وہ مر جائیں گے تو اپنے ساتھ لے جائیں گے، یہ اعلان نہیں کرتا کہ وہ صرف ایک عمل کرنے کے بعد ثواب حاصل کریں گے، جیسے کہ شروع میں صبر کرنا۔ ایک مشکل کی باب 6 الانعام، آیت 160:

"...جو شخص [قیامت کے دن] نیک عمل لے کر آئے گا"

مسلمانوں کے حقوق

صحیح بخاری نمبر 1240 میں موجود ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق درج کیے ہیں۔

سب سے پہلے، وہ سلام کا جواب دیں، خواہ جواب دینا ان کی خواہشات کے خلاف ہو۔ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی تقریر اور عمل کے ذریعے دوسروں کے ساتھ امن اور مہربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عملی طور پر امن کے اسلامی سلام کو پورا کرنا چاہیے۔ کسی کو سلام کا اسلامی سلام پیش کرنا اور پھر اس کے فعل یا دوسرے الفاظ سے اسے نقصان پہنچانا انتہائی منافقانہ ہے۔ اس کے علاوہ، یہ امن دوسروں کو بھی دکھایا جانا چاہئے جو موجود نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر، دو مسلمان جو ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ اپنی بات یا عمل سے بھی دوسروں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اسلامی سلام کا صحیح مفہوم یہی ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلی چیز جس کی نصیحت کی گئی ہے وہ بیمار کی عیادت ہے۔ ایک مسلمان کو بیمار مسلمانوں کی عیادت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ ان کی جسمانی اور نفسیاتی مدد ہو۔ تمام بیمار مسلمانوں کی عیادت کرنا مشکل ہوگا لیکن اگر ہر مسلمان کم از کم اپنے بیمار رشتہ داروں کی عیادت کرے تو بیماروں کی اکثریت کو یہ سہارا ملے گا۔ ایک مسلمان کو بیمار شخص اور ان کے گھر والوں سے ملنے سے پہلے ان سے رابطہ کرنا چاہیے تاکہ مناسب وقت کا بندوبست کیا جا سکے۔ ہر قسم کی فضول اور گناہ والی باتوں اور کاموں سے پرہیز کرنا چاہیے، جیسے کہ گپ شپ، ورنہ مسلمان برکت کے بجائے گناہ ہی کمائے گا۔ انہیں زیادہ دیر تک نہیں رہنا چاہئے تاکہ بیمار شخص یا ان کے گھر والوں کو تکلیف نہ ہو۔

اس کے بعد، ایک مسلمان کو، جب ممکن ہو، دوسرے مسلمانوں کے جنازے میں شرکت کرنی چاہیے، کیونکہ ہر شریک میت کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہے اور موت کی یاد دلانے اور اس کے لیے عملی طور پر تیاری کرنے سے فائدہ اٹھاتا ہے، جس میں عطا کی گئی نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والا۔ جس طرح کوئی شخص چاہتا ہے کہ

دوسرے ان کے جنازے میں شرکت کریں اور ان کے لیے دعا کریں، انہیں بھی دوسروں کے لیے ایسا کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ، جنازے میں شرکت کرنا اس بات کا تعین کرنے کا ایک بہترین طریقہ ہے کہ آیا متوفی کے خاندان کو کسی اور مدد کی ضرورت ہے، جیسے کہ مالی مدد۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے وسائل کے مطابق ان کی مدد کرے جس طرح وہ اپنی ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ کی مدد چاہتا ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دوسروں کی مدد کرنے والا اس کی نصرت حاصل کرے گا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6853 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

اگلی بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو کھانے اور اجتماعی تقریبات کی دعوت قبول کرنی چاہیے، بشرطیکہ کوئی غیر شرعی یا ناپسندیدہ کام انجام نہ دیا جائے، جو کہ اس زمانے میں بہت کم ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ بعض مسلمان ایسے سماجی پروگراموں میں شرکت کرتے ہیں جہاں غیر قانونی یا ناپسندیدہ چیزیں ہوتی ہیں اور اپنے اعمال کی تائید کے لیے اس حدیث کا حوالہ دیتے ہیں۔ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے آسمانی تعلیمات کی غلط تشریح نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ صریح گمراہی اور عذاب الہی کی دعوت ہے۔ اجتماعی تقریبات میں شرکت کرنی چاہیے جہاں حلال چیزیں ہوتی ہیں اور فائدہ مند دنیوی اور دینی باتیں ہوتی ہیں۔ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ہوشیار رہنا چاہیے کہ وہ فضول اور برے کاموں اور تقریروں سے اجتناب کریں بصورت دیگر اجتماعیت سے بچنا ان کے لیے بہتر ہے۔

آخر میں، زیر بحث مرکزی حدیث مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے ختم ہوتی ہے کہ چھینک آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے مسلمان کے لیے دعا کریں۔ عام طور پر، یہ انسان کو ہمیشہ دوسروں، خاص طور پر مسلمانوں کے ساتھ مثبت انداز میں سوچنے اور برتاؤ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کریں، اس طرح ان سے کسی قسم کی شکرگزاری کی خواہش اور امید نہ رکھیں، جیسا کہ ان کی طرف سے دعا۔ سیدھے الفاظ میں، کسی کو دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہئے جیسا وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے ساتھ سلوک کریں۔

دوسروں کو چھوڑنا

صحیح مسلم نمبر 6534 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ ایک مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو تین دن سے زیادہ ترک کرے۔

یہ ان لوگوں پر لاگو ہوتا ہے جو دنیاوی وجوہات کی بنا پر دوسرے مسلمانوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر چہ کسی کو مذہبی وجہ سے ترک کرنا جائز ہے، لیکن اسلام کی تعلیمات کے مطابق اس کے ساتھ تعلق قائم رکھنا اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا فریضہ جاری رکھنا بہت افضل ہے۔ یہ طرز عمل گناہگاروں کو اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے توبہ کرنے کی ترغیب دینے میں ان کو ترک کرنے سے کہیں زیادہ مؤثر ثابت ہوگا۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ نیکی کے کاموں میں دوسروں کی مدد کرتا رہے اور برے کاموں سے روکتا رہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ متحد ہو جائیں اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں کیونکہ اتحاد طاقت کا باعث بنتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد بہت کم تھی لیکن جب وہ متحد رہے تو تمام امتوں پر غالب آگئے۔ بدقسمتی سے اس اہم فریضے کو پورا نہ کرنا ایک وجہ ہے کہ مسلمانوں کی عمومی طاقت وقت کے ساتھ ساتھ کمزور ہوتی گئی حالانکہ ان کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔

دنیاوی معاملات میں مسلمانوں کو تین دن دیے گئے ہیں جہاں وہ دوسرے مسلمان سے بچ سکتے ہیں۔ اس رعایت کی وجہ یہ ہے کہ غصے پر قابو پانا مشکل ہو سکتا ہے اور اکثر لوگوں کو اس کے حصول کے لیے وقت درکار ہوتا ہے اور دنیاوی مسائل کے ادراک کے لیے وقت درکار ہوتا

ہے کہ تعلقات منقطع ہو جائیں۔ جو لوگ اپنے غصے پر قابو پانے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں انہیں اس رعایت سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور جس سے وہ ناراض ہوتے ہیں اس سے بچنا چاہیے، جیسا کہ اکثر غصے میں کوئی ایسی بات کرتا اور کہتا ہے جس سے دونوں جہانوں میں مزید مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اسلام انسانوں کی ذہنیت کے لیے بالکل موزوں ہے اور اسی لیے ضابطہ اخلاق مرتب کرتے وقت اس کو مدنظر رکھتا ہے۔

جو شخص کسی دوسرے مسلمانوں کو دنیاوی مسائل میں تین دن سے زیادہ چھوڑ دے اسے ڈرنا چاہیے کہ کہیں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس طرح ترک نہ ہو جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتا ہے جیسا کہ وہ دوسروں کے ساتھ کرتے ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 7376 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

جنت کی ضمانت

صحیح بخاری نمبر 6474 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے منہ اور عفت کی حفاظت کرنے والے کو جنت کی ضمانت دی ہے۔

پہلی چیز جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ اپنی بات کی حفاظت پر دلالت کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو ہر قسم کی بری بات سے بچنا چاہیے، جیسے غیبت، کیونکہ قیامت کے دن کسی کو جہنم میں ڈالنے کے لیے صرف ایک ہی برے لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 2314 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ ایک مسلمان کو ہر طرح کی فضول اور فضول باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ اس سے صرف اس کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے جو کہ قیامت کے دن ان کے لیے بڑا پشیمان ہوگا۔ مزید برآں، فضول گفتگو اکثر گناہ سے پہلے کی پہلی سیڑھی ہوتی ہے اس لیے اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔ یا تو اچھا بولنا چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے۔ صحیح مسلم کی حدیث نمبر 176 میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

زیر بحث اہم حدیث بھی حرام کھانے سے بچنے کی تلقین کرتی ہے۔ اس سے انسان کے تمام اعمال رد ہو جائیں گے، خواہ ان کی نیت کچھ بھی ہو۔ صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد نیت ہے اسی طرح اسلام کی ظاہری بنیاد حلال کا حصول اور استعمال ہے۔ اسلام کی ان دو بنیادوں کو درست کیے بغیر انسان نہ تو دنیا میں امن اور کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

زیر بحث اہم حدیث کا دوسرا پہلو مسلمانوں کو نصیحت کرتا ہے کہ وہ اپنی عفت کی حفاظت کریں، ناجائز تعلقات سے اجتناب کریں۔ ایک مسلمان کو اس کے حصول کا راستہ دیا گیا ہے یعنی

نکاح۔ اگر کوئی مسلمان شادی کرنے کی صحیح پوزیشن میں نہیں ہے، جیسے کہ مالی، تو اسے کثرت سے روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ اس سے جسمانی خواہشات کم ہوتی ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 1905 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ اپنی عفت کی حفاظت بہت ضروری ہے، کیونکہ ناجائز تعلقات ہمیشہ ناپسندیدہ اور محروم اولاد کا باعث بنتے ہیں، اپنے ساتھیوں کے حقوق ادا کرنے میں ناکامی اور گھر ٹوٹ جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں جرائم میں اضافہ ہوتا ہے۔، ذہنی خرابی اور دیگر سماجی مسائل بڑے پیمانے پر۔

آخر کار چونکہ یہ دونوں پہلو مل کر جنت کی طرف لے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ المعجم الاوسط نمبر 992 میں ایک حدیث میں شادی کرنے کو نصف ایمان کی تکمیل قرار دیا گیا ہے۔

جنت میں داخل ہونا

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 28 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین خصلتوں کی نصیحت فرمائی جو مسلمان کو جنت میں لے جاتی ہیں۔

پہلا حلال کھانا کھایا جائے۔ اس میں کسی کی زندگی کے کسی بھی پہلو میں غیر قانونی، جیسے دولت، حاصل کرنے اور استعمال کرنے سے گریز کرنا شامل ہے۔ صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ حرام رزق استعمال کرنے والے مسلمان کے اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوں گے۔ حلال رزق کا حصول اسلام کی بنیاد ہے، اس کے بغیر کامیابی ممکن نہیں۔ جیسا کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ان کے لیے حلال رزق مختص کیا گیا تھا، صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود حدیث کے مطابق، ایک مسلمان کو چاہیے کہ اسے حاصل کرنے کے لیے اپنی طاقت اور وسائل کو پورا یقین رکھتے ہوئے استعمال کرے۔ وہ اسے وصول کریں گے۔ یہ انہیں غیر قانونی کی پیروی کرنے سے روک دے گا۔

دوسری خصوصیت جس کا ذکر مرکزی حدیث میں کیا گیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر عمل کرنا ہے۔ اس کا مطلب صرف انہیں سیکھنا نہیں ہے بلکہ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ ان پر عمل کرنا بھی شامل ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ ایک مسلمان کو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے کبھی بھی یہ نہیں لینا چاہیے کہ کن روایات پر عمل کیا جائے اور نہ ہی ان کی غلط تشریح کرے۔ وہ اپنی روایات کے معنی کی ترجیح کی ترتیب کو دوبارہ ترتیب نہ دیں، پہلے قائم شدہ روایات پر عمل کیا جائے اور اس کے بعد غیر قائم شدہ مفہوم یعنی غیر منظم روایات پر عمل کیا جائے۔ جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجید کا عملی نمونہ ہیں، ان کے نقش قدم پر عمل پیرا ہوئے بغیر دنیا یا آخرت میں کامیابی اور امن کا حصول ممکن نہیں۔

باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا ”
“اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔“

زیر بحث مرکزی حدیث میں جو آخری خصوصیت بیان کی گئی ہے وہ اپنے نقصان کو لوگوں سے دور رکھنا ہے۔ اس کو پورا کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث کے مطابق کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان یا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے زبانی اور جسمانی نقصان کو کسی شخص اور اس کے مال سے دور نہ رکھے، خواہ اس کا مذہب کوئی بھی ہو۔ جو دوسروں کے ساتھ زیادتی کرتا ہے وہ دیکھے گا کہ قیامت کے دن انصاف ہو گا۔ وہ مجبور ہوں گے کہ وہ اپنی نیکیاں اپنے متاثرین کو دیں اور اگر ضرورت پڑے تو ان کے گناہ لے لیں۔ یہ ان کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس کے بجائے دوسروں کے ساتھ 6579 وہی سلوک کرنا چاہیے جو وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ نہ صرف اپنے نقصان کو دوسروں سے دور رکھیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اپنے وسائل کے مطابق دوسروں کی مدد بھی کریں گے۔

قرآن پاک کی پیروی کرنا

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 30 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ قرآن کریم قیامت کے دن شفاعت کرے گا۔ جو لوگ زمین پر اپنی زندگی کے دوران اس کی پیروی کرتے ہیں وہ قیامت کے دن اس کے ذریعہ جنت میں لے جائیں گے۔ لیکن جو لوگ زمین پر اپنی زندگی کے دوران اس کو نظر انداز کرتے ہیں وہ دیکھیں گے کہ یہ انہیں قیامت کے دن جہنم میں دھکیل دے گا۔

قرآن پاک ہدایت کی کتاب ہے۔ یہ محض تلاوت کی کتاب نہیں ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قرآن پاک کے تمام پہلوؤں کو پورا کرنے کی کوشش کریں تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ یہ دونوں جہانوں میں کامیابی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ پہلا پہلو اسے صحیح اور باقاعدگی سے پڑھنا ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ اسے کسی معتبر عالم کے ذریعے سمجھ لیا جائے۔ اور آخری پہلو یہ ہے کہ اس کی تعلیمات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق عمل کیا جائے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ قرآن پاک پر صحیح طریقے سے عمل کریں، جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی، قرآن پاک کا عملی نفاذ ہے۔ ایسا سلوک کرنے والوں کو دنیا کی ہر مشکل سے رہنمائی اور قیامت کے دن اس کی شفاعت کی بشارت دی جاتی ہے۔

باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

لیکن جیسا کہ مرکزی حدیث سے متنبہ کیا گیا ہے کہ قرآن کریم صرف ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو اس کے پہلوؤں پر صحیح طریقے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے گریز کرتے ہیں یا جان بوجھ کر اس کی غلط تشریح کرتے ہیں اور بجائے اپنی خواہشات کے مطابق عمل کرتے ہیں وہ قیامت کے دن اس صحیح ہدایت اور اس کی شفاعت سے محروم رہیں

گے۔ درحقیقت دونوں جہانوں میں ان کا مکمل نقصان اس وقت تک بڑھے گا جب تک کہ وہ سچے
دل سے توبہ نہ کریں۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "
قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

آخر میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ قرآن پاک اگرچہ دنیاوی مسائل کا علاج ہے لیکن مسلمان کو
صرف اس مقصد کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ یعنی قرآن کریم کو ایک آلے کی طرح سمجھ
کر نہ صرف اس کی تلاوت کریں تاکہ وہ اپنے دنیاوی مسائل کو حل کر سکیں، جسے مشکل کے
وقت دور کیا جاتا ہے اور پھر مسئلہ حل ہونے پر اسے دوبارہ ٹول باکس میں رکھ دیا جاتا ہے۔
قرآن کریم کا بنیادی کام دنیا کی مشکلات میں رہنمائی کرنا ہے تاکہ آخرت میں محفوظ طریقے
سے پہنچ سکے۔ یہ مقصد قرآن کریم کو سمجھے اور اس پر عمل کیے بغیر پورا ہونا ممکن نہیں۔
اندھی تلاوت ہی کافی نہیں ہے۔ اس اہم کام کو نظر انداز کرنا اور اسے صرف اپنے دنیاوی مسائل
کے حل کے لیے استعمال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ ایک سچے مسلمان کے طرز عمل کے
خلاف ہے۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جو بہت سے مختلف لوازمات کے ساتھ کار خریدتا ہے
لیکن اسے نہیں چلایا جا سکتا، جو کہ کار کا بنیادی مقصد ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ
شخص محض بے وقوف ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 82

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ "
ظالموں کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔

عبادت سے بہتر ہے۔

سنن ابن ماجہ نمبر 219 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ قرآن پاک کی ایک آیت سیکھنا 100 رکعتیں نفل نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور اسلامی علم کا ایک موضوع سیکھنا، خواہ کوئی اس پر عمل نہ بھی کرے، نفلی نماز کے چکروں سے بہتر ہے۔ 1000

کسی آیت کو سیکھنے میں مطالعہ کرنا اور اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ اس کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں عملی طور پر نافذ کرنا۔ اور یہ جاننا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو یہ اجر تبھی ملے گا جب وہ اپنے سیکھے ہوئے علم کے موضوع پر خلوص دل سے عمل کرنے کی کوشش کرے گا اور موقع ملنے پر اسے عملی طور پر نافذ کرے گا۔ صرف اس صورت میں جب کسی کو اپنے اسلامی علم کے موضوع پر عمل کرنے کا موقع نہیں ملے گا تو وہ 1000 رکعت نماز پڑھنے کا ثواب حاصل کرے گا، چاہے وہ اس پر عمل ہی کیوں نہ کرے۔ یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی نیت کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور جزا دیتا ہے اور اس لیے موقع ملنے پر صدق دل سے عمل کرنے والوں کو اجر عطا کرتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

آخر میں، جیسا کہ زیر بحث مرکزی حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا رضاکارانہ عبادت سے بہت افضل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت عربی زبان نہیں سمجھتی ہے اور اس لیے ان کے طرز عمل اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو مثبت انداز میں بہتر کرنے کا امکان کم ہے کیونکہ وہ اس زبان کو نہیں سمجھتے جو وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ، علم سیکھنا اور اس پر عمل کرنا کسی کو بہتر کے لیے تبدیل کرنے کی ترغیب دینے کا زیادہ امکان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مسلمان کئی دہائیاں رضاکارانہ عبادت میں گزارتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ یا لوگوں کے ساتھ اپنے رویے میں ذرا بھی بہتری نہیں لاتے۔ اب تک یہ عمل کا بہترین طریقہ نہیں ہے۔

اس کے علاوہ، کوئی شخص اپنے روزمرہ کے کاموں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت نہیں کرسکتا اور نہ ہی بغیر علم کے لوگوں کے حقوق کو صحیح طریقے سے ادا کرسکتا ہے۔ جاہل انسان بغیر احساس کے گناہ کرے گا کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کن اعمال کو گناہ سمجھا جاتا ہے۔ ایک جاہل شخص اکثر اعمالِ صالحہ کو اپنی پوری شرائط اور آداب کے ساتھ انجام دینے میں ناکام رہتا ہے، اس لیے اس کی بہت سی عبادتیں ناقص ہو جاتی ہیں۔ جبکہ علم والے نیک اعمال کم کریں گے لیکن وہ ان کو صحیح طریقے سے انجام دیں گے اس طرح جاہل عبادت گزار سے زیادہ ثواب حاصل کریں گے۔

پانچ سوالات

جامع ترمذی نمبر 2417 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ قیامت کے دن آدمی کے پاؤں اس وقت تک نہیں ہلے گے جب تک کہ وہ پانچ سوالوں کا جواب نہ دے دے۔

پہلا ان کی زندگی کے بارے میں ہے اور انہوں نے اس کے ساتھ کیا کیا۔ اس سے مراد ایک شخص کو دیا گیا وقت ہے۔ ایک مسلمان کو سمجھنا چاہیے کہ موت اکثر غیر متوقع وقت پر آتی ہے۔ ایک مسلمان کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ وہ بڑھاپے کو پہنچ جائیں گے، کیونکہ بہت سے لوگ ایسا ہونے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔ حقیقت میں، اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کسی کی عمر کتنی ہی پہنچ جاتی ہے، ہر کوئی تسلیم کرتا ہے کہ اس کی زندگی ایک جھلک میں گزری۔ ایک مسلمان کو یہ یقین نہیں ہونا چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے، جیسے کہ مسجد میں باجماعت نماز کے لیے جانا، جب وہ بوڑھے ہو جائیں، کیونکہ یہ خواہش مندانہ سوچ ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اس عمر کو پہنچ جائے، کیونکہ وہ اپنی زندگی میں مادی دنیا میں بہت زیادہ مشغول تھے، ان کے ماحول میں تبدیلی کا ان کے کردار اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر بہت کم مثبت اثر پڑے گا۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں تاخیر کرنے کے بجائے اس وقت کو استعمال کرے جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ اس پر ہو جو شخص اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کریں، قطع نظر اس کے کہ وہ کتنے ہی عرصے تک زندہ رہیں۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

لیکن جو اپنے وقت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں ناکام رہے وہ اسے فضول کاموں میں ضائع کرتے ہوئے پائے گا جس کی وجہ سے وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ انہوں نے اپنے وسائل کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال نہیں کیا۔ .
باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

اپنے وقت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں ناکامی بھی قیامت کے دن بہت زیادہ افسوس کا باعث ہوگی، خاص طور پر جب وہ اپنے وقت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے والوں کے اجر کا مشاہدہ کریں۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلا سوال ان کے علم کے بارے میں ہوگا اور انہوں نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مفید دنیوی اور دینی علوم کے حصول کی کوشش کریں اور اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ وہ اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے، اسلام کی تعلیمات کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے اس پر عمل کریں۔ لوگوں کے حقوق کو صحیح طریقے سے پورا کریں۔ جو جاہل رہتا ہے یا اپنے علم پر عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے اس کی دونوں جہانوں میں کامیابی کا امکان نہیں۔ ایک شخص اپنے مطلوبہ مقام پر تبھی پہنچ پائے گا جب وہ پہلے صحیح راستہ تلاش کرے اور پھر اس سے نیچے کا سفر کرے۔ لیکن اگر کوئی شخص صحیح راستے کے معنی تلاش کرنے، علم حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے، یا اس پر عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے، یعنی اپنے علم پر عمل کرتا ہے، تو وہ اپنی مطلوبہ منزل یعنی دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں کامیابی حاصل نہیں کر سکے گا۔ مفید علم جس پر عمل کیا جائے وہ تمام بھلائیوں کا باعث بنتا ہے، جبکہ علم کا غلط استعمال دونوں جہانوں میں مصیبت کا باعث بنتا ہے۔

تیسرا اور چوتھا سوال قیامت کے دن لوگوں سے ان کی دولت کے بارے میں کیا جائے گا، خاص طور پر، انہوں نے اسے کیسے کمایا اور کیسے خرچ کیا۔ سب سے پہلے، مسلمانوں کو اس بات

کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ صرف حلال مال حاصل کریں اور مشتبہ یا ناجائز دولت سے بچیں۔ ناجائز دولت صرف اس کے تمام اعمال صالحہ کو رد کرنے کا باعث بنتی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اگر کسی کی بنیاد ہی حرام پر 2342 ہو تو اس سے نکلنے والی ہر چیز کو حرام سمجھا جائے گا اور اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے رد کر دیا ہے۔ جس طرح اسلام کی اندرونی بنیاد نیت ہے اسی طرح اسلام کی خارجی بنیاد حلال کا حصول اور استعمال ہے۔ ایک مسلمان حلال مال حاصل کرنے اور اسے حلال چیزوں پر خرچ کرنے میں آزاد ہے، جیسے کہ اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو بغیر فضول خرچی، اسراف یا اسراف کے پورا کرنا۔ دولت دونوں جہانوں میں انسان کے لیے بڑی نعمت بن سکتی ہے جب اسے صحیح طریقے سے حاصل کیا جائے اور خرچ کیا جائے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو یہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے بڑی ندامت بن جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 6444 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ قیامت کے دن مالداروں کو بہت کم بھلائی ملے گی، سوائے ان لوگوں کے جو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ ، عالی۔ فضول چیزوں پر خرچ کرنے سے پہلے اس عظیم اجر کو کھونے پر غور کرنا چاہیے جو قیامت کے دن ان لوگوں کو ملے گا جنہوں نے اپنا مال صحیح طریقے سے خرچ کیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ صرف ان طریقوں پر خرچ کریں گے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں، اور گناہ اور فضول خرچ سے بچتے ہیں۔

آخری سوال کسی کے جسم کے بارے میں ہوگا اور اس نے اسے کیسے استعمال کیا۔ لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے جسم کے ہر عضو مثلاً بصارت اور سماعت کو صحیح طریقے سے استعمال کرے جیسا کہ اسلام نے تجویز کیا ہے۔ یہ سچا شکر ہے اور اس لیے مزید برکات کا باعث بنتا ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ کروں گا۔“

اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ بری اور فضول باتوں سے اجتناب کریں، کیونکہ آخر الذکر کو قیامت کے دن بہت زیادہ پشیمانی ہوگی اور یہ اکثر بری باتوں کا باعث بنتا ہے۔ جو اچھا ہو وہ بولے یا خاموش رہے۔

اس کے علاوہ، انہیں اپنی جسمانی طاقت کو ان طریقوں سے استعمال کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں، اس سے پہلے کہ وہ اس دن تک پہنچ جائیں جب وہ اسے کھو بیٹھیں اور نیک اعمال انجام دینے کے قابل نہ ہوں۔ امید ہے کہ جو اپنی طاقت کو صحیح طریقے سے استعمال کرے گا اللہ تعالیٰ ان کی کمزوری کے وقت ان کی مدد فرمائے گا۔ درحقیقت، جو اپنی صحت کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے، اسے بیمار ہونے پر بھی وہی ثواب ملے گا، چاہے وہ اب وہی نیک اعمال انجام نہ دے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی حدیث المفرد نمبر 500 میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

آخر میں، ایک مسلمان کو اپنی جسمانی اور زبانی نقصان کو دوسروں کے نفس اور مال سے دور رکھنا چاہیے، کیونکہ یہ ایک سچے مسلمان اور مومن کی نشانی ہے۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

اچھے کو پیچھے چھوڑنا

جامع ترمذی نمبر 1376 کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض ایسے اعمال صالحہ کی نصیحت فرمائی جو ایک مسلمان کو ان کی وفات کے بعد بھی فائدہ پہنچاتے رہیں، یعنی جاری صدقہ، مفید علم اور نیک اولاد جو دعا کرنے والا ہو۔ ان کے فوت شدہ والدین

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دنیاوی ورثے آتے جاتے ہیں۔ کتنے امیر اور طاقتور لوگوں نے بڑی بڑی سلطنتیں صرف اس لیے بنائی ہیں کہ ان کے مرنے کے فوراً بعد انہیں توڑ دیا جائے اور انہیں بھلا دیا جائے۔ ان میں سے کچھ وراثت سے پیچھے رہ جانے والی چند نشانیاں صرف لوگوں کو ان کے نقش قدم پر نہ چلنے کی تنبیہ کرنے کے لیے پائی جاتی ہیں۔ اس کی مثال فرعون کی عظیم سلطنت ہے۔ اسلام نہ صرف مسلمانوں کو نیک اعمال کی صورت میں اپنے آگے آخرت کے لیے برکتیں بھیجنے کا درس دیتا ہے بلکہ یہ مسلمانوں کو یہ بھی سکھاتا ہے کہ وہ اپنے پیچھے ایک خوبصورت میراث چھوڑیں جس سے وہ اور دوسرے لوگ فائدہ اٹھا سکیں۔ بدقسمتی سے بہت سے مسلمان اپنے مال و جائداد کے بارے میں اس قدر فکر مند ہیں کہ وہ انہیں چھوڑ کر ہی چلے جاتے ہیں جس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ہر مسلمان کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف نہیں بنایا جانا چاہئے کہ ان کے پاس اپنے لئے میراث بنانے کے لئے کافی وقت ہے، کیونکہ موت کا لمحہ نامعلوم ہے اور اکثر لوگوں پر غیر متوقع طور پر حملہ آور ہوتا ہے۔ آج کا دن ہے کہ ایک مسلمان کو اپنے پیچھے چھوڑے جانے والے ورثے پر صحیح معنوں میں غور کرنا چاہیے اور اگر یہ صالح ہے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہیے، جس نے انہیں ایسا کرنے کی توفیق بخشی۔ لیکن اگر کوئی ایسی چیز ہے جو ان کے لیے فائدہ مند نہیں ہے تو وہ کوئی ایسی چیز تیار کریں جو ان کے مرنے کے بعد ان کے لیے فائدہ مند ہو، تاکہ وہ نہ صرف آخرت کے لیے نیکی بھیجیں بلکہ نیکی بھی پیچھے چھوڑ جائیں۔ امید ہے کہ جو اس طرح خیر میں گھرا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔

صحیح حدیث میں جاری صدقہ میں ہر وہ چیز شامل ہے جس سے مخلوق فائدہ اٹھاتی رہے، جیسے پانی کا کنواں۔ جب تک مخلوق اس سے فائدہ اٹھاتی رہے گی عطیہ کرنے والے کو مرنے کے بعد بھی ثواب ملتا رہے گا۔

مفید علم میں دنیوی اور دینی دونوں علم شامل ہیں جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ سنن ابوداؤد نمبر 3641 میں موجود حدیث کے مطابق مفید علم کو پیچھے چھوڑنا تمام انبیاء علیہم السلام کی روایت ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مال و دولت کو پیچھے چھوڑنے کی بجائے اس روایت کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ اہم حدیث کا یہ حصہ مفید علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی بھی ترغیب دیتا ہے، جیسا کہ دوسروں کو سکھانے سے پہلے اسے سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی سیکھنے اور سکھانے کے لیے جدوجہد کرتا ہے، تو اسے کسی اور کے لیے سیکھنے اور سکھانے کا اہتمام کرنا چاہیے، جیسا کہ علم کے طالب علم کی سرپرستی کرنا۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ علم کے اس طالب علم کے ذریعہ پھیلانے گئے کسی بھی مفید علم کے اجر کا پورا حصہ حاصل کریں۔

بنیادی حدیث میں مذکور حتمی بات تب ہی پوری ہو سکتی ہے جب کوئی اپنے بچے کی پرورش اسلامی تعلیمات کے مطابق کرے۔ ورنہ وہ اپنے فوت شدہ والدین کی طرف سے اخلاص کے ساتھ دعا کرنے کی زحمت گوارا نہیں کریں گے۔ اس کو حاصل کرنے کا بہترین طریقہ مثال کے طور پر رہنمائی کرنا ہے۔ مطلب، والدین کو اسلامی تعلیمات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے اور اپنے بچے کے لیے عملی نمونہ بننا چاہیے۔ ایسا سلوک کرنے والا یہ پائے گا کہ ان کا بچہ ان کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد ان کے لیے باعث برکت بن جاتا ہے جیسا کہ ان کا بچہ ان کے لیے صدق دل سے دعا کرتا رہے گا۔

لعنت کیا ہے؟

جامع ترمذی نمبر 2322 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اس مادی دنیا کی ہر چیز پر لعنت ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے، جو اس سے مربوط ہے، علم والا۔ شخص اور علم کا طالب علم۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر ذکر کے تمام درجات پر محیط ہے۔ یعنی اندرونی خاموش یاد، جس میں اپنی نیت کو درست کرنا شامل ہے تاکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر زبان سے کرنا، جو یا تو اچھی بات کہنے یا خاموش رہنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور سب سے اہم درجہ عملاً اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے، اس کے احکام کو بجا لانا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنا ہے۔ جو ایسا کرتا ہے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کا استعمال کریں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ باب: النحل، آیت 97 16

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف لے جاتی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت شامل ہے، جیسے کہ مادی دنیا میں اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کوشش کرنا، اسلام کی تعلیمات کے مطابق فضول خرچی کے بغیر، حد سے زیادہ یا اسراف۔ درحقیقت، اس میں کوئی بھی ایسا عمل شامل ہے جو دنیاوی یا دینی معلوم ہوتا ہو، جب تک کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت شامل ہو۔

علم والا اور طالب علم دونوں ہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صحیح اطاعت کریں گے کیونکہ علم کے بغیر یہ حصول ممکن نہیں۔ ایک جاہل شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے، اس کا احساس بھی نہیں ہوتا، کیونکہ وہ اس بات سے بے خبر ہوتے ہیں کہ گناہ یا نیک عمل کیا ہے۔ کچھ معاملات میں، کوئی یہ بھی مان سکتا ہے کہ وہ سختی سے اس کی اطاعت کر رہے ہیں حالانکہ وہ اس سے بہت دور ہیں۔ اہل علم اور علم کا طالب علم جانتے ہیں کہ انہیں جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرنا ہے۔ لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ اپنے علم پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنا چاہیے، عمل کے بغیر علم فائدہ مند نہیں۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، حقیقت میں مادی دنیا میں کوئی بھی چیز اپنے آپ میں ملعون نہیں ہے۔ یہ اس طرح ہے کہ کسی چیز کا استعمال کیا جاتا ہے جو اس بات کا تعین کرتا ہے کہ آیا یہ لعنت ہے یا نہیں۔ مثال کے طور پر اگر دولت اسلامیہ کی تعلیمات کے مطابق صحیح طریقے سے استعمال کی جائے تو یہ دونوں جہانوں میں بہت بڑی نعمت ہے۔ لیکن اگر اس کا غلط استعمال یا ذخیرہ اندوزی کی گئی تو یہ دونوں جہانوں میں اس کے مالک کے لیے لعنت بن جائے گی۔ یہ اس دنیا کی ہر چیز پر لاگو ہو سکتا ہے۔

بہترین اور بدتر مقامات

صحیح مسلم نمبر 1528 کی ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب جگہیں مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہیں بازار ہیں۔

اسلام مسلمانوں کو مساجد کے علاوہ کسی اور جگہ جانے سے منع نہیں کرتا اور نہ ہی انہیں ہمیشہ مساجد میں رہنے کا حکم دیتا ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ باجماعت نماز کے لیے مساجد میں جانے اور مذہبی اجتماعات میں شرکت کو ترجیح دیں، بازاروں اور دیگر مقامات پر غیر ضروری طور پر جانے سے زیادہ۔

جب ضرورت پیش آئے تو دوسری جگہوں مثلاً شاپنگ سینٹرز میں جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن مسلمان کو غیر ضروری طور پر وہاں جانے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ یہ وہ جگہیں ہیں جہاں گناہ زیادہ ہوتے ہیں۔ جب بھی وہ دوسری جگہوں پر جاتے ہیں تو انہیں اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں، جس میں دوسروں پر ظلم کرنا بھی شامل ہے۔ انہیں ضرورت سے زیادہ میل جول سے بچنا چاہیے، کیونکہ یہ معاشرے میں ہونے والے اکثر گناہوں کا سبب ہے۔

مساجد سے مراد گناہوں سے پناہ گاہ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے ایک آرام دہ جگہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ مقدس روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا شامل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ایک طالب علم لائبریری سے استفادہ کرتا ہے، جیسا کہ یہ مطالعہ کے لیے ایک ماحول ہے، اسی طرح مسلمان مساجد سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، کیونکہ ان کا مقصد مسلمانوں کو مفید علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دینا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر سکیں۔ صحیح طریقے سے

مساجد اپنے ایک مقصد کو یاد دلانے کے لیے بھی ایک بہترین جگہ ہیں، جو کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی خوشنودی کے لیے استعمال کرتے ہوئے خلوص دل سے اللہ کی اطاعت کرنا ہے۔ مساجد بھی لوگوں کو اپنی سرگرمیوں کو صحیح طریقے سے ترجیح دینے کی ترغیب دیتی ہیں، تاکہ وہ اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کر سکیں، آخرت کے لیے مناسب تیاری کر سکیں اور اعتدال کے ساتھ حلال لذتوں سے لطف اندوز ہو سکیں۔ جو شخص مساجد سے اجتناب کرتا ہے وہ اکثر اپنا وقت اور وسائل فضول اور فضول کاموں میں ضائع کرتا ہے اور اس وجہ سے وہ دونوں جہانوں میں فائدہ اٹھانے سے محروم رہتا ہے۔

ایک مسلمان کو نہ صرف مساجد کو دوسری جگہوں پر ترجیح دینی چاہیے بلکہ وہ دوسروں کو بھی، جیسے کہ اپنے بچوں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دینی چاہیے۔ درحقیقت یہ نوجوانوں کے لیے گناہوں، جرائم اور بری صحبت سے بچنے کے لیے بہترین جگہ ہے جس سے دونوں جہانوں میں مصیبت اور پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ہم میں سے ایک

جامع ترمذی نمبر 1921 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ جو شخص چھوٹوں پر رحم کرنے، بڑوں کا احترام اور حکم دینے میں ناکام رہے تو وہ سچے مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔ نیکی اور برائی سے روکنا۔

تمام لوگوں کے ساتھ ان کے عقیدے، عمر یا سماجی حیثیت سے قطع نظر احترام اور مہربانی سے پیش آنا چاہیے۔ درحقیقت، کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ اور اس میں بلاشبہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ، کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان یا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے زبانی اور جسمانی نقصان کو دوسروں اور اپنے مال سے دور نہ رکھے۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

نوجوانوں پر رحم کرنے میں ان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف رہنمائی کرنا، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دنیاوی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کریں گے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

نوجوانوں کو سبق سکھانا مثال کے طور پر رہنمائی کے ذریعے کیا جانا چاہئے، کیونکہ یہ دوسروں خصوصاً نوجوانوں کی رہنمائی کا سب سے مؤثر طریقہ ہے۔ انہیں صرف اچھے لوگوں کا ساتھ دینے کی ترغیب دی جانی چاہئے کیونکہ ایک شخص اپنے ساتھیوں کی منفی یا مثبت خصوصیات کو اپناتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ آخر میں انہیں یہ بتانا چاہیے کہ اسلام ایک سادہ اور آسان مذہب ہے جو انہیں کافی حلال تفریح کی اجازت دیتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4835 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ نوجوانوں پر رحم کرنے سے وہ دوسروں پر بھی رحم کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ دوسروں پر رحم کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحم کرتا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 7376 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

بزرگوں کا احترام کرنے میں ان کے ساتھ صبر کرنا اور ان سے بحث نہ کرنا شامل ہے۔ ایک مسلمان بڑوں سے اختلاف کر سکتا ہے لیکن حسن اخلاق اور احترام کا ہر حال میں خیال رکھنا چاہیے۔ ان کی ہر وقت مدد کی جانی چاہیے جس میں جسمانی، جذباتی اور مالی مدد شامل ہے۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ بزرگوں کا احترام کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اجازت دی جائے۔ برائی پر احترام اور حسن سلوک سے اعتراض کرنا چاہئے اور کسی کی عمر کو اس سے باز نہیں آنا چاہئے۔ زیر بحث مرکزی حدیث کے آخری حصے میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سیدھے الفاظ میں، کوئی بزرگوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جب وہ بوڑھے ہو جائیں گے تو دوسرے ان کے ساتھ کیسا سلوک کریں گے۔

آخر میں، ایک مسلمان کو اسلامی علم کے مطابق نرمی سے نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا چاہیے۔ سختی اکثر لوگوں کو سچائی سے دور دھکیل دیتی ہے۔ جب ممکن ہو، کسی کو ذاتی طور پر دوسروں کو نصیحت کرنی چاہیے، کیونکہ ایسا عوامی طور پر لوگوں کو شرمندہ کر سکتا ہے۔ ایک شرمندہ شخص کے اچھے مشورے پر عمل کرنے کا امکان کم ہوتا ہے۔ ایک مسلمان کو اس فرض کو جاری رکھنا چاہیے خواہ اس سے لوگوں پر کوئی اثر پڑے یا نہ ہو، کیونکہ یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ انہیں ان کی خلوص نیت اور کوششوں کا صلہ ملے گا۔ کسی کو اپنے زیر کفالت افراد کے سلسلے میں اس فرض سے کبھی دستبردار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ان کے زیر کفالت افراد کی رہنمائی کرنا ان کا فرض ہے۔ آخر میں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے مشورے پر اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرے، ورنہ دوسروں کے لیے ان کی نصیحت بے اثر ہو جائے گی۔

برکتیں رکھنا

صحیح بخاری نمبر 6442 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ انسان کا اصل مال وہی ہے جو وہ آخرت کے لیے آگے بھیجتا ہے اور جو کچھ وہ پیچھے چھوڑتا ہے وہ درحقیقت اس کا مال ہے۔ ان کے وارث

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی دولت جیسی زیادہ سے زیادہ برکتیں بھیجیں، جتنی کہ وہ ان کو ایسے طریقوں سے استعمال کر کے آخرت کے لیے بھیجیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں۔ اس میں فضول خرچی، ضرورت سے زیادہ یا اسراف کے بغیر کسی کی ضروریات اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات پر خرچ کرنا شامل ہے۔ صحیح بخاری نمبر 4006 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

لیکن اگر کوئی مسلمان ان کی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال نہیں کرتا ہے تو وہ ان کے لیے دونوں جہانوں میں تناؤ اور عذاب کا باعث بن جائے گا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو بھول چکے ہیں۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

اور اگر وہ ان کو جمع کر کے اپنے وارثوں کے لیے چھوڑ دیں تو ان کو حاصل کرنے کے لیے ان سے حساب لیا جائے گا اگرچہ ان کے جانے کے بعد دوسرے ان سے لطف اندوز ہوں گے۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 2379 میں موجود حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اگر ان کے وارثین نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں گے تو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ملے گا جبکہ اس کو جمع کرنے والا قیامت کے دن خالی ہاتھ رہ جائے گا۔ یا اگر ان کا وارث نعمتوں کا غلط استعمال کرے تو یہ نعمت حاصل کرنے والے اور اس کے وارث دونوں کے لیے بڑا پشیمان ہو جائے گا، خاص طور پر اگر انہوں نے اپنے وارث کو نہیں سکھایا جیسے کہ ان کے بچے کو، کہ نعمتوں کا صحیح استعمال کیسے کریں، جیسا کہ یہ تھا۔ ان پر فرض ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کا خاندان اور وہ تمام دنیاوی نعمتیں جو اس نے جمع کی تھیں ان کو اس کی قبر پر چھوڑ دیں گے اور ان کے پاس صرف ان کے اعمال باقی رہ جائیں گے۔ صحیح بخاری نمبر 6514 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ لہذا انہیں چاہیے کہ وہ اپنی دنیاوی نعمتوں کو نیکیوں میں تبدیل کریں، ان طریقوں سے استفادہ کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کریں، تاکہ وہ انہیں اپنے ساتھ اپنی تنہا قبر میں لے جائیں۔

لہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ اپنی بقیہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے آخرت تک لے جائیں جیسا کہ اسلام نے تجویز کیا ہے۔ بصورت دیگر، وہ اس دنیا میں تنگدستی کی زندگی گزاریں گے، خواہ ان کے پاس ساری دنیا ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ، دلوں کا حاکم، صرف انہی لوگوں کو ذہنی سکون عطا کرتا ہے جو اپنی دنیاوی نعمتوں کو اس کی خوشنودی کے لیے استعمال کرتے ہیں، اور وہ قیامت کے دن خالی ہاتھ اور ندامت سے بھرے رہیں گے۔ باب 18: الکہف، آیات 103-104

کہہ دو کیا ہم تمہیں ان کے اعمال کے لحاظ سے سب سے بڑے خسارے میں رہنے والوں کے ” بارے میں بتائیں؟ وہ لوگ ہیں جن کی محنت دنیوی زندگی میں ضائع ہو جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ کام میں اچھا کر رہے ہیں۔“

دنیا کے غلام

صحیح بخاری نمبر 2886 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال اور عمدہ لباس کے غلاموں پر تنقید کی۔ یہ لوگ جب یہ چیزیں حاصل کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور نہ ملنے پر ناراض ہوجاتے ہیں۔

حقیقت میں، یہ تمام غیر ضروری دنیاوی چیزوں پر لاگو ہوتا ہے۔ یہ تنقید ان لوگوں کی طرف نہیں ہے جو مادی دنیا میں اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک حصہ ہے۔ لیکن اس کا حکم ان لوگوں کی طرف ہے جو یا تو مال حاصل کرنے کے لیے حرام کا پیچھا کرتے ہیں اور اپنی خواہشات اور دوسروں کی خواہشات کی تسکین کے لیے حلال اور غیر ضروری دنیاوی چیزوں کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ یہ طرز عمل انہیں اللہ تعالیٰ کی صحیح طریقے سے اطاعت کرنے سے روکتا ہے۔ اس اطاعت میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا شامل ہے۔ یہ انہیں ان دنیاوی نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکتا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ اور مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

اس کے علاوہ یہ تنقید ان لوگوں کے لیے ہے جو اس وقت بے صبرے ہوتے ہیں جب وہ اس دنیا میں اپنی غیر ضروری خواہشات کو حاصل نہیں کر پاتے۔ یہ رویہ ایک مسلمان کو کنارے پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا سبب بن سکتا ہے۔ یعنی جب وہ اپنی خواہشات کو حاصل کرتے ہیں تو اس کی اطاعت کرتے ہیں لیکن جب وہ ایسا نہیں کرتے ہیں تو وہ غصے سے اس کی اطاعت سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ قرآن کریم نے یہ رویہ اختیار کرنے والے کے لیے دونوں جہانوں میں سخت نقصان سے خبردار کیا ہے۔ باب 22 الحج، آیت 11

اور لوگوں میں سے وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے۔ اگر اسے اچھائی چھو " جاتی ہے، تو اسے تسلی ملتی ہے۔ لیکن اگر وہ آزمائش میں پڑ جائے تو وہ منہ موڑ لیتا ہے۔ اس نے دنیا اور آخرت کھو دی ہے۔ یہی صریح نقصان ہے۔

مسلمانوں کو اس کے بجائے صبر کرنا اور اپنے پاس موجود چیزوں پر قناعت کرنا سیکھنا چاہیے کیونکہ صحیح مسلم نمبر 2420 میں موجود حدیث کے مطابق یہی حقیقی دولت ہے۔ دولت جبکہ مطمئن شخص لالچی نہیں ہوتا، یعنی ضرورت مند، اور یہ انہیں امیر بنا دیتا ہے، خواہ اس کے پاس اس دنیا کا تھوڑا سا بھی ہو۔ ایک مسلمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو وہ عطا کرتا ہے جو ان کے لیے بہتر ہے نہ کہ ان کی خواہشات کے مطابق، کیونکہ یہ اکثر صورتوں میں ان کی تباہی کا باعث بنتا ہے۔ باب 42 اششورہ، آیت 27

اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیتا تو وہ زمین پر ظلم کرتے۔ لیکن وہ جس "مقدار میں چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں سے باخبر اور دیکھنے والا ہے۔

ایک اچھا انجام

جامع ترمذی نمبر 664 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھاتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔

اس صدقہ میں واجب اور رضاکارانہ صدقہ دونوں شامل ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ صدقہ کا مثبت اثر ہوتا ہے کیونکہ دولت اکثر لوگوں کے لیے ایک محبوب دنیاوی چیز ہوتی ہے۔ پس جب وہ اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے چھوڑ دیتے ہیں، اس کو ضرورت مندوں کو دے کر، اللہ تعالیٰ ان سے اپنے غضب کو، جو ان کی نافرمانی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، کو ٹال دیتا ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تو اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل ہو جاتی ہے، جو اس دنیا میں ان کو آنے والی مشکلات، آزمائشوں اور آزمائشوں سے باحفاظت رہنمائی کرے گی، تاکہ جب وہ اپنی موت کو پہنچیں تو اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر کے مر جائیں۔ اعلیٰ، معنی، ایک سچے مسلمان کے طور پر۔

ایک بری موت ہے جب کوئی اپنے ایمان کے بغیر مر جائے۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب کوئی کمزور ایمان رکھتا ہو، جو کہ اسلامی علم سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ جتنا کوئی اسلامی علم حاصل کرے گا اور اس پر عمل کرے گا اتنا ہی اس کا ایمان مضبوط ہوتا جائے گا۔ بری موت اس وقت بھی واقع ہو سکتی ہے جب کوئی کبیرہ گناہوں مثلاً فرض نمازوں کو ترک کرنے پر لگا رہتا ہے۔ یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں کہ یہ شخص آخرت میں کہاں جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 1961 کی ایک حدیث میں یہ نصیحت فرمائی کہ سخی اللہ تعالیٰ کے قریب، لوگوں کے قریب، جنت کے قریب اور قریب ہے۔ جہنم سے دور

لہذا ایک مسلمان کو اپنی عادت بنانی چاہیے کہ وہ اپنے وسائل کے مطابق باقاعدگی سے صدقہ کرتے رہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ معیار کے معنی کو دیکھتا ہے، نہ کہ مقدار کو۔ اللہ تعالیٰ کی رضا

كے لیے كھجور كا ايك پهل بهى مسلمان كو پہاڑ سے بهى زياده ثواب ملے گا۔ اس كى تصديق صحیح مسلم نمبر 2342 ميں موجود حديث سے ہوئی ہے۔

آخر ميں، يہ ياد ركھنا چاہيے كہ صدقہ ميں وہ تمام نيك اعمال شامل ہيں جو دوسروں كى مدد كرتے ہيں، نہ كہ صرف دولت۔ لہذا جس كے پاس مال نہيں ہے اسے چاہيے كہ وہ دوسرے طريقوں سے صدقہ كرے، جيسے كہ دوسروں كو اپنا وقت، توانائى اور جذباتى مدد دينا۔ كم از كم كوئى ايسا كر سكتا ہے كہ وہ اپنے زبانى اور جسمانى نقصان كو دوسروں سے دور ركھے، كيونكہ يہ اپنے آپ كو صدقہ دينا سمجھا جاتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 250 ميں موجود حديث ميں اس كى تلقين كى گئی ہے۔

صدقہ ایک سایہ ہے۔

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 603 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے صدقے کے سائے میں کھڑا ہوگا۔

یہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ یہ حاصل کرنے کے لئے ایک انتہائی اہم نعمت ہے، کیونکہ سورج کو قیامت کے دن تخلیق کے دو میل کے فاصلے پر لایا جائے گا۔ جامع ترمذی نمبر 2421 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ لوگ گرمیوں کے دن کی گرمی کو برداشت کرنے کے لیے تگ و دو کرتے ہیں، وہ قیامت کی گرمی کو بغیر سایہ کے کیسے برداشت کریں گے؟

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ صدقہ جاریہ دینے کی کوشش کرے خواہ اس کی مقدار کتنی بھی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ مقدار کو نہیں مانتا، وہ اعمال کا فیصلہ معیار، معنی اور اخلاص کی بنیاد پر کرتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ صحیح بخاری نمبر 6465 میں موجود ایک حدیث اس بات کی تلقین کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اعمال باقاعدہ ہیں خواہ وہ چھوٹے ہوں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ وہ اعمال کا بدلہ دے گا خواہ وہ ایک ایٹم کے برابر ہوں۔ باب 99: زلزال، آیت 7

"پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا"

لہذا، اس سے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے باقاعدگی سے صدقہ دینے میں ناکامی کا کوئی عذر باقی نہیں رہ جاتا، اس امید پر کہ وہ ایک مضبوط سایہ حاصل کریں جو انہیں ایک عظیم دن کی شدید گرمی سے محفوظ رکھے۔

آخر میں، یہ یاد رکھنا چاہیے کہ صدقہ میں وہ تمام نیک اعمال شامل ہیں جو دوسروں کی مدد کرتے ہیں، نہ کہ صرف دولت۔ لہذا جس کے پاس مال نہیں ہے اسے چاہیے کہ وہ دوسرے طریقوں سے صدقہ کرے، جیسے کہ دوسروں کو اپنا وقت، توانائی اور جذباتی مدد دینا۔ کم از کم کوئی ایسا کر سکتا ہے کہ وہ اپنے زبانی اور جسمانی نقصان کو دوسروں سے دور رکھے، کیونکہ یہ اپنے آپ کو صدقہ دینے کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 250 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

الہی نعمتیں اور حمایت

سنن ابن ماجہ نمبر 1081 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ ان کے رزق میں برکت، الہی نصرت اور اپنی حالت و حالت میں بہتری کیسے لائی جائے۔

پہلی چیز یہ ہے کہ انسان مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرے۔ چونکہ موت کا وقت معلوم نہیں ہے، اس لیے یہ حدیث درحقیقت جب بھی کوئی گناہ کرے، توبہ کرنے پر دلالت کرتی ہے۔ اس میں ندامت محسوس کرنا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس کے ساتھ بھی ظلم ہوا ہے، ایک پختہ وعدہ کرنا کہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہ کیا جائے اور اگر ممکن ہو تو ان حقوق کی تلافی کی جائے جس کی خلاف ورزی ہوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے احترام میں۔

اس کے بعد جو اہم حدیث میں نصیحت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کو ذمہ داریوں، بیماری یا کسی مشکل میں مشغول ہونے سے پہلے اپنے وقت کا استعمال کرنا چاہیے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے وسائل مثلاً اپنے وقت کو ایسے کاموں میں استعمال کرے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اور فضول اور گناہوں سے اجتناب کرے۔ کسی کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کے دن انہیں کس بڑے پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے گا جب وہ ان لوگوں کو انعام کا مشاہدہ کریں گے جنہوں نے اپنے وسائل کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کیا، اگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے۔ وہ نیکی کو ایسے وقت یا دن تک ملتوی نہیں کریں گے جس تک پہنچنے کی ان کی ضمانت نہ ہو اور اگر وہ اس تک پہنچ بھی جائیں تو ممکن ہے کہ وہ نیکی کرنے کی صحیح حالت میں نہ ہوں۔ امید کی جاتی ہے کہ اس طرح کا برتاؤ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ملے گی جب کہ حالات کی تبدیلی کی وجہ سے وہ مزید اعمال صالحہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ادب المفرد نمبر 500 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک مسلمان کو سب سے پہلے یہ ارادہ کرنا چاہیے کہ وہ اپنے وقت کو کم سے کم ان چیزوں پر خرچ کرے جن سے اسے دنیا یا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس کے بعد وہ ان چیزوں کو کم کرنے کی کوشش کریں جو انہیں صرف اس دنیا میں فائدہ پہنچاتی ہیں اور ان کاموں پر زیادہ توجہ مرکوز کریں جو آخرت میں ان کے لیے فائدہ مند ہوں، جو کہ تعریف ہو، خود بخود اس دنیا میں بھی فائدہ مند ہوں۔ جو اس پر ثابت قدم رہے گا وہ اپنے وسائل جیسے کہ اپنے وقت کو صحیح طریقے سے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرے گا۔

اس کے بعد جو اہم حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو زیادہ سے زیادہ یاد کر کے مضبوط کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا حقیقی ذکر تین درجوں پر مشتمل ہے۔ سب سے پہلے اندرونی ذکر کا مطلب ہے، کسی کی نیت کو درست کرنا تاکہ وہ صرف اس کی خوشنودی کے لیے عمل کریں۔ یہ اس وقت ثابت ہوتا ہے جب کسی کو لوگوں سے واپسی یا شکرگزاری کی امید نہ ہو اور نہ ہی امید ہو۔ دوسرا درجہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے، اچھی بات کہنے اور لغو اور گناہ کی باتوں سے اجتناب پر مشتمل ہے۔ اور اعلیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے، اپنے اعمال کے ذریعے ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں۔ اس پر قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بحث ہوئی ہے۔

اصل حدیث میں جو آخری چیز مذکور ہے وہ پوشیدہ اور کھلا کثرت سے صدقہ دینا ہے۔ اس میں واجب اور رضاکارانہ صدقہ دونوں شامل ہیں۔ غور طلب ہے، اس کا مطلب ہے صدقہ دینا اپنے وسائل کے مطابق، خواہ وہ زیادہ ہو یا تھوڑا۔ اللہ تعالیٰ مقدار کا مشاہدہ نہیں کرتا، وہ معیار کے معنی، اخلاص کی بنیاد پر اعمال کا مشاہدہ اور فیصلہ کرتا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس سے مسلمانوں کے پاس اپنے وسائل کے مطابق صدقہ دینے کے علاوہ کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ صدقہ ایک بار دینے کی بجائے باقاعدگی سے دیا جائے کیونکہ معمول کے اعمال اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہیں خواہ وہ تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔ صحیح بخاری نمبر 6465 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ آخر میں جو لوگ دوسروں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دینا چاہتے ہیں وہ اسے کھلے عام دے سکتے ہیں۔ اس سے انہیں وہی اجر ملے گا جو ان لوگوں کو ملے گا جو ان کی تحریک کی وجہ سے عطیہ کرتے ہیں۔ صحیح مسلم نمبر 2351 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ لیکن جو لوگ دکھاوے سے ڈرتے ہیں جس سے ان کا اجر منسوخ ہو جاتا ہے تو وہ نجی طور پر ایسا کریں۔ اسلام نے مسلمانوں کو دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے بہت زیادہ اجر حاصل کرنے کے لیے بہت سے اختیارات اور مواقع فراہم کیے ہیں۔ کسی کو یاد رکھنا چاہیے کہ صدقہ میں وہ تمام نیک اعمال شامل ہیں جو دوسروں کی مدد کرتے ہیں، نہ کہ صرف دولت۔ لہذا جس کے پاس مال نہیں ہے اسے چاہیے کہ وہ دوسرے طریقوں سے صدقہ کرے، جیسے کہ دوسروں کو اپنا وقت، توانائی اور جذباتی مدد دینا۔ کم از کم کوئی ایسا کر سکتا ہے کہ وہ اپنے زبانی اور جسمانی نقصان کو دوسروں سے دور رکھے، کیونکہ یہ اپنے آپ کو صدقہ دینا سمجھا جاتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 250 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

صالحین میں شامل ہونا

سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی میں شمار ہوتا ہے۔

تمام مسلمان اپنے ایمان کی مضبوطی سے قطع نظر یہ خواہش رکھتے ہیں کہ ان کا شمار اگلے جہان میں صالحین کے ساتھ ہو۔ لیکن یہ حدیث واضح طور پر تنبیہ کرتی ہے کہ مسلمان صرف اسی صورت میں صالح سمجھا جائے گا جب وہ صالحین کی تقلید کرے گا۔ یہ تقلید ایک عملی چیز ہے نہ کہ صرف الفاظ کے ذریعے اعلان۔ یہ تقلید صحیح طور پر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کی جاتی ہے۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ باب 29 العنکبوت، آیت 9

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم انہیں ضرور نیک لوگوں میں داخل کریں ”
“گے۔

لیکن جو لوگ زبانی طور پر صالحین سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں اور ان کی نقل کرنے میں ناکام رہتے ہیں اور ان خصوصیات کی نقل کرتے ہیں جو منافقوں اور گنہگاروں میں پائی جاتی ہیں انہیں ان میں سے ایک سمجھا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اپنا ایمان کھو دیں گے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو نافرمان مسلمان سمجھا جائے گا۔ ایک نافرمان مسلمان کو فرمانبردار مسلمان کیسے شمار کیا جا سکتا ہے اور نیک لوگوں پر ختم کیا جا سکتا ہے؟ یہ صرف خواہش مندانہ سوچ ہے جس کی اسلام میں کوئی قدر نہیں۔ باب 40 غافر، آیت 58

اور اندھا اور بینا برابر نہیں اور نہ ہی ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والے اور بدکار " برابر نہیں ہیں، تم بہت کم یاد رکھتے ہو۔"

آخر میں، اہم حدیث اچھے لوگوں سے دوستی کرنے کی اہمیت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے، جیسا کہ کوئی ان کے ساتھیوں سے منفی یا مثبت طور پر متاثر ہوتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ لہذا اگر کوئی نیک لوگوں کی مشابہت اختیار کرنا چاہے تو دنیا میں ان سے دوستی کرے۔ یہ صحبت اور مشابہت نیک لوگوں کے لیے محبت میں اضافہ کرے گی۔ یہ حقیقی محبت آخرت میں اپنے محبوب سے جوڑ دیتی ہے۔ صحیح بخاری نمبر 3688 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

بہترین انسان

سنن ابن ماجہ نمبر 4251 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ لوگ گناہ کرتے ہیں لیکن بہترین گناہ کرنے والا وہ ہے جو سچی توبہ کرے۔

چونکہ لوگ فرشتے نہیں ہیں وہ گناہ کرنے کے پابند ہیں۔ وہ چیز جو لوگوں کو خاص بناتی ہے جب وہ اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کرتے ہیں۔ سچی توبہ میں پشیمانی کا احساس، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے، دوبارہ گناہ یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہ کرنے کا پختہ وعدہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حوالے سے جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کی تلافی کرنا شامل ہے۔ ، عالی، اور لوگ۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اعمال صالحہ سے چھوٹے گناہ مٹائے جاسکتے ہیں۔ بہت سی احادیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم، نمبر 550 میں موجود ہے۔ اس میں نصیحت کی گئی ہے کہ پانچ وقت کی فرض نمازیں اور جمعہ کی دو متواتر نمازیں ان کے درمیان ہونے والے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔

کبیرہ گناہ صرف سچی توبہ سے مٹ جاتے ہیں۔ لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ تمام گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے، چھوٹے اور بڑے، بری صحبت اور ان جگہوں سے بچنا جہاں گناہ زیادہ ہوتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ اسلامی علم حاصل کریں اور اس پر عمل کریں تاکہ وہ ان خصوصیات کو اپنائیں جو گناہوں کو روکتی ہیں، جیسے استقامت، صبر اور اللہ تعالیٰ کا خوف۔ انہیں یہ سیکھنا چاہئے کہ انہیں جو نعمتیں دی گئی ہیں ان کا صحیح استعمال کرنا ہے، تاکہ وہ ان کو گناہ کے طریقوں سے استعمال کرنے سے بچیں۔ اور جب بھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو انہیں فوراً سچے دل سے توبہ کرنی چاہیے کیونکہ موت کا وقت معلوم نہیں ہے۔ اور انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہیں، اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں

سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ، ہمت ہارے بغیر۔

غیبت اور غیبت

صحیح مسلم نمبر 6593 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیبت اور غیبت کا مفہوم بیان فرمایا۔

غیبت اس وقت ہوتی ہے جب کوئی کسی کی غیر موجودگی میں اس طرح تنقید کرے جو اسے ناگوار گزرے، حالانکہ یہ سچ ہے۔ جبکہ غیبت غیبت کے مترادف ہے سوائے اس کے کہ قول صحیح نہیں ہے۔ ان گناہوں میں بنیادی طور پر تقریر شامل ہوتی ہے لیکن اس میں دوسری چیزیں شامل ہو سکتی ہیں، جیسے ہاتھ کے اشارے کا استعمال۔ یہ دونوں کبیرہ گناہ ہیں اور غیبت کو قرآن مجید میں اپنے بھائی کی لاش کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 12:

اور ایک دوسرے کی جاسوسی یا غیبت نہ کریں۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ ..."
"...اپنے بھائی کے مرنے پر اس کا گوشت کھائے؟ تم اس سے نفرت کرو گے

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ گناہ ان اکثر گناہوں سے بھی بدتر ہیں جو انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہونے والے گناہ اس کی طرف سے معاف ہو جاتے ہیں اگر گناہ گار سچے دل سے توبہ کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ غیبت کرنے والے یا بہتان لگانے والے کو اس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک کہ ان کا شکار پہلے انہیں معاف نہ کر دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے ہیں تو قیامت کے دن غیبت کرنے والے / بہتان لگانے والے کی نیکیاں ان کے شکار کو بطور معاوضہ دی جائیں گی اور اگر ضرورت پڑی تو انصاف کے قائم ہونے تک مقتول کے گناہ اس کے غیبت کرنے والے کو دئیے جائیں گے۔ یہ غیبت کرنے والے / بہتان لگانے والے کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

غیبت صرف اس وقت جائز ہے جب کوئی دوسرے شخص کو نقصان سے خبردار کر رہا ہو اور اس کی حفاظت کر رہا ہو یا اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے خلاف کسی تیسرے فریق کے ساتھ شکایت حل کر رہا ہو، جیسے کہ قانونی مقدمہ۔

سب سے پہلے ان کبیرہ گناہوں کے برے نتائج کا علم حاصل کر کے غیبت اور غیبت سے بچنا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ ایک شخص کو صرف وہ الفاظ ادا کرنے چاہئیں جو وہ خوشی سے اس شخص کے سامنے کہے، یہ جانتے ہوئے کہ وہ اسے جارحانہ انداز میں نہیں لیں گے۔ تیسرا یہ کہ ایک مسلمان کو دوسرے کے بارے میں صرف اس صورت میں الفاظ ادا کرنے چاہئیں جب وہ کسی دوسرے کے بارے میں یہ یا اس سے ملتے جلتے الفاظ کہنے میں کوئی اعتراض نہ کرے۔ مطلب، انہیں دوسروں کے بارے میں بات کرنی چاہئے کہ وہ کس طرح چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے بارے میں بات کریں۔ آخر میں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے عیوب کو ٹھیک کرنے پر توجہ دے اور جب خلوص نیت سے کرے تو وہ دوسروں کی غیبت اور غیبت سے باز آجائے گا۔

غیبت کرنے والوں اور غیبت کرنے والوں کی صحبت سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ مصیبتیں ڈالنے والے ہیں جو جلد یا بدیر ان کی غیبت یا غیبت کریں گے۔ انہیں نرمی سے دوسروں کو ان کبیرہ گناہوں سے خبردار کرنا چاہیے، جب تک کہ وہ جسمانی نقصان سے محفوظ رہیں۔ انہیں دوسروں کے بارے میں بولی جانے والی گپ شپ پر کبھی یقین نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ گپ شپ کی اکثریت یا تو مکمل طور پر جھوٹی ہوتی ہے یا یہ بہت سے جھوٹ کے ساتھ مل جاتی ہے۔ کسی کو دوسروں کی عزت کا دفاع کرنا چاہیے، جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی غیر موجودگی میں ان کی عزت کا دفاع کریں۔ اس طرح کا برتاؤ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گا۔ جامع ترمذی نمبر 1931 میں ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ دوسروں کے بارے میں جو گپ شپ سنتے ہیں اسے نظر انداز کر دینا چاہیے اور اسے کبھی بھی اپنے رویے پر اثر انداز ہونے نہیں دینا چاہیے۔ اس کے بجائے انہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں۔

ایک مسلمان کو اس حقیقت سے کبھی بے وقوف نہیں ہونا چاہیے کہ معاشرے میں دوسروں کی غیبت کرنا اور غیبت کرنا معمول بن چکا ہے۔ دوسروں کے گناہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں کسی کے گناہوں کی شدت کو کبھی کم نہیں کر سکتے اور نہ ہی دوسروں کے گناہ گناہوں کو جائز قرار دے

سکتے ہیں۔ یہ ایک احمقانہ رویہ ہے جسے ایک دنیا دار جج بھی قبول نہیں کرے گا، پھر ایک مسلمان اللہ تعالیٰ سے کیسے یہ توقع رکھ سکتا ہے کہ وہ اسے قبول کرے؟

جنت میں محفوظ راستہ

جامع ترمذی نمبر 1855 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض ایسی خصوصیات کی نصیحت فرمائی ہے جن کی وجہ سے ایک مسلمان سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو گا۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی سچی عبادت کرنا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا، اس کے احکام کو بجا لانا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرنا اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا۔ یہ ان نعمتوں کو استعمال کرنے کا سبب بنے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا یہی صحیح مفہوم ہے۔ اطاعت اللہ تعالیٰ کی عبادت سے بالاتر ہے، طریقوں اور رسومات کے ذریعے۔

دوسری خصوصیت جو مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دوسروں کو کھانا کھلانا ہے۔ یہ ایک ایسا عظیم عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اجر عظیم کا باعث ہے۔ باب 76 الانسان، آیات 9-11

ہم تمہیں صرف اللہ کے چہرے [یعنی رضامندی] کے لیے کھلاتے ہیں، ہم تم سے اجر یا شکر " گزاری نہیں چاہتے، بے شک ہم اپنے رب سے سخت اور سخت دن سے ڈرتے ہیں۔ "تو اللہ ان کو اس دن کے شر سے محفوظ رکھے گا اور انہیں چمک اور خوشی عطا کرے گا۔

اس کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دوسروں کو کھلاتا ہے اسے قیامت کے دن جنت کے پہلے کھلائے جائیں گے۔ جامع ترمذی نمبر 2449 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ آخر میں ایک مسلمان کو چاہیے کہ ہر قسم کے صدقات کو باقاعدگی سے اپنے وسائل کے مطابق دینے کی کوشش کرے، چاہے اس کی مقدار کچھ بھی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ معیار کے معنی

کا فیصلہ کرتا ہے۔ کسی کا ارادہ صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں آخری خصوصیت جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ دوسروں تک سلام کا اسلامی پیغام پھیلانا ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے عمل اور قول سے سب کو امن دے کر اس نیک عمل کے حقیقی معنی کو پورا کرے۔ کسی کو سلام کا اسلامی سلام پیش کرنا اور پھر کسی کے فعل اور قول سے اسے نقصان پہنچانا منافقت ہے۔

ایک سچے مسلمان اور مومن کو چاہیے کہ وہ اپنی زبانی اور جسمانی نقصان کو دوسروں کے نفس اور مال سے دور رکھے، خواہ وہ کسی بھی عقیدے کا ہو۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ اس میں دوسروں کی مدد کرنا بھی شامل ہے جیسے کہ جذباتی یا جسمانی مدد۔ اس طرح کا برتاؤ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ملے گی۔ سنن ابن ماجہ، نمبر 225 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ سادہ لفظوں میں ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرے جیسا کہ وہ اپنے قول و فعل سے لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتا ہے۔

ایک خاص عمل

سنن نسائی نمبر 2219 میں موجود الہی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ تمام اعمال صالحہ جو لوگ انجام دیتے ہیں سوائے روزے کے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ براہ راست اس کا بدلہ دیں گے۔

یہ حدیث روزے کی انفرادیت پر دلالت کرتی ہے۔ اس کے اس انداز میں بیان ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ باقی تمام اعمال صالحہ لوگوں کو نظر آتے ہیں، جیسے نماز، یا وہ لوگوں کے درمیان ہیں، جیسے خفیہ صدقہ۔ جبکہ، روزہ ایک منفرد نیک عمل ہے، کیونکہ دوسرے یہ نہیں جان سکتے کہ کوئی شخص صرف روزہ رکھنے سے روزہ رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ، روزہ ایک نیک عمل ہے جو اپنے آپ کے ہر پہلو پر قفل لگاتا ہے۔ یعنی جو شخص صحیح طریقے سے روزہ رکھتا ہے اسے زبانی اور جسمانی گناہوں سے روک دیا جائے گا جیسے کہ حرام چیزوں کو دیکھنا اور سننا۔ یہ بھی نماز کے ذریعے حاصل ہوتا ہے لیکن نماز صرف تھوڑی دیر کے لیے ادا کی جاتی ہے اور دوسروں کو دکھائی دیتی ہے جبکہ روزہ دن بھر ہوتا ہے اور دوسروں کو نظر نہیں آتا۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45

“...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے”

مندرجہ ذیل آیت سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص بغیر کسی جواز کے فرض روزے پورے نہیں کرتا وہ سچا مومن نہیں ہو گا کیونکہ دونوں کا براہ راست تعلق ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 183

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے " گئے تھے تاکہ تم پر بیزار بن جاؤ

درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 723 میں موجود حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ اگر کوئی مسلمان بغیر کسی شرعی عذر کے ایک فرض روزہ بھی پورا نہ کرے تو اس کی قضا نہیں ہو سکتی۔ ثواب اور برکتیں ضائع ہو جائیں، خواہ وہ ساری زندگی روزے رکھے۔

اس کے علاوہ جیسا کہ پہلے نقل کی گئی آیت سے اشارہ کیا گیا ہے کہ روزہ صحیح طور پر تقویٰ کی طرف لے جاتا ہے۔ یعنی صرف دن کو بھوکا رہنے سے تقویٰ حاصل نہیں ہوتا بلکہ روزے کی حالت میں گناہوں سے بچنے اور اعمال صالحہ کی طرف زیادہ توجہ دینے سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 707 میں موجود حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر کوئی جھوٹ بولنے اور اس پر عمل کرنے سے پرہیز نہ کرے تو روزہ اہم نہیں ہوگا۔ اسی طرح کی ایک حدیث سنن ابن ماجہ نمبر 1690 میں ہے کہ بعض روزہ داروں کو بھوک کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جب کوئی شخص روزے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زیادہ ہوشیار اور ہوشیار ہو جاتا ہے تو آخر کار یہ عادت ان پر اثر انداز ہوتی ہے اس لیے وہ روزہ نہ رکھتے ہوئے بھی اسی طرح کا برتاؤ کرتے ہیں۔ یہ دراصل حقیقی تقویٰ ہے۔

اس آیت میں جس نیکی کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اس کا تعلق روزے سے ہے، کیونکہ روزہ انسان کی بری خواہشات اور شہوتوں کو کم کرتا ہے۔ یہ غرور اور گناہوں کی ترغیب سے روکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ پیٹ کی بھوک اور نفسانی خواہشات کو روکتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں بہت سے گناہوں کو جنم دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان دونوں چیزوں کی خواہش دیگر حرام چیزوں کی خواہش سے زیادہ ہے۔ پس جو شخص روزے کے ذریعے ان پر قابو پالے گا اس کے لیے کمزور خواہشات پر قابو پانا آسان ہو جائے گا۔ یہ حقیقی راستبازی کی طرف جاتا ہے۔

جیسا کہ مختصراً پہلے اشارہ کیا گیا، روزے کے مختلف درجات ہیں۔ روزہ کا پہلا اور ادنیٰ درجہ وہ ہے جب کوئی ایسی چیزوں سے پرہیز کرے جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جیسے کہ کھانا۔ اگلا درجہ ان گناہوں سے پرہیز کرنا ہے جو روزہ کو نقصان پہنچاتے ہیں اور روزے کے ثواب کو کم کر دیتے ہیں، جیسے جھوٹ بولنا۔ سنن نسائی نمبر 2235 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ روزہ جس میں جسم کے ہر عضو کو شامل کیا جائے اگلا درجہ ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب جسم کا ہر عضو گناہوں سے بچتا ہے، مثلاً آنکھ حرام کو دیکھنے سے، کان حرام کو سننے سے، وغیرہ۔ اگلا درجہ وہ ہے جب کوئی روزہ نہ رکھتے ہوئے بھی اس طرح کا برتاؤ کرے۔ آخر میں، روزہ کا اعلیٰ ترین درجہ ان تمام چیزوں سے پرہیز کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ سے مربوط نہیں ہیں، یعنی کوئی شخص ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے گریز کرتا ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، جیسے کہ ان کا وقت، ایسے طریقوں سے جو گناہ یا باطل ہیں۔

ایک مسلمان کو باطنی طور پر بھی روزہ رکھنا چاہئے جیسا کہ ان کا جسم گناہ یا لغو خیالات سے پرہیز کرتے ہوئے ظاہری طور پر روزہ رکھتا ہے۔ انہیں اپنی خواہشات کے حوالے سے اپنے منصوبوں پر قائم رہنے سے روزہ رکھنا چاہئے اور اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے پر توجہ دینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے علاوہ، انہیں اللہ تعالیٰ کے فرمان کو باطنی طور پر چیلنج کرنے سے روزہ رکھنا چاہیے، اور اس کے بجائے تقدیر کے علاوہ اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے، وہ صرف اپنے بندوں کے لیے بہترین انتخاب کرتا ہے، چاہے وہ ان انتخاب کے پیچھے حکمت کو نہ سمجھیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

آخر میں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ اپنے روزے کو پوشیدہ رکھ کر اجر عظیم کا ارادہ کرے اور اگر اس سے بچنا ممکن ہو تو دوسروں کو مطلع نہ کرے، کیونکہ غیر ضروری طور پر دوسروں کو بتانے سے ثواب ضائع ہو جاتا ہے کیونکہ یہ دکھاوے کا ایک پہلو ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بندہ محبت کرتا ہے۔

صحیح مسلم نمبر 7432 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرتا ہے جس میں درج ذیل صفات ہوں۔ پہلی صفت تقویٰ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے فرائض کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے، اور وہ اپنے فرائض کو پورا کرتے ہیں۔ لوگوں کے بارے میں فرائض، جیسے کہ اس دنیا میں ان کی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو فضول خرچی، اسراف یا اسراف کے بغیر حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کا استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں، جو دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا باعث بنتی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

مرکزی حدیث میں زیر بحث اگلی خصوصیت مخلوقات سے آزاد ہونا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اسباب مثلاً اپنی جسمانی طاقت کو پوری طرح استعمال کرے۔ انہیں سستی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے اور لوگوں سے غیر ضروری چیزوں کی تلاش نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ عادت ان پر انحصار کا باعث بنتی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ پر توکل کم ہو جاتا ہے۔ اس بات پر پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے، جو کچھ بھی ان کا مقدر ہے وہ زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ان کے لیے مختص کر دیا گیا تھا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ ایک مسلمان کو اپنے وسائل جیسے کہ اپنی جسمانی طاقت کو استعمال کرنے پر توجہ دینی چاہیے اور اس بات پر بھروسہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں وہی عطا کرے گا جو ان کے لیے بہتر ہے۔ مذہبی نقطہ نظر سے، کوئی شخص دوسروں پر غلط طور پر انحصار کر سکتا ہے جب وہ یہ مانے کہ کوئی شخص، جیسا کہ ایک مذہبی اور روحانی استاد، ان کی دعاؤں اور شفاعت سے دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہ رویہ صرف سستی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، جیسا کہ کسی کا ماننا ہے

کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق برتاؤ کرنے کے لیے آزاد ہیں اور پھر بھی اپنے روحانی استاد کے ذریعے دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کریں گے۔ ایک مسلمان کو اس گمراہی سے بچنا چاہیے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنا چاہیے، جنہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت حاصل کی، پھر بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خلوص نیت سے محنت کی۔ ان نعمتوں کا استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اس کی خوشنودی کے طریقوں سے عطا کی گئی تھیں۔ یہی صحیح رویہ ہے جسے اپنانا چاہیے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں آخری خصوصیت گمنام ہونا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مسلمان کو شہرت یا ناموری حاصل کرنے کے لیے دنیاوی یا دینی معاملات میں کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ یہ رویہ بہت سے گناہوں کا باعث بن سکتا ہے، جیسا کہ دکھاوا، جو کسی کے اجر کو تباہ کرنے کا باعث بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 2376 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ شہرت حاصل کرنا دین کے لیے دو بھینٹوں سے زیادہ تباہ کن ہے جنہیں بکریوں کے ریوڑ پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس کے بجائے، ایک مسلمان کو اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے کوشش کرنی چاہیے اور اگر وہ نمایاں ہو جائیں، تو انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کو برقرار رکھیں، لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اس کی اطاعت میں کوئی تبدیلی کیے بغیر، کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں تباہی کا باعث ہے۔

مذاق کرنا

جامع ترمذی نمبر 2315 میں موجود حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار اس پر لعنت فرمائی جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولے۔

حق پر قائم رہتے ہوئے مذاق کرنا گناہ نہیں ہے لیکن مستقل مزاجی سے کرنا مشکل ہے۔ حد سے زیادہ مذاق کرنے والا بالآخر پھسل جائے گا اور ایسے الفاظ کہے گا جو گناہ کے ہیں، جیسے جھوٹ، غیبت یا دوسروں کا مذاق اڑانا۔ لہذا حد سے زیادہ مذاق کرنے سے بچنا زیادہ محفوظ ہے جس کی نصیحت جامع ترمذی نمبر 1995 میں موجود حدیث میں آئی ہے۔ اس کے علاوہ حد سے زیادہ مذاق کرنے والا خواہ وہ ہمیشہ سچ بولنے اور کسی کی دل آزاری نہ کرنے کا انتظام کرے تو اس کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ایک روحانی بیماری جس کے بارے میں سنن ابن ماجہ نمبر 4193 میں موجود حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے، یعنی روحانی طور پر مردہ دل۔ یہ اس شخص کو ہوتا ہے جو بہت زیادہ مذاق کرتا ہے اور ہنستا ہے، کیونکہ یہ ذہنیت اس سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ ہمیشہ مضحکہ خیز مسائل پر سوچیں اور ان پر گفتگو کریں اور سنگین مسائل سے گریز کریں۔ موت اور آخرت کی تیاری کا معاملہ سنگین مسائل ہیں اور اگر کوئی ان کے بارے میں سوچنے اور بحث کرنے سے گریز کرے تو وہ ان کے لیے کبھی بھی صحیح طریقے سے تیاری نہیں کر سکتا۔ تیاری کی یہ کمی ان کے روحانی دل کی موت کا سبب بنے گی۔ درحقیقت جو شخص آخرت کے بارے میں جتنی سنجیدگی سے غور کرے گا اتنا ہی کم ہنسے گا اور مذاق کرے گا۔ صحیح بخاری نمبر 6486 کی ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

اکثر مذاق کرنا بھی دوسروں کو ان کے لیے احترام سے محروم کرنے کا سبب بنتا ہے۔ یہ بہت سے مسائل کا سبب بن سکتا ہے، جیسے کہ جب وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں تو اس کو سنجیدگی سے نہ لینا، چاہے یہ ان کے اپنے بچوں کو ہی کیوں نہ ہو۔

ضرورت سے زیادہ مذاق اکثر لوگوں کے درمیان دشمنی کا باعث بنتا ہے، کیونکہ کوئی آسانی سے چیزوں کو سنجیدگی سے لے سکتا ہے۔ یہ ٹوٹے اور ٹوٹے ہوئے رشتوں کی طرف جاتا ہے۔

درحقیقت، بہت سے لوگ لطیفوں کی وجہ سے اکثر جسمانی اور جذباتی طور پر زخمی ہوتے ہیں۔ معاشرے میں لوگوں کے درمیان جھگڑے اور جھگڑے کی اکثریت مذاق سے شروع ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ، مذاق کرتے وقت اونچی آواز میں یا بھرے منہ سے ہنسنے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ اسلام میں یہ ناپسندیدہ ہے۔ صحیح بخاری نمبر 6092 میں موجود حدیث کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی مسکراہٹ تھی۔

ایک مسلمان کو ہر حال میں جھوٹ بولنے سے گریز کرنا چاہیے یہاں تک کہ مذاق کرتے ہوئے بھی، کیونکہ اس سے وہ جنت کے بیچ میں گھر حاصل کر لے گا۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4800 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک مسلمان کو بالکل بھی مذاق نہیں کرنا چاہیے۔ جھوٹ جیسے گناہوں سے بچتے ہوئے وقتاً فوقتاً مذاق کرنا قابل قبول ہے جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار مذاق کیا ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1990 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ حد سے زیادہ مذاق ہے جو کہ اگر گناہ سے متعلق ہو تو ناپسندیدہ اور گناہ ہے۔ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے جان بوجھ کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی روایت کی غلط تشریح کرنا گناہ ہے۔ اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر کسی گناہ کے کبھی کبھار ہی مذاق کیا ہو تو مسلمانوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ، لوگوں کے ساتھ خوش مزاج رہنے میں بھی بڑا فرق ہے، جیسے کہ مسکرانا، اور حد سے زیادہ مذاق کرنا۔ امام بخاری کی ادب المفرد نمبر 301 میں موجود ایک حدیث کے مطابق خوش مزاج ہونا اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، یہاں تک کہ دوسروں کو راحت کا احساس دلانے کے لیے مسکرانا بھی صدقہ ہے، جامع ترمذی کی ایک حدیث کے مطابق، نمبر 1970۔ لہذا کسی کو یقین نہیں کرنا چاہیے کہ زیادہ مذاق کرنے سے گریز کرنے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو ہمیشہ اداس اور افسردہ موڈ میں رہنا چاہیے۔

جھوٹی قسمیں -

صحیح بخاری نمبر 2673 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ جو شخص دوسروں کا مال ناجائز طور پر ہتھیانے کے لیے جھوٹی گواہی دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔ جبکہ وہ ان سے ناراض ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے، اس کا اطلاق تمام لوگوں کی ملکیت لینے پر ہوتا ہے، خواہ ان کا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ یہی نتیجہ ہو گا اگر کوئی شخص اپنی زندگی کے دوسرے پہلوؤں میں بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، جیسے فرض نمازوں کی ادائیگی۔ بدقسمتی سے، یہ عام طور پر، خاص طور پر تیسری دنیا کے ممالک میں ہوتا ہے، جہاں مسلمان کسی ایسی چیز کو لینے کے لیے قانونی عدالت میں جھوٹے دعوے دائر کرتے ہیں جو ان کی نہیں ہوتی، جیسے کہ مال اور جائیداد۔ صحیح بخاری نمبر 2654 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔ درحقیقت یہ حدیث جھوٹ کو شرک اور والدین کی نافرمانی کے بعد رکھتی ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بھی یہی فرمایا ہے۔ باب 22 الحج، آیت 30

”پس بتوں کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی باتوں سے بچو۔“

سنن ابن ماجہ نمبر 2373 میں موجود ایک حدیث اس شخص کو سخت تنبیہ کرتی ہے جو جھوٹی گواہی سے سچے دل سے توبہ نہیں کرتا۔ اگر وہ توبہ کرنے میں ناکام رہے تو وہ قیامت کے دن اس وقت تک حرکت نہیں کریں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں جہنم میں نہ بھیج دے۔ درحقیقت جو کوئی ایسی چیز لینے کے لیے جھوٹی گواہی دیتا ہے جس کا انہیں کوئی حق نہیں ہے تو وہ جہنم میں جائے گا خواہ وہ چیز کسی درخت کی ٹہنی ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 353 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

جھوٹا گواہ بننا اتنا سنگین گناہ ہے کہ اس میں بہت سے دوسرے بھیانک گناہ شامل ہیں، جیسے جھوٹ بولنا۔ جھوٹا گواہ اس شخص کے خلاف گناہ کرتا ہے جس کے خلاف وہ گواہی دے رہے ہیں۔ یہ گناہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت تک معاف نہیں کیا جائے گا جب تک کہ مقتول انہیں پہلے معاف نہ کر دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو جھوٹے گواہ کی نیکیاں مقتول کو دی جائیں گی اور اگر ضرورت پڑی تو قیامت کے دن انصاف قائم کرنے کے لیے مقتول کے گناہ جھوٹے گواہ کو دے دیے جائیں گے۔ یہ جھوٹے گواہ کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔ جھوٹا گواہ بھی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اگر وہ کسی کی طرف سے گواہی دے تاکہ بعد والا کوئی ایسی چیز لے لے جس کا انہیں کوئی حق نہیں۔ یہ رویہ قرآن پاک کے اس حکم کو واضح طور پر چیلنج کرتا ہے جو مسلمانوں کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ برائی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کریں بلکہ اچھے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ باب 5 المائدة، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

جھوٹا گواہ کسی ایسی چیز کو استعمال کر کے مزید گناہوں کا ارتکاب بھی کرے گا جو حاصل کرنے کے طریقے کی وجہ سے حرام ہو گیا ہو۔ مثال کے طور پر، اگر کسی شخص نے اس طریقے سے مال حاصل کیا اور پھر اسے صدقہ کیا تو وہ رد کر دیا جائے گا اور گناہ کے طور پر لکھا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف حلال کو قبول کرتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ درحقیقت وہ مال کے ساتھ جو کچھ بھی کریں گے وہ فضل سے خالی اور گناہ ہوگا جیسا کہ یہ ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا تھا۔

تمام مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ وہ ہمیشہ سچ بولیں چاہے وہ عام روزمرہ کی گفتگو میں ہو یا قانونی عدالت میں حلف کے تحت۔ ہر طرح کا جھوٹ گناہوں کا باعث بنتا ہے جو کہ جہنم میں لے جاتا ہے۔ جو جھوٹ بولتا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کو بہت بڑا جھوٹا لکھے گا۔ یہ جاننے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ قیامت کے دن کسی ایسے شخص کے ساتھ کیا ہونے کا امکان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بڑا جھوٹا قرار دیا ہو۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 1971 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

آخر میں، کسی قانونی عدالتی مقدمے کے ذریعے یا کسی اور طریقے سے غیر قانونی طور پر دوسروں کا مال لینے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ یہ ایک سچے مسلمان اور مومن کے کردار سے متصادم ہے۔ سچا مسلمان اور مومن وہی ہے جو لوگوں اور ان کے مالوں سے ان کی زبانی اور جسمانی اذیت کو دور رکھے۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ لوگوں اور ان کے مالوں کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیے جو وہ چاہتا ہے کہ لوگ ان کے ساتھ اور ان کے اموال سے پیش آئیں۔

اچھا برتاؤ

جامع ترمذی نمبر 1977 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان خصلتوں کو اختیار کرنے سے منع فرمایا جو کسی مومن میں نہیں پائی جاتیں۔

پہلی منفی خصوصیت دوسروں کی عزت کی توہین ہے۔ ایک سچا مومن دوسروں کی عزت کو اپنی تقریر یا جسمانی افعال سے نقصان نہیں پہنچاتا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عزت کو اسی طرح مقدس بنایا ہے جس طرح ان کی جان و مال کی حرمت ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3933 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ جس طرح ایک سچا مومن دوسروں کے نفس یا مال کو نقصان نہیں پہنچاتا اسے دوسروں کی بے عزتی بھی نہیں کرنی چاہیے۔ درحقیقت مومن وہ ہے جو دوسروں کی عزت پامال کے وقت ان کی حفاظت کرے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 1931 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت فرمائی ہے کہ جو شخص دوسروں کی عزت کی حفاظت کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔ اس کے بجائے کسی کو دوسروں کے بارے میں اس طرح بات کرنی چاہیے اور اس کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے بارے میں بات کریں اور برتاؤ کریں۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ سچا مومن لعنت نہیں کرتا۔ یہ ایک بری عادت ہے جیسا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لیے دعا کرتا ہے کہ وہ کسی چیز یا کسی سے دور ہو جائے۔ یہ اسلام کی تعلیمات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے متصادم ہے۔ درحقیقت جب ان سے مکہ کے غیر مسلموں پر لعنت بھیجنے کی درخواست کی گئی تو اس نے جواب دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیج کر نہیں بلکہ انسانیت کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس کی تصدیق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ادب المفرد نمبر 321 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لیے دوسروں سے دور ہونے کی دعا کرتا ہے وہ غالباً ان سے دور ہو جائے گا، جیسا کہ یہ ہے۔ ایک سچے مومن کے رویے سے متصادم ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4905 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ لعنت اس کے کہنے والے پر لوٹ آتی ہے، اگر 4905 اس شخص یا چیز پر لعنت بھیجی جائے جس پر وہ لعنت نہ کرے۔ اس کے مستحق ہیں اور زیادہ تر معاملات میں وہ نہیں کرتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو اس گناہ کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ چیزوں پر لعنت نہ کریں کیونکہ یہ ایک سچے مومن کی

علامت نہیں ہے۔ وہ اس کے بجائے اللہ تعالیٰ سے سب پر رحمت نازل ہونے کی دعا کریں۔ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول کا باعث بنے گا۔ ایک کے ساتھ اسی طرح سلوک کیا جائے گا کہ وہ دوسروں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ اگر کوئی دوسروں پر لعنت بھیجے تو اس پر لعنت کی جائے گی لیکن اگر وہ دوسروں کے ساتھ رحم کرے تو اس کے ساتھ رحم کیا جائے گا۔ صحیح بخاری نمبر 7376 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی خصوصیت غیر اخلاقی گناہوں کا ارتکاب ہے۔ اس میں اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تمام چھوٹے اور بڑے گناہ شامل ہیں، جیسے فرض نماز میں کوتاہی، اور انسان اور دوسروں کے درمیان گناہ، جیسے غیبت۔ یہ گناہ اچھے سلوک کے تسلیم شدہ معیارات کے خلاف ہیں۔ اور یہ ان گناہوں کی طرف بھی اشارہ کر سکتا ہے جو کھلے عام کیے جاتے ہیں۔ یہ خفیہ گناہوں سے بھی بدتر ہیں، کیونکہ یہ دوسروں کو پیروی کرنے اور برے کام کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زبان کے گناہ، جیسے غیبت، زیادہ تر معاشروں میں ایک قابل قبول رواج بن گیا ہے، جیسا کہ اس کا ارتکاب عام طور پر سوشل میڈیا کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ برے کام کرنے والا اپنے گناہوں کا بوجھ خود اٹھائے گا اور ان گناہوں کا بھی جو وہ دوسروں کو کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 203 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اگر حسن سلوک قیامت کے ترازو میں سب سے بھاری چیز ہو گی جس کی نصیحت جامع ترمذی نمبر 2003 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے تو کوئی اندازہ لگا سکتا ہے۔ بے حیائی کی برائی عام طور پر، بداخلاقی سے منسلک گناہوں کو تمام معاشروں نے ہمیشہ برائی سمجھا ہے۔ انسان کو نہ صرف غیر اخلاقی گناہوں سے پرہیز کرنا چاہیے بلکہ بری صحبت اور ان جگہوں سے بھی بچنا چاہیے جہاں یہ گناہ زیادہ ہوتے ہیں۔ انہیں اس پر ثابت قدم رہنا چاہیے اور دوسروں کو، جیسے کہ ان کے زیر کفالت افراد کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دینی چاہیے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں جو آخری خصوصیت بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ سچا مومن فاسق نہیں ہوتا۔ یعنی دوسروں کے خلاف گناہ کر کے وہ عملی طور پر بد اخلاقی سے پیش نہیں آتے اور نہ زبان سے بدتمیزی کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے یہ خصلت ان لوگوں میں بہت عام ہو گئی ہے جو ابھی تک دلوں کو صاف کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، خاص طور پر ان کی زبان میں انتہائی گندے ہیں۔ یہ ان کے اس اعلان کی تردید کرتا ہے کیونکہ جو کچھ اندر ہے وہ ظاہری طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3984 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ آخر میں بدتمیزی سے بچنا بہت ضروری ہے، خاص طور پر بد زبانی، کیونکہ یہ صرف ایک ہی برے لفظ سے قیامت کے دن جہنم میں جانے کا باعث بنتی ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2314 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ بد کلامی اکثر برے کاموں کا باعث بنتی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اپنی بات پر قابو رکھے، تاکہ وہ صرف اچھی بات کہے

یا خاموش رہے۔ اپنے اعمال کی حفاظت کریں، تاکہ وہ صرف ان نعمتوں کو استعمال کریں جو انہیں اللہ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔

حقیقی زیارت

صحیح بخاری نمبر 1773 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ قبول شدہ حج کا ثواب جنت کے سوا کچھ نہیں۔

حج کا اصل مقصد مسلمانوں کو آخرت کے آخری سفر کے لیے تیار کرنا ہے۔ جس طرح ایک مسلمان حج کے لیے اپنے گھر، کاروبار، دولت، خاندان، دوست احباب اور سماجی حیثیت کو پیچھے چھوڑتا ہے، یہ اس کی موت کے وقت ہوگا، جب وہ آخرت کا سفر طے کرے گا۔ درحقیقت جامع ترمذی نمبر 2379 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت ہے کہ کسی شخص کے اہل و عیال ان کو قبر پر چھوڑ دیتے ہیں اور ان کے اچھے اور برے اعمال ہی ان کے پاس رہتے ہیں۔

جب کوئی مسلمان اپنے حج کے دوران اس بات کو ذہن میں رکھے گا تو وہ اس فرض کے تمام پہلوؤں کو صحیح طریقے سے ادا کرے گا۔ یہ مسلمان ایک بدلے ہوئے انسان کے گھر واپس آئے گا، کیونکہ وہ اس مادی دنیا کے اضافی پہلوؤں کو جمع کرنے کے بجائے آخرت کے اپنے آخری سفر کی تیاری کو ترجیح دیں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں جدو جہد کریں گے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کریں گے، جس میں ان کی تکمیل کے لیے اس دنیا سے لے جانا بھی شامل ہے۔ ضرورتیں اور ان کے زیر کفالت افراد کی ضرورتیں بغیر فضول خرچی یا اسراف کے۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ حج کو تعطیل اور خریداری کے سفر کے طور پر نہ سمجھیں کیونکہ یہ رویہ اس کے مقصد کو ختم کر دیتا ہے۔ اسے مسلمانوں کو ان کے آخرت کے آخری سفر کی یاد دلانا چاہیے، ایسا سفر جس کی واپسی اور کوئی دوسرا موقع نہیں ہے۔ صرف اسی سے انسان کو حج کی صحیح تکمیل اور آخرت کے لیے مناسب تیاری کرنے کی ترغیب ملے گی۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا اس کو ان کی مقدس زیارت سے جنت میں لے جایا جائے گا۔

بہترین بننا

جامع ترمذی نمبر 2305 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے اختیار کرنے کے لیے چند اہم خصوصیات کی طرف اشارہ فرمایا۔

پہلا یہ کہ بہترین عبادت کرنے والا وہ ہے جو حرام سے اجتناب کرے۔ اس میں ہر قسم کے زبانی اور جسمانی گناہوں سے بچنا شامل ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرنا بھی شامل ہے کیونکہ ان کو ترک کرنا ناجائز ہے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے گریز کرنا بھی شامل ہے جو گناہانہ طریقوں سے عطا کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ، ایک مسلمان کو کبھی بھی مال جیسے حرام رزق کو حاصل اور استعمال نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ اس کے تمام اعمال صالحہ کو رد کر دے گا، کیونکہ نیک اعمال کی بنیاد حلال ہونی چاہیے۔ صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد نیت ہے اسی طرح اسلام کی ظاہری بنیاد حلال کا حصول اور استعمال ہے۔ ایک مسلمان کو مشتبہ چیزوں سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ اکثر حرام کی طرف لے جاتا ہے۔ شک پیدا کرنے والی چیزوں سے بچنا کسی کے ایمان اور عزت کی حفاظت کرے گا۔ جامع ترمذی نمبر 1205 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ جب کوئی ایسا سلوک کرے گا تو اس کی تمام صالح عبادات اور نیک اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہوں گے۔

اس کے بعد جو اہم حدیث زیر بحث ہے وہ یہ ہے کہ سب سے زیادہ مالدار وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چیزوں پر راضی ہو۔ جو ہر وقت زیادہ دنیاوی چیزوں کا محتاج رہتا ہے وہ محتاج ہے، جو کہ غریب کے لیے ایک اور لفظ ہے، خواہ اس کے پاس بہت زیادہ مال ہو۔ لیکن جو اپنے مال پر راضی ہے وہ محتاج نہیں ہے اس لیے وہ مالدار ہے، خواہ اس کے پاس مال کم ہو یا دنیاوی چیزیں۔

اس کے علاوہ، جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے اس پر راضی ہونے والے کو فضل عطا کیا جائے گا، جس سے ان کے مال سے ان کی ضروریات اور ان کے زیر کفالت افراد کی ضروریات

پوری ہوں گی اور اس سے انہیں ذہنی اور جسمانی سکون ملے گا۔ جب کہ جو لوگ اس پر راضی نہیں ہوں گے ان کو یہ فضل نہیں ملے گا۔ اس سے وہ محسوس کریں گے کہ گویا ان کے مال ان کی ضروریات اور ان کے زیر کفالت افراد کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں۔ یہ انہیں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرنے سے روک دے گا، چاہے ان کے قدموں میں دنیا ہی کیوں نہ ہو۔

اطمینان میں اس پر راضی ہونا شامل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے لیے منتخب کیا ہے یعنی تقدیر۔ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین رکھنا چاہیے، وہ ہمیشہ اپنے بندے کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے، چاہے وہ اس کے انتخاب کے پیچھے موجود حکمتوں کا مشاہدہ نہ کرے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

اگر کوئی مسلمان ہر حال میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت پر اکتفا کرتا ہے، جیسے کہ مشکل کے وقت صبر اور آسانی کے وقت شکر ادا کرنا، جس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے جو نعمتیں دی گئی ہیں ان کا استعمال کرنا شامل ہے۔ ذہنی سکون فراہم کرتا ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ ایک سچے مومن کی نشانی اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار اللہ تعالیٰ پر اعتقاد، برگزیدہ اور یوم آخرت کو پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک سے جوڑ دیا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 174 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ صرف یہی حدیث پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک نہ کرنے کی سنگینی کی نشاندہی کرنے کے لیے کافی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ادب المفرد نمبر 119 میں موجود ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے کہ جس عورت نے اپنے فرض کو پورا کیا اور بہت زیادہ نفلی عبادت کی وہ جہنم میں جائے گی کیونکہ اس نے اپنی تقریر کے ذریعے اپنے پڑوسیوں سے برا سلوک کیا۔ اگر اپنے پڑوسی کو الفاظ کے ذریعے نقصان پہنچانے والے کا یہ حال ہے تو کیا کوئی اپنے پڑوسی کو جسمانی طور پر نقصان پہنچانے کی سنگینی کا

اندازہ لگا سکتا ہے؟ مہربانی میں ان کی مدد کرنا شامل ہے جو اچھے ہیں، کسی کے ذرائع کے مطابق، جیسے مالی، جذباتی اور جسمانی مدد۔ انہیں اپنے زبانی اور جسمانی نقصان کو ان سے دور رکھنا چاہیے۔ مومن کو چاہیے کہ وہ ہر اس کام سے گریز کرے جو اس کے پڑوسیوں کے لیے خلل اور تکلیف کا باعث ہو مثلاً بلند آواز۔

انہیں صبر کرنا چاہیے اور اپنے پڑوسیوں کو معاف کرنا چاہیے، جب تک کہ وہ حد سے تجاوز نہ کریں، جیسا کہ اسلام بغیر کسی کمزوری کے عاجزی کا درس دیتا ہے۔ سیدھے الفاظ میں، کسی کو اپنے پڑوسی کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جس طرح وہ اپنے پڑوسیوں سے برتاؤ کرنا چاہتا ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ ایک سچا مسلمان دوسروں کے لیے وہی پسند کرتا ہے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اسے عملی طور پر دکھانا ضروری ہے، صرف الفاظ کے ذریعے اس کا اعلان نہیں کرنا۔ ایک مسلمان کو اپنے ذرائع کے مطابق دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، جیسے جذباتی اور جسمانی مدد، جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کی مدد کریں۔ اس سے انہیں اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل ہوگی۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 225 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جس طرح ایک شخص دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں کامیابی کا خواہش مند ہوتا ہے، اسی طرح اس کے حصول میں بھی عملی طور پر دوسروں کی مدد کرنی چاہیے۔ اسی طرح ایک مسلمان یہ چاہتا ہے کہ اس کا نفس اور مال دوسروں کی زبانی اور جسمانی اذیت سے محفوظ رہے جو کہ ایک سچے مومن کی خصوصیت ہے سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق ایک مسلمان کو دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے۔ اسی طرح اس طرح کا برتاؤ بہت سی منفی خصوصیات جیسے حسد، دشمنی اور کینہ کو ختم کر دیتا ہے اور انسان کو مثبت خصوصیات جیسے نرمی، ہمدردی اور رواداری کو اپنانے کی ترغیب دیتا ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں آخری بات یہ ہے کہ بہت زیادہ ہنسنا روحانی قلب کو مار ڈالتا ہے۔ یہ ذہنیت انسان سے ہمیشہ مضحکہ خیز مسائل پر سوچنے اور ان پر بحث کرنے اور سنگین مسائل سے بچنے کا مطالبہ کرتی ہے۔ موت اور آخرت کی تیاری کا معاملہ سنگین مسائل ہیں اور اگر کوئی ان کے بارے میں سوچنے اور بحث کرنے سے گریز کرے تو وہ ان کے لیے کبھی بھی صحیح طریقے سے تیاری نہیں کرے گا۔ یہ ایک مردہ روحانی دل کی طرف لے جائے گا۔ ایک

مسلمان كو دوسروں كو راحت محسوس كرنے كے لیے خوش مزاج اور پر امید ہونا چاہیے، لیكن اسے مستقل مذاق كا رویہ اختیار كرنے سے گریز كرنا چاہیے، كیونكه یہ رویہ فضول اور گناہوں كی طرف لے جاتا ہے۔

نجات کا مطلب

جامع ترمذی نمبر 2406 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجات حاصل کرنے کا طریقہ بتایا۔

پہلی بات یہ ہے کہ اپنی بات پر قابو پالیں۔ ایک مسلمان کو برے کلام سے بچنا چاہیے کیونکہ قیامت کے دن انہیں جہنم میں ڈالنے کے لیے صرف ایک برے لفظ کی ضرورت ہے۔ جامع ترمذی کی حدیث نمبر 2314 میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ فضول اور فضول باتوں سے اجتناب کرے کیونکہ یہ اکثر بد کلامی کی پہلی سیڑھی ہوتی ہے اور اس سے انسان کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے جس پر ان کے لیے بہت افسوس ہوگا۔ روز محشر مسلمان کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔ صحیح مسلم کی حدیث نمبر 176 میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ جب کوئی ایسا سلوک کرتا ہے تو اس کی خاموشی بھی نیکی میں شمار ہوتی ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ آدمی بلا ضرورت گھر سے نہ نکلے۔ اس طرز عمل سے وقت ضائع ہوتا ہے اور زبانی اور جسمانی دونوں گناہ ہوتے ہیں۔ اگر کوئی سچے دل سے غور کرے تو وہ سمجھے گا کہ ان کے زیادہ تر گناہوں اور مسائل کا سامنا دوسروں کے ساتھ غیر ضروری طور پر میل جول کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ ہمیشہ دوسروں کی غلطی تھی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی غیر ضروری طور پر اپنا گھر چھوڑنے سے گریز کرے تو وہ کم گناہ کرے گا اور کم پریشانیوں اور مشکلات کا سامنا کرے گا۔ اس سے ان کا مفید علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کا وقت بھی نکل جائے گا، جیسا کہ اسلامی علم، جو کسی کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں فائدہ مند ہے۔ اجتماعیت غیر ضروری طور پر وقت کی انوکھی نعمت کو ضائع کر دیتی ہے، جو گزر جانے کے بعد واپس نہیں آتی۔ جن لوگوں نے فضول اور گناہ کے کاموں میں اپنا وقت ضائع کیا انہیں اس دنیا میں تناؤ اور قیامت کے دن بڑے پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے گا، خاص طور پر جب وہ اپنے وقت کا صحیح استعمال کرنے والوں کے اجر کا مشاہدہ کریں گے۔ اس کے علاوہ، غیر ضروری طور پر اجتماعیت بھی انسان کو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تئیں اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی ادائیگی سے روکتی ہے۔ یہ خود کی عکاسی کے اہم کام سے بھی روکتا ہے۔ اس کی ضرورت اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ہے کہ کوئی شخص زندگی میں صحیح سمت میں جا رہا ہے اور آیا وہ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو پورا کر رہا ہے

یا نہیں۔ خود غور و فکر کی کمی ایک بے مقصد زندگی کی طرف لے جاتی ہے جس کے تحت انسان کو اپنی دنیوی یا مذہبی زندگی میں کوئی ٹھوس سمت نہیں ہوتی۔ ضرورت سے زیادہ سماجی ہونا بھی انسان کو لوگوں پر انحصار کرنے اور چپکے رہنے کی ترغیب دیتا ہے، اور یہ ہمیشہ جذباتی، ذہنی اور سماجی مسائل کا باعث بنتا ہے، کیونکہ کسی کی پوری زندگی، ان کی خوشی اور غم، سب کچھ لوگوں اور ان کے رشتوں کے گرد گھومتا ہے۔ ان تمام منفی اثرات سے ان تمام منفی اثرات سے بچایا جا سکتا ہے جب یہ ضروری ہو تو صرف سوشلائز کر کے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں آخری چیز جو اپنے گناہوں پر رونا ہے۔ یہ طرز عمل اپنے گناہوں پر حقیقی پشیمانی کو ظاہر کرتا ہے، جو کہ مخلصانہ توبہ کا ایک اہم پہلو ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 4252 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ دوسرے پہلوؤں میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے شامل ہے، الا یہ کہ اس سے مزید پریشانی پیدا ہو۔ ایک پختہ وعدہ کرنا کہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ دوبارہ نہ کریں اور جہاں ممکن ہو، اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حوالے سے جو حقوق چھوٹ گئے ہوں یا پامال ہوئے ہوں ان کی تلافی کریں۔ اسلام کاملیت کا مطالبہ نہیں کرتا، صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی حقیقی اور مخلصانہ کوشش، اور جب کوئی گناہ کرتا ہے تو سچے دل سے توبہ کرتا ہے اور اپنی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔

کے ذریعے چیزیں سوچنا

جامع ترمذی نمبر 2012 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ غور و فکر کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جب کہ جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔

یہ سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے ایک انتہائی اہم تعلیم ہے، کیونکہ جو مسلمان بہت زیادہ نیک اعمال انجام دیتے ہیں وہ انہیں جلد بازی سے تباہ کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر، وہ غصے میں کچھ برے الفاظ کہہ سکتے ہیں جس کی وجہ سے وہ قیامت کے دن جہنم میں جا سکتے ہیں۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 2314 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

زیادہ تر گناہ اور مشکلات، جیسے دلائل، اس لیے پیش آتے ہیں کیونکہ لوگ چیزوں کو سوچنے میں ناکام رہتے ہیں اور اس کے بجائے جلد بازی میں کام کرتے ہیں۔ ذہانت کی نشانی یہ ہے کہ جب کوئی بولنے یا عمل کرنے سے پہلے سوچتا ہے اور صرف اس وقت آگے آتا ہے جب وہ جانتا ہو کہ اس کی بات یا عمل دنیاوی اور دینی معاملات میں اچھا اور فائدہ مند ہے۔

اگرچہ ایک مسلمان کو اعمال صالحہ میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، پھر بھی ان کو انجام دینے سے پہلے غور و فکر کرنا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی نیک عمل کا بدلہ محض اس لیے نہیں ملتا کہ اس کی شرائط اور آداب جلد بازی کی وجہ سے پورے نہ ہوئے ہوں۔ اس سلسلے میں، کسی بھی معاملے میں سوچنے کے بعد ہی آگے بڑھنا چاہیے۔

جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ نہ صرف اپنے گناہوں کو کم کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ کرے گا بلکہ وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں پیش آنے والی مشکلات مثلاً جھگڑے، مشکلات اور اختلاف کو کم کر دے گا۔

اعمال کی طرف جلدی کریں۔

جامع ترمذی نمبر 2306 میں موجود حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو سات چیزوں کے واقع ہونے سے پہلے اعمال صالحہ میں جلدی کرنے کی تلقین کی۔

پہلی زبردست غربت ہے۔ اس سے مراد وہ مالی مشکلات ہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل کر دیتی ہیں، جن میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق سامنا کرنا شامل ہے۔ اس کے علاوہ، دولت پر زور دینا کسی کو حرام کی طرف دھکیل سکتا ہے۔ ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ جو بھی نیک عمل حرام سے جڑا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اسے رد کر دے گا۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث نمبر 2342 میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے تمام مخلوقات کے لیے رزق مختص کیا ہے، صحیح مسلم میں موجود ایک حدیث کے مطابق، تعداد 6748۔ لہذا، ایک مسلمان کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ جب تک وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق حلال طریقوں سے اس کے لیے کوشش کرتے رہیں گے تو اس کا حلال رزق ان تک پہنچے گا۔ ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی لامتناہی حکمت کے مطابق اپنے بندوں کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے۔ وہ کسی کی خواہش کے مطابق نہیں دیتا، کیونکہ یہ ان کی تباہی کا باعث بنے گا۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

اور باب 42 اششورہ، آیت 27

اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیتا تو وہ زمین پر ظلم کرتے۔ لیکن وہ جس ”
...مقدار میں چاہتا ہے اسے اتارتا ہے

آخر میں حدیث کا یہ حصہ اس بات کی بھی نشاندہی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے کسی کے زائد مال کو استعمال کرنے کی اہمیت، اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے جب وہ صدقہ کرنا چاہیں لیکن ایسا کرنے کے لیے صحیح مالی حالت میں نہ ہوں۔

اگلی بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نیک اعمال میں جلدی کریں قبل اس کے کہ وہ مال کی طرف متوجہ ہوں۔ دولت بذات خود برائی نہیں ہے لیکن اس پر منحصر ہے کہ کوئی اسے کیسے حاصل کرتا ہے اور اسے استعمال کرتا ہے یا تو اسے ان کے لیے بڑی نعمت یا دونوں جہانوں میں ان کے لیے بڑا بوجھ بنا سکتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے فرائض میں کوتاہی کرتے ہوئے زائد مال حاصل کرنے کی کوشش کرے اور مال جمع کرے یا ضائع کرے تو یہ دونوں جہانوں میں اس کے لیے بڑی لعنت ہے۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے ”
قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

لیکن اگر کوئی مسلمان اپنی ضرورتوں اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بغیر کسی زیادتی، فضول خرچی اور اسراف کے اتنا حاصل کر لے اور اپنی نعمتوں مثلاً مال کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دوسرے طریقوں سے استعمال کرے تو وہ دونوں جہانوں میں حقیقی دولت حاصل کرے گا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

اگلی چیز جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے جو اعمال صالحہ سے روکتی ہے وہ ایک کمزور کرنے والی بیماری ہے۔ یہ ایک انتباہ ہے کہ کسی کی بیماری کا سامنا کرنے سے پہلے اس کی اچھی صحت کا استعمال کریں۔ جو لوگ بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے اپنی صحت سے محروم ہو گئے ہیں ان کا مشاہدہ کرنا چاہیے اور اس لیے دین کو دنیا پر فوقیت دیتے ہوئے دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنی اچھی صحت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی اچھی صحت کو استعمال کرتے ہوئے باقاعدگی سے مساجد کا سفر کرے تاکہ جماعت کے ساتھ اپنی فرض نمازیں ادا کرنے کے لیے ایک وقت آنے سے پہلے جب وہ ایسا کرنے کی خواہش رکھتا ہو لیکن اس کے لیے جسمانی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اپنی صحت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان آخر کار اس سے محروم ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں وہی اجر عطا کرتا رہتا ہے جو ان کی صحت کے دوران اچھے کام کرنے پر ملتا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث المفرد نمبر 500 میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ لیکن جو لوگ غفلت میں رہتے ہیں اور اپنی صحت کو استعمال کرنے میں ناکام رہتے ہیں انہیں ان کی صحت یابی کے دوران کوئی اجر نہیں ملے گا۔

اس کا تعلق اس اگلی چیز سے ہے جس کا ذکر مرکزی حدیث میں زیر بحث ہے یعنی بوڑھا۔ ایک مسلمان کو اپنی جوانی اور مضبوط ذہانت کو بڑھاپے کو پہنچنے سے پہلے استعمال کرنا چاہیے۔ اس میں علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے اپنی ذہنی قوت کو استعمال کرنا، اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ کسی کو اس بات میں دیر نہیں کرنی چاہیے کہ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہوئے کہ وہ اسلامی علم سیکھ سکتے ہیں اور اس پر عمل کر سکتے ہیں جب وہ بڑے ہوں گے کیونکہ اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ وہ بڑی عمر تک پہنچ جائیں گے۔ اس کے علاوہ، اگر وہ بوڑھے ہو بھی جائیں، تب بھی ان کے لیے اسلامی علم سیکھنا مشکل ہو جائے گا، کیونکہ سیکھنے کی اولین عمر چھوٹی عمر میں ہوتی ہے۔ آخر میں، اگر وہ بڑی عمر میں اسلامی علم حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں، تب بھی ان کے لیے اس علم کو نافذ کرنا مشکل ہو جائے گا، کیونکہ بوڑھے لوگ آسانی سے اپنی عادات کے عادی ہو جاتے ہیں اور اس لیے انہیں اپنے طرز عمل کو مثبت انداز میں بدلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لہذا، کسی کو اپنی ذہنی

طاقت کا استعمال کرتے ہوئے کم عمری میں مفید علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ آخر میں ضروری ہے کہ بڑھاپے سے پہلے اس طرح کا برتاؤ کیا جائے جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 6390 میں موجود حدیث میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بڑھاپے سے پناہ مانگی ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی چیز جو عمل صالح سے روکتی ہے وہ ناگہانی موت ہے۔ موت یقینی ہے لیکن وقت نامعلوم ہے۔ ایک مسلمان کو یہ خیال کرتے ہوئے غفلت میں نہیں رہنا چاہئے کہ ان کی موت بہت دور ہے، جیسا کہ لاتعداد لوگ اپنی عمر کو پہنچنے سے بہت پہلے مر چکے ہیں اور مر جائیں گے۔ اور نہ ہی اس طرح جینا چاہیے کہ وہ بالکل مرنے والے ہی نہیں۔ لمبی عمر کی امید رکھنے کو تمام برائیوں کی جڑ سمجھا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ عمل صالح کو انجام دینے میں تاخیر کا باعث بنتا ہے، اس یقین کے ساتھ کہ وہ انہیں ہمیشہ کل انجام دے سکتے ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ مخلصانہ توبہ میں تاخیر کرتے ہیں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس بہتر کے لیے بدلنے کے لیے کافی وقت ہے۔ اور لمبی زندگی کی امیدیں انسان کو اس زمین پر اپنی متوقع لمبی زندگی کو آرام دہ بنانے کے لیے دنیاوی چیزوں جیسے کہ دولت کے حصول کو ترجیح دینے کا سبب بنتی ہے۔ یہ چیزیں انسان کو آخرت کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روکتی ہیں، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ لمبی عمر کے لیے اپنی امیدوں کو کم کر دیں تاکہ وہ بہتری کے لیے بدلیں اور اپنی توجہ مستقل آخرت کی طرف مرکوز کریں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ تاخیر نہ کریں اور آج کے دن کے طور پر کام کریں جس کل کی وہ امید کرتے ہیں کہ شاید وہ کبھی نہ آئے۔ ایک عقلمند شخص اس دن کی تیاری کو ترجیح نہیں دیتا جس تک وہ کبھی نہ پہنچ سکے، جیسے کہ ان کی ریٹائرمنٹ، عملی طور پر اس دن کی تیاری کو ترجیح نہیں دیتا جس کا تجربہ کرنے کی اسے ضمانت دی جاتی ہے، جیسے کہ وہ دن جس کی وہ مرے گی۔ اس کے علاوہ انہیں ایسے اعمال صالحہ کرنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے جو ان کی زندگی کے غیر متوقع طور پر ختم ہونے کی صورت میں ان کے لیے فائدہ مند ہوں، جیسے جاری صدقہ، جس سے عطیہ کرنے والے کو فائدہ ہوتا ہے، جب تک کہ صدقہ دوسروں کو فائدہ پہنچاتا رہے۔ جامع ترمذی نمبر 1376 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات جو کہ مخالف مسیح کی آمد ہے۔ یہ واقعہ کسی کو اعمال صالحہ سے روکے گا اور اسے کفر کی طرف مائل کرے گا۔ اس سے سیکھنے کا ایک سبق یہ ہے کہ مشکوک چیزوں سے بچنے کی اہمیت ہے۔ جس طرح ایک شخص جو کسی سرحد کے قریب سے سفر کرتا ہے اس کے اس کو عبور کرنے کا زیادہ امکان ہوتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان جو فتنوں میں گھرا ہوا ہے اس کے گمراہ ہونے اور اعمال صالحہ میں ناکام ہونے کا امکان زیادہ ہوتا

ہے۔ جو ان جگہوں اور چیزوں سے بچتا ہے جو اسے گناہوں پر آمادہ کرتی ہیں وہ اس کے ایمان اور عزت کی حفاظت کرے گا۔ جامع ترمذی نمبر 1205 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان کی حفاظت کریں اور ان چیزوں، جگہوں اور ان لوگوں سے بچیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف دعوت دیتے ہیں یا فتنہ میں ڈالتے ہیں، اور ان کے کفیلوں کو یقینی بنانا چاہیے۔ ان کے بچوں کے طور پر، وہی کرتے ہیں

زیر بحث مرکزی حدیث میں جس آخری چیز کا ذکر کیا گیا ہے جو عمل صالح سے روکتی ہے وہ قیامت ہے۔

یہ وہ وقت ہے جب صور پھونکا جائے گا۔ صور پھونکا مخلوق کی موت کا باعث بنے گا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 7381 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ جاننے کی اہم بات یہ ہے کہ یہ ایک ایسی اذان ہے جس کا جواب نہ کوئی دے سکتا ہے اور نہ ہی رد کرے گا۔ یہ قیامت اور آخری فیصلے کی طرف لے جائے گا۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہنے کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرتے ہوئے خلوص نیت سے اطاعت کریں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق۔ باب 8 انفال، آیت 24

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور رسول کی بات مانو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائے " جو تمہیں زندگی بخشتی ہے۔"

اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔

جو کوئی اس دنیا میں اس پکار کا مثبت جواب دے گا وہ آخری کال کو برداشت کرنے اور اس کا جواب دینے میں آسان پائے گا۔ جبکہ جو شخص اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پکار سے غافل رہتا ہے اسے اس دنیا میں سکون نہیں ملے گا اور وہ صور کی پکار پر لبیک کہنے پر مجبور ہو جائیں گے جو ان کے لیے برداشت کرنا بہت بڑا بوجھ ہو گا۔ اور جواب دیں۔ ایک شخص اللہ تعالیٰ کی پکار کو صرف اس وقت تک نظر انداز کر سکتا ہے جب تک کہ آخری دعوت جلد یا بدیر واقع ہو گی اور کوئی بھی اس سے بچنے یا نظر انداز نہیں کر سکے گا۔ اگر یہ ناگزیر ہے، تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کوئی شخص غفلت میں رہنے کے بجائے، آج، اس کا جواب دے۔ اگر کوئی غافل ہو کر صور پھونکنے کی آواز سنتا ہے تو کوئی عمل یا پشیمانی اس کو فائدہ نہیں دے گی اور اس شخص کے بعد جو کچھ آئے گا وہ اس سے بھی زیادہ خوفناک ہوگا۔

تمام مشکلات

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ادب المفرد نمبر 492 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ مسلمان کو کسی قسم کی جسمانی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، خواہ اس کی جسامت کتنی ہی کیوں نہ ہو، جیسے کہ چبھنا، کانٹا، یا کوئی جذباتی مشکل، جیسے دباؤ، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ان کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

اس سے مراد چھوٹے گناہ ہیں، کیونکہ بڑے گناہوں کے لیے مخلصانہ توبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ نتیجہ اس وقت ہوتا ہے جب ایک مسلمان مشکل کے آغاز سے اپنی زندگی کے آخر تک صبر کرتا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے، کیونکہ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ابتدائی طور پر شکایت کر سکتے ہیں اور اس کے بعد صبر کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ یہ سچا صبر نہیں ہے، بلکہ یہ صرف قبولیت ہے، جو وقت گزرنے کے ساتھ قدرتی طور پر ہوتا ہے۔ سنن نسائی نمبر 1870 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ زندگی بھر صبر کا 1870 مظاہرہ کرنا ضروری ہے کیونکہ انسان بے صبری کا مظاہرہ کر کے اپنے اجر کو ختم کر سکتا ہے۔

ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس سے بہتر ہے کہ اس کے چھوٹے گناہوں کو ان مشکلات سے مٹا دیا جائے پھر ان کے پاس رہتے ہوئے قیامت تک پہنچ جائے۔ ایک مسلمان کو اپنے چھوٹے گناہوں کو مٹانے کے لیے مسلسل توبہ اور عمل صالح کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور اگر ان کو کوئی جسمانی یا جذباتی مشکل پیش آئے تو ان کو صبر کرنا چاہیے کہ ان کے صغیرہ گناہوں کے مٹ جانے اور بے شمار ثواب حاصل کرنے کی امید رکھیں۔ باب 39 از زمر، آیت 10:

"بے شک، مریض کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا [یعنی حد]۔..."

جو شخص ہر مشکل کا صبر کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے گریز کرنا، قول و فعل کے ذریعے، اور اپنے عمل میں سچی توبہ کا اضافہ کرنا ہے، اس کے صغیرہ و کبیرہ دونوں گناہ مٹ جائیں گے۔ سچی توبہ میں پچھتاوا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور ان لوگوں سے جن پر ظلم ہوا ہے، جب تک کہ اس سے مزید مصیبت نہ آئے، خلوص نیت سے دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرنا شامل ہے۔ ان حقوق کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حوالے سے پامال ہوئے ہوں۔

جس کو اس طریقے سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور شکر گزاری کے ساتھ آسانی کے اوقات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے طریقے سے عطا کی گئی ہیں، اسے دونوں جہانوں میں ہر حال میں سکون اور کامیابی ملے گی۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

کبھی بھرا نہیں۔

صحیح بخاری نمبر 6439 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ اگر کسی کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو وہ دوسری خواہش کرے گا اور اس کا پیٹ مٹی کے سوا کچھ نہیں بھرتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو معاف کر دیتا ہے۔

یہ حدیث بہت زیادہ دنیاوی خواہشات رکھنے سے خبردار کرتی ہے۔ ان کے ساتھ مسئلہ، خواہ وہ حلال ہی کیوں نہ ہوں، یہ ہے کہ صرف ایک خواہش کو پورا کرنے سے اور زیادہ ہوتا ہے۔ ایک دروازہ دس دوسرے کی طرف جاتا ہے۔ اور یہ کبھی ختم نہیں ہوتا جب تک کہ کوئی اس طرز عمل سے توبہ نہ کرے یا جب وہ مر جائے اور ان کی قبر کی مٹی ان کا پیٹ بھر جائے۔ حلال دنیاوی خواہشات بھی ناجائز خواہشات کا باعث بن سکتی ہیں، جیسا کہ بہت سے لوگ جنہوں نے حرام کو ختم کیا وہ حلال خواہشات میں مبتلا ہونے سے شروع ہوئے۔ انسان کی جتنی زیادہ خواہشات ہوتی ہیں وہ اتنا ہی زیادہ محتاج ہوتا جاتا ہے جو کہ غریب ہونے کا دوسرا نام ہے۔ یہ غربت کبھی ختم نہیں ہوتی، خواہ وہ کتنا ہی حاصل کر لے یا کتنی ہی خواہشات پوری کرے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ فقیر کی ضروری ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ضمانت دی ہے، لیکن بادشاہوں کی خواہشات ادھوری رہ جاتی ہیں۔ مسلمان کو چاہیے کہ اس دنیا میں اپنی ضرورتوں اور اپنے محتاجوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اسراف، فضول خرچی اور اسراف کے بغیر کوشش کرے۔ اور اس حقیقی غربت سے بچنے کے لیے انہیں اپنی دنیاوی خواہشات کو کم کرنا چاہیے اور اس کے بجائے دلوں اور جذبات کے قابو کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کی مخلصانہ اطاعت کے ذریعے سکون و راحت حاصل کرنا چاہیے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اسے عطا کی گئی ہیں۔ اس کو خوش کرنے کے طریقے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ جو لوگ اپنی حلال یا ناجائز خواہشات کو پورا کرنے کے جنون میں مبتلا ہیں، ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے انہیں کبھی سکون نہیں ملتا، خواہ وہ کتنی ہی دنیاوی چیزوں کے مالک ہوں۔ درحقیقت جو لوگ اس طرح کا برتاؤ کرتے ہیں وہ ذہنی سکون سے سب سے زیادہ دور ہوتے ہیں اور پریشانی، تناؤ اور ڈپریشن کے قریب ترین ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ منشیات اور شراب کے عادی ہوتے ہیں۔ باب 20 طہ، آیت 124

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، یقیناً اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی۔"

خوش نصیب

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 2520 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش نصیب شخص کی خصوصیات بتائی ہیں۔

پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے مفید علم پر عمل کرتے ہیں۔ علم تب ہی فائدہ مند ہوتا ہے جب کوئی اس پر عمل کرے ورنہ یہ وہ چیز ہے جو قیامت کے دن ان کے خلاف گواہی دے گی۔ اپنے علم پر عمل نہ کرنا اور کامیابی کی امید رکھنا اتنا ہی احمقانہ ہے جتنا کہ وہ شخص جس کے پاس اپنی مطلوبہ منزل کا نقشہ ہے لیکن وہ اسے استعمال نہیں کرتا اور پھر بھی اپنی منزل تک پہنچنے کی امید رکھتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے علم کے دونوں پہلوؤں کو پورا کرنا بہت ضروری ہے۔ پہلا یہ کہ اسے معتبر ذریعہ سے حاصل کیا جائے اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس پر خلوص نیت سے عمل کیا جائے۔ ایک مسلمان کو جنت کا راستہ تلاش کرنا چاہیے اور اس تک پہنچنے کے لیے اس سے نیچے کا سفر کرنا چاہیے۔

دوسری خصوصیت جس کا ذکر مرکزی حدیث میں کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے اپنے زائد مال کو خرچ کرنا ہے۔ زائد دولت وہ دولت ہے جو کسی کی ضرورتوں اور اپنے محتاجوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد بغیر فضول خرچی اور اسراف کے باقی رہ جاتی ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ مستقبل قریب کے لیے معقول بچت کرے اور پھر بقیہ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرے، جیسے صدقہ۔ وہ اسے فضول یا گناہ کی چیزوں پر خرچ نہ کریں اور نہ ہی اسے ذخیرہ کریں۔ حقیقت میں دولت کا ذخیرہ کرنا اسے بیکار بنا دیتا ہے، کیونکہ یہ عمل اس کی تخلیق کے مقصد سے انکار کرتا ہے۔ دولت جو معاشرے میں گردش کرتی ہے وہ سب کے لیے فائدہ مند ہے جبکہ ذخیرہ اندوزی صرف امیر اور غریب کے درمیان فاصلہ بڑھاتی ہے۔ اور یہ حقیقت میں اس کے مالک کو فائدہ نہیں پہنچاتا، کیونکہ وہ اپنی زندگی میں اس سے لطف اندوز ہونے میں ناکام رہے لیکن آخرت میں اس کے لیے جوابدہ ہوں گے۔ مسلمان کو چاہیے کہ یا تو زیادہ مال حاصل کرنے سے بچیں یا کم از کم اسے صحیح طریقے سے استعمال کریں۔ اس کے علاوہ، یہ نصیحت کسی کی تمام نعمتوں پر لاگو ہوتی ہے، مطلب یہ ہے کہ انسان کو ان تمام نعمتوں کو استعمال کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں، اور ان کو فضول یا گناہ کی چیزوں پر استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ فضول چیزیں صرف انسان کے قیمتی وسائل کو ضائع کرنے کا باعث بنتی ہیں اور یہ ان کے لیے قیامت

کے دن بڑے پشیمان ہوں گے، خاص طور پر جب وہ ان لوگوں کو ملنے والے انعام کا مشاہدہ کریں جنہوں نے ان کی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کیا۔ آخر کار، فضول اور گناہ والی چیزیں دونوں جہانوں میں صرف تناؤ اور پریشانی کا باعث بنتی ہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کو بھولنے کا سبب بنتا ہے، کیونکہ اس کو حقیقی طور پر یاد کرنے میں ان نعمتوں کا استعمال شامل ہے جو اس کی خوشنودی کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

زیر بحث مرکزی حدیث میں جو آخری خصوصیت بیان کی گئی ہے وہ الفاظ کی زیادتی کو روکنا ہے۔ برے الفاظ سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیے۔ فضول اور فضول الفاظ سے بھی پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ یہ اکثر برے الفاظ کا باعث بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ، کسی کو یہ سمجھنا چاہیے کہ انسان کو جن مسائل، مشکلات اور دلائل کا سامنا ہوتا ہے، ان کی اکثریت غیر ضروری الفاظ اور گفتگو کی وجہ سے ہوتی ہے۔ لہذا مسلمان کو چاہیے کہ وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے، جس کی نصیحت صحیح مسلم نمبر 176 میں موجود حدیث میں آئی ہے۔ باب 4 النساء، آیت 114

ان کی زیادہ تر نجی گفتگو میں کوئی بھلائی نہیں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو صدقہ کرنے کا حکم دیتے ہیں یا جو حق ہے یا لوگوں کے درمیان صلح کرواتے ہیں۔ اور جس نے یہ کام اللہ کی رضامندی کے لیے کیا تو ہم اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔

خوشخبری

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 2556 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج ذیل صفات کے حامل کو بشارت دی ہے۔

پہلی خصوصیت عاجزی ہے بغیر کسی کمی کے معنی، کمزوری۔ عاجز اللہ تعالیٰ کے احکام و ممنوعات پر سرتسلیم خم کرتا ہے، قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، اس طرح اس کی بندگی کا ثبوت دیتا ہے۔ جب سچائی ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو وہ اسے آسانی سے قبول کر لیتے ہیں، چاہے وہ ان کی خواہشات کے خلاف ہو اور اس سے قطع نظر کہ اسے کون ان تک پہنچاتا ہے۔ مطلب، وہ سچائی کو یہ سمجھتے ہوئے رد نہیں کرتے کہ وہ بہتر جانتے ہیں۔ وہ دوسروں کو حقیر نہیں سمجھتے، یہ مانتے ہیں کہ وہ کسی دنیاوی چیز کی وجہ سے جو ان کے پاس ہے یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وجہ سے وہ ان سے برتر ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ تمام دنیاوی نعمتیں جو ان کے پاس ہیں، ان سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے عطا کی ہیں۔ اس لیے ان کے پاس فخر کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس کے علاوہ، وہ سمجھتے ہیں کہ نیک اعمال کرنا صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی ممکن ہے، کیونکہ نیک کام کرنے کی الہام، موقع، طاقت اور صلاحیت سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس کے علاوہ، صرف ایک احمق فخر کو اپناتا ہے کیونکہ کسی کو ان کے حتمی نتائج یا دوسروں کے حتمی نتائج کا علم نہیں ہوتا ہے۔ یعنی ان کی موت اس حال میں ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہ ہوں اور کفر کی حالت میں بھی۔ ان سچائیوں کو سمجھنا انسان کو تکبر کے مہلک گناہ سے روک دے گا۔ ایک ایٹم کی قیمت کسی کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ کمزوری کے بغیر عاجزی کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان ہمیشہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرتا ہے لیکن ضرورت پڑنے پر اپنا دفاع کرنے اور حق کے لیے کھڑا ہونے سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی اس کی عاجزی ان کے ظاہر ہونے کا سبب بنتی ہے۔ دوسروں کی نظروں میں ذلیل اور بے عزت۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی خصوصیت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے بغیر مال خرچ کرنا اور کمزوروں اور محتاجوں کی مدد کرنا ہے۔ اس میں وہ خرچ بھی شامل ہے جس سے دنیا یا آخرت میں حقیقی فائدہ حاصل ہو۔ اس میں کسی کی ضرورتوں اور محتاجوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے خرچ کرنا شامل ہے، بغیر اسراف، فضول خرچی کے۔ صحیح بخاری نمبر 4006

میں موجود حدیث کے مطابق اس طرح خرچ کرنا درحقیقت ایک نیک عمل ہے۔ یہ صحیح خرچ ان تمام دنیوی نعمتوں پر محیط ہے جو کسی کو عطا کی گئی ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرنا شامل ہے۔

ضرورت مندوں کی مدد میں ہر قسم کی امداد اور مدد شامل ہے، جیسے مالی، جذباتی اور جسمانی مدد۔ جو اس طرح دوسروں کی مدد کرے گا اسے دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل ہوگی۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1930 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جسے حاصل ہو جائے وہ ناکام نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد ہر چیز پر غالب آ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اپنے اعمال میں ہمیشہ مخلص رہنا چاہیے۔ یہ اس وقت ثابت ہوتا ہے جب کوئی لوگوں سے شکرگزاری کی امید نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کا مطالبہ کرتا ہے۔ کسی کو بھی دوسروں کی مدد کرنی چاہیے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کی مدد کریں۔

مرکزی حدیث میں زیر بحث اگلی خصوصیت علماء اور حکیموں کے ساتھ میل جول ہے۔ ایک مسلمان کو ہمیشہ اپنے ساتھیوں کا انتخاب سمجھداری سے کرنا چاہیے کیونکہ وہ بلا شبہ اپنے ساتھیوں کی خصوصیات کو اپنائیں گے خواہ وہ مثبت ہوں یا منفی۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ جب کوئی نیک لوگوں کے ساتھ اور ان کے نقش قدم پر چلے گا تو وہ نہ صرف پاکیزہ خصلتوں کو اپنائے گا بلکہ اس سے ان کی محبت کا ثبوت ملے گا۔ اور اس کی وجہ سے وہ آخرت میں صالحین کے ساتھ ختم ہو جائیں گے۔ صحیح بخاری نمبر 3688 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ اگر کوئی دیانتداری سے غور 3688 کرے تو سمجھ جائے گا کہ ان کو جن مشکلات، مسائل اور دلائل کا سامنا کرنا پڑا ان میں سے زیادہ تر اجتماعیت کا نتیجہ ہے۔ ان مسائل کو کافی حد تک کم کیا جا سکتا ہے جب کوئی صحیح لوگوں کے ساتھ مل جائے۔ درحقیقت، صالحین کے ساتھ میل جول ایک صحیح رویہ اور طرز عمل اختیار کرنے میں مدد کرے گا تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں۔ ایک مسلمان کو صالح اور عقلمندوں کا ساتھ دینا چاہیے ورنہ خلوت کی تلاش کرنی چاہیے، کیونکہ خاص طور پر اس دن اور دور میں حفاظت اسی میں مضمر ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلی خصوصیت حلال رزق کمانا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اگر کسی کی زندگی کی بنیاد ہی حرام ہے تو اس کے اوپر جو بھی تعمیر ہو وہ نجس ہوگی۔ حرام کو حاصل کرنے اور استعمال کرنے والے کے نیک اعمال جیسے صدقہ رد کر دیا جائے گا۔

صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ جس طرح اسلام کی اندرونی بنیاد نیت ہے اسی طرح اسلام کی بیرونی بنیاد حلال کا حصول اور استعمال ہے۔ ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ان کا رزق جس میں مال بھی شامل ہے، زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ان کے لیے مختص کیا گیا تھا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ تقسیم کبھی تبدیل نہیں ہو سکتی، اس لیے حرام کو حاصل کرنے اور استعمال کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس سے دنیا میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں، کیونکہ حرام کے ذریعے حاصل ہونے والی ہر چیز بن جاتی ہے۔ ان کے لیے تناؤ کا باعث ہے، اور یہ ایک عظیم دن پر سخت عذاب کا باعث بنتا ہے۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلی خصوصیت جو ذکر کی گئی ہے وہ حسن سلوک ہے، یہاں تک کہ جب کوئی شخص تنہائی میں ہو اور دوسروں کے مشاہدے سے دور ہو۔ یہ مسلمان اس بات سے پوری طرح واقف ہو جاتا ہے کہ الہی بصارت ان کے باطن اور ظاہری وجود کا مسلسل مشاہدہ کر رہی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا اخلاص ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہتے ہوئے بھی نیک سلوک کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان مسلمانوں نے اسلامی علم حاصل کیا ہے اور اس پر عمل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے احکام کی تعمیل کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ جدوجہد کی ہے۔ اس پر، انہوں نے ایمان کی فضیلت حاصل کی ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی عمل کرتا ہے، جیسے کہ نماز پڑھنا، گویا وہ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود ایک حدیث میں اس پر بحث کی گئی ہے۔ یہ انہیں لوگوں کی بینائی کے بارے میں پریشان ہونے سے روکتا ہے کیونکہ وہ نظر الہی پر بہت زیادہ توجہ اور چوکنا ہوتے ہیں۔ اس اخلاص کو اپنانا ضروری ہے تاکہ انسان صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کام کرے اور خلوت میں بھی اس کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلی خصوصیت جس کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ عوامی اعلیٰ کردار کا حامل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مسلمان تمام لوگوں کے لیے اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کرتا ہے خواہ ان کا عقیدہ کچھ بھی ہو کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ حقیقی مسلمان اور مومن وہی ہے جو کسی شخص

اور اس کے مال سے ان کی زبانی اور جسمانی اذیت کو دور رکھے۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ وہ دوسروں کے لیے وہی چاہنے کی اپنی محبت کا ثبوت دیتے ہیں جو وہ اپنے لیے چاہتے ہیں، نہ کہ صرف الفاظ سے، کیونکہ اس کا عملی نفاذ ایک سچے مومن کی خصوصیت ہے۔ جامع ترمذی، نمبر 2515 میں حدیث پائی جاتی ہے۔ وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے نیک عمل کرتے ہیں، جیسا کہ آخری خصلت میں بیان کیا گیا ہے، بلکہ مخلوق کے لیے اعلیٰ کردار بھی ظاہر کرتے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ایک سچا مومن ایمان کے دونوں حصوں کو پورا کرتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور مخلوق کے ساتھ حسن سلوک۔ جو شخص لوگوں کے ساتھ اچھے کردار کو ظاہر کرنے میں ناکام رہتا ہے، جس میں دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا شامل ہے جو لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتا ہے، وہ قیامت کے دن اپنے اچھے اعمال کو ان لوگوں کے حوالے کرنے پر مجبور ہو جائے گا جن پر انہوں نے ظلم کیا تھا اور اگر ضروری ہوا تو ان لوگوں کے گناہوں کو لے لیں گے جن پر انہوں نے ظلم کیا۔ یہ ان کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلی خصوصیت جس کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ برے لوگوں کے شر سے بچنا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اچھی چیزوں میں دوسروں کی مدد کرنے کا اہم فریضہ پورا کرتے ہیں اور برے کاموں میں ان کی مدد کرنے سے انکار کرتے ہیں، اس بات سے قطع نظر کہ اس چیز میں کون حصہ لے رہا ہے یا اسے منظم کر رہا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان دوسروں کی مدد کرنے یا نہ کرنے کا انتخاب کرتے ہوئے اس اہم فریضے میں ناکام ہو جاتے ہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں، اس بات پر انحصار کرتے ہوئے کہ کون کچھ کر رہا ہے۔ اس نے علماء اور اسلامی اداروں کو بھی متاثر کیا ہے، جو اکثر صرف ان لوگوں کی حمایت کرتے ہیں جن کے ساتھ ان کا تعلق ہے۔ اگر مسلمان سماجی طاقت کو دوبارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور صالح پیش روؤں پر اثر انداز ہونا چاہتے ہیں تو اس میں تبدیلی آنی چاہیے، جیسا کہ انہوں نے ہمیشہ اس فرض کو پورا کیا، خواہ لوگ اچھی چیز کو منظم کر رہے ہوں یا اس کی قیادت کر رہے ہوں۔ آخر میں حدیث کا یہ حصہ برے ساتھیوں اور گناہوں سے زیادہ وابستہ مقامات کے خلاف بھی تنبیہ کرتا ہے۔ برے ساتھی صرف برے خصلتوں کو اپنانے اور

اندھی وفاداری پیدا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، جو اکثر برے کاموں کی حمایت اور حصہ لینے کی ترغیب دیتا ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں آخری بات یہ ہے کہ خوش نصیب وہ ہے جو اپنے علم کے مطابق عمل کرے۔ ایسا کرنا ضروری ہے کیونکہ کسی کے علم کو نظر انداز کرنا اور اس کے خلاف کام کرنا بڑی جہالت کی علامت ہے۔ اس قسم کا علم بالکل بھی فائدہ مند نہیں ہے۔ درحقیقت یہ صرف قیامت کے دن کسی شخص کے خلاف گواہی دے گا۔ علم تب ہی کارآمد ہوتا ہے جب اس پر صحیح طریقے سے عمل کیا جائے، بالکل اسی طرح جیسے نقشہ مطلوبہ منزل تک لے جاتا ہے جب اسے استعمال کیا جائے۔ علم پر عمل کرنے میں ناکامی کسی کو جنت کے راستے سے نیچے نہیں لے جائے گی، یہ انہیں اندھیروں میں ہی چھوڑے گی۔ الجہن اور کھو

نیکی کی راہیں۔

صحیح مسلم نمبر 250 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند آسان اعمال صالحہ کی تلقین فرمائی۔

پہلا نیک عمل یہ ہے کہ کسی کی خاص تجارت میں اس کی وسعت کے مطابق مدد کی جائے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان اپنے پیشے میں کسی کی مزید تعلیم یا اس کے پیشے سے جڑی کوئی فیس ادا کر کے اس کی مدد کر سکتا ہے۔ اس طرح مدد کرنا درحقیقت پورے خاندان کی کفالت کا ایک بہترین طریقہ ہے، کیونکہ ایک ایسے شخص کی مدد کرنا جو کماتا ہے اپنے خاندان کی کفالت کے لیے بالواسطہ طور پر خاندان کی مدد کر رہا ہے، حالانکہ یہ پورے خاندان کی کفالت کرنے سے کہیں زیادہ سستا اور آسان ہے۔ اس کے علاوہ، عطیہ کرنے والے کو ان کی موت کے بعد بھی ثواب ملتا رہے گا، جب تک کہ وہ شخص اپنی تجارت میں کام کرتے ہوئے عطیہ دہندگان کی مدد سے فائدہ اٹھا رہا ہو۔

اگلی بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ کسی ایسے شخص کی مدد کرے جس کا کوئی پیشہ نہ ہو۔ اس میں انہیں حلال دولت حاصل کرنے کے لیے بہترین کام کے بارے میں مشورہ دینا، ان کی تعلیم کے لیے ادائیگی کرنا یا کاروباری مالکان کو ان کی خدمات حاصل کرنے کی ترغیب دینا شامل ہے۔ اس میں وہ کچھ بھی شامل ہے جو اس قسم کے افراد کو حلال رزق حاصل کرنے میں مدد کرتا ہے تاکہ وہ اپنی ضروریات اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات پوری کر سکیں۔ یہ ایک اہم نیکی ہے کیونکہ جس کے پاس کوئی حلال پیشہ نہیں ہے اس کا زیادہ امکان ہے کہ وہ غیر قانونی ذرائع سے مال حاصل کرے، جیسے کہ جرائم۔ لوگوں کو قانونی پیشہ حاصل کرنے میں مدد کرنا اس لیے معاشرے میں جرائم اور غربت کو کم کرتا ہے۔ اس سے معاشرے کے ہر فرد کو فائدہ ہوتا ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں جو آخری چیز بیان کی گئی ہے، جس کے تمام مسلمان کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں، وہ اپنے نقصان کو دوسروں سے دور رکھنا ہے، کیونکہ یہ اپنے لیے صدقہ ہے، کیونکہ یہ عذاب سے بچاتا ہے۔ درحقیقت اپنی زبانی اور جسمانی اذیت کو دوسروں کے نفس

اور مال سے دور رکھنا ہی ایک سچے مسلمان اور مومن کی تعریف ہے۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اس میں دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا بھی شامل ہے جیسا کہ کوئی چاہتا ہے کہ دوسرے ان کے ساتھ سلوک کریں۔ سیدھے الفاظ میں، جو دوسروں کو امن میں چھوڑے گا اسے امن اور اجر ملے گا۔ جو مسلمان اپنے اسباب کے مطابق دوسروں کو فائدہ پہنچا کر اس طرز عمل میں اضافہ کرتا ہے، خواہ یہ صرف ایک اچھا لفظ ہی کیوں نہ ہو، اس کو اجر کے اوپر اجر ملے گا، اور یہ دونوں جہانوں میں کامیابی کا باعث ہے۔ آخر میں، اپنے نقصان کو دوسروں سے دور رکھنا ضروری ہے، کیونکہ قیامت کے دن انصاف قائم ہوگا۔ دوسروں پر ظلم کرنے والے کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنی نیکیاں ان لوگوں کے حوالے کرے جن پر انہوں نے ظلم کیا اور اگر ضرورت پڑی تو وہ ان کے گناہوں کو لے لیں گے جن پر انہوں نے ظلم کیا۔ یہ ان کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

کبھی دو بار بیوقوف نہیں بنایا

صحیح بخاری نمبر 6133 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مومن کو ایک سوراخ سے دو بار نہیں ٹسا جاتا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن کسی چیز یا کسی سے دو بار بیوقوف نہیں بنتا۔ اس میں گناہوں کا ارتکاب بھی شامل ہے۔ ایک سچا مومن گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ نہیں ہے۔ لیکن جب وہ ان کا ارتکاب کرتے ہیں تو وہ اپنی غلطی کو نہیں دہراتے ہیں اور اس کے بجائے اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے توبہ کر کے سیکھتے ہیں اور بہتر کے لیے بدلتے ہیں۔ سچی توبہ میں پچھتاوا محسوس کرنا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جن لوگوں پر ظلم ہوا ہے، جب تک کہ اس سے مزید مسائل پیدا نہ ہوں، دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرنا اور کسی ایسے حقوق کی تلافی کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے احترام میں خلاف ورزی کی گئی ہے۔

ایک سچا مومن لوگوں پر اندھا اعتماد نہیں کرتا جس سے ان کے ساتھ ظلم ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ کسی کی طرف سے بے وقوف بنائے جاتے ہیں، تو انہیں نظر انداز کرنا چاہئے اور معاف کرنا چاہئے، کیونکہ یہ ان کی بخشش کا باعث بنتا ہے۔ باب 24 النور، آیت 22:

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر... "دے؟"

لیکن انہیں مستقبل میں اس شخص کے ساتھ معاملہ کرتے وقت احتیاط سے چلتے ہوئے اپنے رویے کو بھی بدلنا چاہیے، اس طرح اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ دوبارہ بے وقوف نہ بنیں۔

دوسروں کو معاف کرنے اور ان پر اندھا بھروسہ کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے، خاص طور پر جب وہ کسی پر ظلم کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ، اس حدیث کا اطلاق زندگی کے ہر پہلو پر ہوتا ہے، کیونکہ ایک حقیقی مومن وہی ہے جو اپنے تجربات اور علم سے مسلسل سیکھتا ہے تاکہ اس میں بہتری لائی جائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو بڑھا کر اس کی اطاعت میں اضافہ کرے۔ حکم، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔

آخر میں، مرکزی حدیث معاف کرنے اور بھول جانے کے غلط تصور کو ختم کرتی ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، دوسروں کو معاف کرنا اسلام کا ایک اہم حصہ ہے لیکن بھول جانا لوگوں کے لیے دوبارہ غلط کرنے کا دروازہ کھولتا ہے۔ انسان اپنی یادوں کو مٹا نہیں سکتا اور نہ ہی مٹا سکتا ہے۔ اس کے بجائے، دوسروں کو معاف کرنا چاہیے، اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، لیکن لوگوں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت احتیاط سے چلنا چاہیے، خاص طور پر ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے ماضی میں ان پر ظلم کیا ہے، تاکہ تاریخ اپنے آپ کو دہرائے نہ جائے۔

مالی مشورہ

صحیح بخاری نمبر 1427 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال کے متعلق کچھ نصیحتیں فرمائیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے فرض اور نفلی صدقات کو اپنی وسعت کے مطابق دینے کی کوشش کرتا ہے وہ اس شخص سے افضل ہے جو کم دیتا ہے اور اس کے بدلے میں مال جیسی چیزیں دوسروں سے لیتا ہے۔ اس حدیث میں ضرورت مندوں پر تنقید نہیں کی گئی ہے کیونکہ وہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے دوسروں سے لینے کے حقدار ہیں۔ لیکن یہ ان لوگوں پر تنقید کرتا ہے جو دینے کے قابل ہیں لیکن روکتے ہیں اور جن کو ابھی دوسروں سے چیزیں لینے کی ضرورت نہیں ہے، پھر بھی مانگیں اور لیں۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق دے خواہ اس کی جسامت کچھ بھی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ معیار کے معنی کو دیکھتا ہے، کسی کے اخلاص کو، مقدار کو نہیں۔ ہر ذرہ برابر نیکی لکھی جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا۔ باب 99 زلزال، آیت 7

"پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا۔"

اور مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ صرف اس صورت میں دوسروں سے چیزیں مانگیں اور لیں جب انہیں واقعی ان کی ضرورت ہو۔ بصورت دیگر، انہیں ضرورت سے زیادہ مانگنے سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ اس سے انسان دوسرے لوگوں پر محتاج ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کھو دیتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق جو وسائل دیے گئے ہیں، مثلاً ان کی جسمانی طاقت کو استعمال کرنا چاہیے اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ باب 11 بود، آیت 6

اور زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں ہے کہ اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے اور وہ اس کے رہنے " کی جگہ اور ذخیرہ کرنے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ ایک کھلی کتاب میں ہے۔

دوسری بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ صدقہ دینے سے پہلے مسلمان کو اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات پر خرچ کرنا چاہیے۔ صحیح بخاری نمبر 4006 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ نہ صرف ایک نیک عمل ہے بلکہ اپنے کفیلوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے حلال طریقوں سے کوشش نہ کرنا بھی گناہ ہے، صحیح مسلم نمبر 2312 میں موجود ایک حدیث کے مطابق۔

زیر بحث حدیث میں آخری بات یہ ہے کہ سب سے افضل صدقہ وہ ہے جب کوئی شخص اپنی ضرورتوں اور اپنے محتاجوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد فضول خرچی، فضول خرچی اور مالی پریشانی کے بغیر صدقہ کرے۔ اسلام مسلمانوں کو سکھاتا ہے کہ وہ اپنی تمام دولت عطیہ نہ کریں بلکہ اپنے وسائل کے مطابق متوازن طریقے سے عطیہ کریں۔ اعمال کا معیار اور مستقل مزاجی اعمال کی مقدار سے زیادہ اہم ہے۔

جنت اور دوزخ

جامع ترمذی نمبر 2559 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جنت سختیوں سے گھری ہوئی ہے اور جہنم خواہشات سے گھری ہوئی ہے۔

یعنی جنت کی طرف جانے والا راستہ مشکلات اور مصائب پر مشتمل ہے۔ اکثر صورتوں میں انسان اس دنیا میں کسی نہ کسی مشکل سے گزرے بغیر بھلائی حاصل نہیں کر سکتا، جیسے کہ اپنی توانائیاں لگا کر، پھر کوئی کیسے یقین کرے کہ وہ مشکلات کا سامنا کیے بغیر جنت حاصل کر سکتا ہے؟ تاریخ کے اوراق پلٹیں تو معلوم ہوگا کہ صالحین کو ہمیشہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن چونکہ وہ جانتے تھے کہ جنت کے راستے میں مشکلات ہیں انہوں نے مشکلات کی بجائے منزل پر توجہ مرکوز رکھی۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2472 میں موجود حدیث میں ایک مرتبہ اعلان فرمایا کہ آپ سے زیادہ کسی کو آزما یا نہیں گیا۔ اس دنیا میں جنت کی مستقل نعمتوں کو حاصل کرنے کے لیے ادا کرنے کے لیے ایک انتہائی چھوٹی قیمت ہے۔ لہذا انہیں چاہیے کہ ہر آسانی کے وقت منزل کی طرف متوجہ رہیں تاکہ شکر گزاری کو اختیار کریں، جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی نعمتوں کا استعمال شامل ہے، اور ہر وقت میں منزل پر توجہ مرکوز رکھیں۔ مشکل، صبر کو اپنانے سے، جس میں شکایت کرنے سے گریز کرنا اور قول و فعل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھنا شامل ہے۔

جہنم کا راستہ خواہشات سے بھرا ہوا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو برقرار رکھنے، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ اگرچہ اس دنیا میں حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونا حرام نہیں ہے، لیکن ایک مسلمان کو چاہیے کہ ان میں حتی الامکان کمی کرے کیونکہ یہ حلال خواہشات اکثر ناجائز خواہشات کا باعث بنتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 1205 میں موجود حدیث میں یہ نصیحت ہے کہ ایسا سلوک کرنے والا اپنے ایمان اور عزت کی حفاظت کرے گا۔ ایک مسلمان کو اپنی خواہشات یا دوسروں کی خواہشات کو کبھی نہیں ماننا چاہئے اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے کیونکہ خواہشات کی تکمیل کی لذت جلد ختم ہو جاتی ہے جبکہ پشیمانی اور ممکنہ عذاب طویل رہتا ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، ایک خواہش کی تکمیل کسی کو بہتر محسوس نہیں کرے گی اگر وہ جہنم میں ختم ہو جائے۔ اور جس مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ انہیں برا نہیں لگے گا اگر وہ جنت میں ختم ہو جائیں۔

سب سے زیادہ فضیلت والا

جامع ترمذی نمبر 1660 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو نیک ترین لوگوں کا ذکر فرمایا۔ پہلا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدق دل سے جہاد کرے۔

اس میں اپنی نفسانی خواہشات اور دوسروں کی بری خواہشات کے خلاف جدوجہد کرنا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ رسول اللہ ﷺ کی روایات کے مطابق صبر سے کرنا شامل ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اللہ تعالیٰ کے تئیں اپنے فرائض کو پورا کرنا، جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اور لوگوں کے تئیں فرائض کو پورا کرنا، مثال کے طور پر، اس مادی دنیا میں اپنی ضرورتوں اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو فضول خرچی، اسراف یا اسراف کے بغیر پورا کرنے کی کوشش کرنا شامل ہے۔ اور اس میں اسلامی علم کے مطابق نرمی سے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا شامل ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ کوئی شخص ان تمام نعمتوں کو استعمال کرے گا جو اسے عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہوں۔ کوئی مسلمان اس حدیث کو اس وقت تک پورا نہیں کرے گا جب تک کہ وہ اپنے فرائض کے دونوں پہلو پورے نہ کرے۔

مرکزی حدیث میں زیر بحث دوسرا شخص وہ ہے جو اس طرح اپنے آپ کو معاشرے سے الگ رکھتا ہے، لوگوں سے اپنی برائیوں کو دور رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہتا ہے۔ کسی مسلمان کو اس طرح کا برتاؤ کرنے کی اجازت نہیں ہے اگر وہ کفیل ہوں، کیونکہ ان کو نظر انداز کرنا گناہ ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 1692 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ، لوگوں کو ان کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے ان سے بچنا نہیں چاہیے، بلکہ اسے چاہیے کہ وہ اپنی برائی کو لوگوں سے دور رکھنے کے لیے ایسا کرے۔ جیسا کہ سابقہ رویہ فخر کا باعث بن سکتا ہے، جہاں ایک شخص یہ ماننا شروع کر دیتا ہے کہ وہ نیک ہیں جبکہ باقی سب گنہگار ہیں۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ایک ایٹم کا فخر کسی کو جہنم میں لے جانے کے

لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ لوگوں کے ساتھ میل جول کم کرنے سے بڑی بھلائی ہو سکتی ہے کیونکہ اس سے مسلمانوں کے اپنے قول و فعل سے گناہوں کے مرتکب ہونے کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔ یہ بہت سے دلائل، مشکلات اور مسائل کا سامنا کرنے سے روکتا ہے، جو بنیادی طور پر غیر ضروری طور پر سماجی ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں پر زیادہ توجہ مرکوز کرنے کے لیے ان کا وقت خالی کر دے گا۔ اس سے انہیں اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے زیادہ وقت ملتا ہے، جو دونوں جہانوں میں حقیقی اور دیرپا کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ بات چیت کر کے فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں لیکن اس دن اور دور میں، غیر ضروری طور پر سماجی ہونے سے بچنا زیادہ محفوظ ہے۔

جیل اور جنت

جامع ترمذی نمبر 2324 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مادی دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔

مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک مخصوص ضابطے کے تحت زندگی بسر کریں یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پورا کریں، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کریں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کریں۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ اس فرض میں یہ بھی شامل ہے کہ مخلوق کے ساتھ اس طرح سلوک کیا جائے جس طرح سے کوئی چاہتا ہے کہ دوسرے ان کے ساتھ سلوک کریں۔ اس ضابطہ کی وجہ سے مسلمان مستقل نگرانی میں رہتے ہیں اور ان کا پورا یقین ہے کہ ہر عمل لکھا ہوا ہے اور قیامت کے دن اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اس حقیقت کی وجہ سے ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے ان کی شیطانی اور باطل خواہشات کو رد کرتا ہے۔ وہ اسی طرح جاری رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس قید سے رہا ہو کر آخرت کی ابدی سعادت تک پہنچ جاتے ہیں۔

دوسری طرف، ایک غیر مسلم اس ضابطے کے مطابق زندگی نہیں گزارتا اور اس کے بجائے اپنی خواہشات میں مگن رہتا ہے، اس لیے یہ دنیا ان کے لیے جنت بن جاتی ہے، جہاں وہ ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں، اپنے لیے خوشنما طریقے سے۔ لیکن اگر وہ اسی حالت میں مر گئے تو آخرت ان کا ابدی قید خانہ بن جائے گی۔

لہذا، ایک مسلمان کو چاہیے کہ جب تک وہ آزاد نہ ہو جائیں، دنیا کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی کو آسان بنائے۔ لیکن اگر وہ ان کو توڑتے رہیں تو انہیں صرف ایک کے بعد ایک مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا، جس طرح ایک قیدی کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اگر وہ اپنے جیل کے قوانین کو توڑتے رہیں۔

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان کی زندگی خراب ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ان کا مسلسل مشاہدہ کیا جا رہا ہے اور کامیاب ہونے کے لیے انہیں ایک ضابطے کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے، انہیں اپنی نعمتوں کو ایسے طریقوں سے استعمال کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہو۔ سچی بات یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی صحیح اطاعت کرتا ہے وہ دل اور جسم کو سکون پاتا ہے خواہ ظاہری طور پر وہ مشکل میں کیوں نہ ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو دلوں کا مالک ہے، ان کے دلوں میں اطمینان رکھتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " " زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

یہ ان لوگوں کے خلاف ہے جو ان نعمتوں کا استعمال کرتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں اور وہ اپنے آپ کو خوش کرتے ہیں، وہ لوگ جو ظاہری طور پر دنیا کی آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے نظر آتے ہیں لیکن انہیں پریشانی، تناؤ، ڈپریشن اور خودکشی کے خیالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ انہیں ذہنی سکون نہیں ملتا۔ یا جسم۔ اس لیے ایک مسلمان کو ظاہری صورتوں سے کبھی بھی دھوکہ نہیں دینا چاہیے۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

قریب ڈرانگ

صحیح مسلم نمبر 6833 میں موجود ایک الوہی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو کوئی نیکی کرے گا اس کو کم از کم دس گنا اجر ملے گا۔

تمام اسلامی تعلیمات میں اعمال صالحہ کرنے کے لیے اجر کی مختلف مقداروں کا اعلان کیا گیا ہے۔ بعض تعلیمات میں اس حدیث کی طرح دس گنا ثواب کی تلقین کی گئی ہے، بعض میں سات سو گنا اور بعض میں ایسا اجر ہے جس کا شمار ممکن نہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 261

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اگتی ہیں۔ ہر بال میں سو دانے ہیں۔ اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے (اپنا اجر) بڑھا دیتا ہے۔

یہ مختلف اجر کسی کے اخلاص پر منحصر ہے۔ انسان جتنا زیادہ مخلص ہوگا اسے اتنا ہی زیادہ اجر ملے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جتنا زیادہ نیک عمل کریں گے اتنا ہی ان کو اجر ملے گا۔ مثال کے طور پر جو شخص کسی حلال دنیوی نعمت کی خواہش کیے بغیر صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عمل کرتا ہے اسے اس شخص سے زیادہ اجر ملے گا جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عمل کرتا ہے اور حلال دنیوی نعمت کا طالب ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث یہ بھی نصیحت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بے پایاں رحمت سے صرف گناہ کے حساب سے اس کو کئی گنا سزا دے گا یا گناہ کو معاف کر دے گا۔ لہذا مسلمانوں کو امید نہیں چھوڑنی چاہیے اور صدق دل سے اعمال صالحہ کرنے اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل ہو۔ سچی توبہ میں پچھتاوا محسوس کرنا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جن لوگوں پر ظلم ہوا ہے، جب تک کہ اس سے مزید مسائل پیدا نہ ہوں، دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہ کرنے کا

وعدہ کرنا اور کسی ایسے حقوق کی تلافی کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے احترام میں خلاف ورزی کی گئی ہے۔

ایک اور بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جنتی زیادہ اطاعت کی جائے گی، اس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی جنتی زیادہ رحمت ہو گی، انہیں ملے گا۔ ہر معاملے میں، ایک مسلمان کی کم سے کم کوشش زیادہ رحم حاصل کرنے کا باعث بنے گی۔ یہ رحمت اس بات کو یقینی بنائے گی کہ ان کو درپیش ہر صورت حال میں ان کی صحیح رہنمائی کی جائے تاکہ وہ ان پر قابو پا سکیں تاکہ ذہنی، جسمانی سکون اور دونوں جہانوں میں حقیقی پائیدار کامیابی حاصل کی جا سکے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باز رہے اور جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اپنے لیے راضی کرنے کے لیے استعمال کرے تو وہ یہ رحمت حاصل نہیں کرے گا اور اس لیے وہ اپنی زندگی میں صحیح رہنمائی حاصل نہیں کر سکے گا۔ اس کے بجائے وہ ایک کے بعد ایک مشکل کا سامنا کریں گے، ایک کے بعد ایک تاریکی کا ایک لمحہ۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

قطرہ اور ایک سمندر

سنن ابن ماجہ نمبر 4108 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مادی دنیا آخرت کے مقابلے میں سمندر کے مقابلے میں پانی کے قطرے کی طرح ہے۔

درحقیقت یہ تشبیہ اس لیے دی گئی تھی کہ لوگ یہ سمجھ سکیں کہ مادی دنیا آخرت کے مقابلے میں کتنی چھوٹی ہے۔ لیکن حقیقت میں ان کا موازنہ نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ مادی دنیا عارضی ہے اور آخرت ابدی ہے۔ یعنی محدود کا لامحدود سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ مادی دنیا کو چار قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: شہرت، قسمت، اختیار اور کسی کی سماجی زندگی، جیسے ان کا خاندان اور دوست۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کسی کو کوئی بھی دنیاوی نعمت حاصل ہو جو ان گروہوں میں آتی ہے، وہ ہمیشہ نامکمل، عارضی ہوگی اور موت انسان کو نعمتوں سے کاٹ دے گی۔ دوسری طرف آخرت کی نعمتیں پائیدار اور کامل ہیں۔ تو اس لحاظ سے مادی دنیا ایک نہ ختم ہونے والے سمندر کے مقابلے میں ایک قطرے سے زیادہ نہیں ہے۔

اس کے علاوہ، ایک شخص کو اس دنیا میں طویل زندگی کا تجربہ کرنے کی ضمانت نہیں ہے، کیونکہ موت کا وقت نامعلوم ہے۔ جبکہ ہر ایک کو موت کا تجربہ کرنے اور آخرت تک پہنچنے کی ضمانت ہے۔ پس آخرت کے لیے کوشش کرنے پر جس تک پہنچنے کی ضمانت دی گئی ہے، ایک دن کے لیے جدو جہد کو ترجیح دینا ہے وقوفی ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی دنیا کو چھوڑ دے کیونکہ یہ ایک پل ہے جسے آخرت تک پہنچنے کے لیے عبور کرنا ضروری ہے۔ اس کے بجائے ایک مسلمان کو چاہیے کہ اس مادی دنیا سے اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق بغیر فضول خرچی اور اسراف کے پورا کرے۔ اور پھر اپنی بقیہ کوششیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے ابدی آخرت کی تیاری

میں وقف کریں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہوں۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کر سکیں گے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " " زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

ایک ذہین انسان نہ ختم ہونے والے سمندر پر پانی کے ایک قطرے کو ترجیح نہیں دے گا اور ایک ذہین مسلمان دنیاوی مادی دنیا کو ابدی آخرت پر ترجیح نہیں دے گا۔

آپ کی ریاست

صحیح مسلم نمبر 7232 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ قیامت کے دن لوگ اسی حالت میں اٹھائے جائیں گے جس حالت میں وہ زمین پر مرے تھے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نیکی پر مرتا ہے تو وہ بھلائی پر زندہ کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ برائی پر مریں گے تو وہ برے طریقے سے اٹھائے جائیں گے۔

ایک مسلمان کو یہ یقین کر کے غافل نہیں رہنا چاہئے کہ وہ اسلام پر ایمان رکھتے ہیں یہ اس بات کی ضمانت ہے کہ وہ مریں گے اور قیامت کے دن اچھی حالت میں اٹھائے جائیں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں اور پھر اسی حالت میں بغیر سچی توبہ کے مر جائیں تو وہ برے طریقے سے اٹھائے جائیں گے۔ قیامت کے دن اس شخص کا کیا بنے گا اس کا تعین کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں۔

اس حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جس حالت میں وہ مریں گے اسی حالت میں مریں گے۔ یعنی اگر وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زندگی بسر کرتے ہوئے، اس کے احکام کو سچے دل سے بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرتے ہیں، تو وہ ان کے لیے نیک عمل کریں گے۔ اچھی حالت میں مریں اور اس لیے اچھی حالت میں اٹھائے جائیں، جس میں صالحین کے ساتھ اٹھانا بھی شامل ہے، جیسا کہ وہ عملی طور پر ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 3688 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے جہنم کے راستے پر نہیں چلنا چاہیے، جس میں اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنا ہے، اور یہ یقین رکھنا چاہیے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اچھی حالت میں زندہ ہو کر جنت میں متقیوں میں شامل ہو جائیں گے۔
باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔" وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

حقیقی دولت

صحیح مسلم نمبر 7420 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ صرف وہی مال ہے جس کا تعلق تین چیزوں سے ہے۔

پہلا یہ ہے کہ انسان اپنے مال میں سے خوراک کے حصول اور استعمال پر خرچ کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ کھانے پر معقول حد تک فضول خرچی، فضول خرچی یا اسراف کے بغیر خرچ کرے کیونکہ یہ گناہ سمجھا جا سکتا ہے۔ باب 7 الاعراف، آیت 31

”اور کھاؤ پیو، لیکن حد سے زیادہ نہ ہو۔ بے شک وہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ صرف حلال ہی کھائیں کیونکہ صحیح مسلم نمبر 2346 میں موجود حدیث کے مطابق اگر کسی کی دعا حرام کھا جائے تو اس کی دعا رد ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کی دعا رد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کے باقی اعمال کیسے قبول کر سکتا ہے؟ اعلیٰ؟ درحقیقت صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود ایک حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حرام سے جڑی نیکی رد ہے۔ جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد نیت ہے اسی طرح اسلام کی ظاہری بنیاد حلال کا حصول اور استعمال ہے۔

آخر میں ایک مسلمان کو یہ ذہنیت اختیار کرنی چاہیے کہ وہ سادہ کھانا کھاتے ہیں تاکہ وہ زندہ رہنے کے لیے کھاتے ہیں اور کھانے کے لیے زندہ نہیں رہتے، جس کی وجہ سے وہ زیادہ اہم ذمہ داریوں اور فرائض سے مسلسل اپنے پیٹ میں مشغول رہتے ہیں۔

اگلی چیز جس پر کوئی اپنی حقیقی دولت خرچ کرتا ہے وہ ہے ان کے کپڑوں پر۔ ایک بار پھر، ایک مسلمان کو اسراف اور فضول خرچی سے بچنا چاہیے، کیونکہ ان لوگوں کو شیطان کے بہن بھائیوں کا لقب دیا گیا ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 27

"...بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں"

ایک مسلمان کو اچھے، صاف اور سادہ لباس سے خوش ہونا چاہیے کیونکہ سنن ابن ماجہ نمبر 4118 کی حدیث کے مطابق یہ ایمان کا ایک پہلو ہے۔ بہت زیادہ دولت یا وقت۔ اچھے لگنے کی 4118 لگن کو کبھی بھی ان کے فرائض اور ذمہ داریوں سے روکنا نہیں چاہئے۔ سچی بات یہ ہے کہ جتنا کوئی ان کی شکل و صورت میں مشغول ہوگا اتنا ہی وہ اپنی زندگی کے دیگر پہلوؤں جیسے کہ اپنی گاڑی، گھر اور کھانے میں اسراف اختیار کرے گا۔ یہ انہیں ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روک دے گا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ اس سے دونوں جہانوں میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

انسان کی اصل دولت وہ ہے جسے وہ آخرت کے لیے آگے بھیجتا ہے اور اسے ایسے طریقوں سے خرچ کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ اس میں فضول خرچی، اسراف یا اسراف کے بغیر اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی ضروریات اور ان کے محتاجوں کی ضروریات پر خرچ کرنا شامل ہے۔ اس میں وہ تمام نعمتیں شامل ہیں جو کسی کو عطا کی گئی ہیں، نہ کہ صرف دولت۔ جتنا زیادہ ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرے گا، دونوں جہانوں میں اتنا ہی زیادہ سکون اور کامیابی ملے گی۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

آخر میں، ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ پہلی دو چیزوں کی ضمانت اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی دے رکھی ہے، کیونکہ یہ ان کے رزق کا ایک حصہ ہیں جو بدل نہیں سکتیں اور آسمانوں اور آسمانوں کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ان کے لیے مختص تھیں۔ زمین اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لہذا انہیں چاہیے کہ ان کی تلاش میں اعتدال کا مظاہرہ کریں اور آخری پہلو پر زیادہ توجہ دیں۔ دولت حاصل کرنے اور استعمال کرنے کی دیگر تمام صورتیں حقیقت میں کسی شخص سے تعلق نہیں رکھتیں اور دوسروں کے لیے اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے پیچھے رہ جائیں گی، حالانکہ قیامت کے دن ان سے اس کا حساب لیا جائے گا۔

متقی بننا

جامع ترمذی نمبر 2451 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ مسلمان اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ کسی ایسی چیز سے اجتناب نہ کرے جو اس کے دین کے لیے نقصان دہ نہ ہو، اس احتیاط کے ساتھ کہ اس سے کسی چیز کو نقصان پہنچے گا۔ جو کہ نقصان دہ ہے۔

تقویٰ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجا لانا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرنا اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ اس میں لوگوں کے حقوق کو پورا کرنا بھی شامل ہے، جس میں دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا شامل ہے جیسا کہ کوئی شخص لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتا ہے۔

تقویٰ کا ایک پہلو ان چیزوں سے بچنا ہے جو مشتبہ ہوں نہ کہ حرام۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مشتبہ چیزیں ایک مسلمان کو حرام سے ایک قدم آگے لے جاتی ہیں۔ حرام کے جتنا قریب ہے اس میں پڑنا اتنا ہی آسان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 1205 میں موجود حدیث میں یہ نصیحت ہے کہ جو شخص حرام اور مشتبہ چیزوں سے بچتا ہے اور صرف حلال چیزوں کو استعمال کرتا ہے وہ اپنے دین اور عزت کی حفاظت کرے گا۔

اگر معاشرے میں گمراہی کا شکار ہونے والوں کا مشاہدہ کیا جائے تو اکثر صورتوں میں یہ اچانک نہیں بلکہ بتدریج ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حرام میں پڑنے سے پہلے وہ شخص پہلے مشکوک چیزوں میں ملوث ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اپنی زندگی میں غیر ضروری اور فضول چیزوں سے بچنے کی ضرورت پر زور دیتا ہے کیونکہ وہ انہیں حرام کی طرف لے جا سکتی ہیں۔ مثلاً فضول اور فضول کلام کے معنی، ایسی بات جس سے نہ کوئی فائدہ ہو اور نہ ہی گناہ، اکثر بد کلامی کا باعث بنتا ہے، جیسے غیبت، جھوٹ اور غیبت۔ اگر کوئی شخص لغو باتوں میں مبتلا نہ ہو کر پہلے قدم سے بچتا ہے تو وہ بری بات سے بچتا ہے۔ یہ عمل ان تمام چیزوں پر لاگو کیا جا سکتا ہے جو فضول، غیر ضروری اور خاص طور پر مشکوک ہوں۔ اس لیے ایک مسلمان

كو تقوى اختيار كرنے كى كوشش كرنى چاهىے جىسا كه پہلے بىان كىا گىا هے؁ جس كى اىك شاخ
ىه هے كه باطل اور مشتبّه چیزوں سے اس خوف سے بچىں كه وه حرام كى طرف له جائىں گے۔

ایک سادہ زندگی

سنن ابن ماجہ نمبر 4118 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ سادگی ایمان کا حصہ ہے۔

اسلام مسلمانوں کو اپنی تمام دولت اور جائز خواہشات کو ترک کرنے کا درس نہیں دیتا بلکہ اس کی بجائے یہ سکھاتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں مثلاً ان کے کھانے، لباس، مکان اور کاروبار میں سادہ طرز زندگی اپنائیں، تاکہ یہ انہیں فارغ وقت فراہم کرے۔ آخرت کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کریں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنا شامل ہے۔ اس سادہ زندگی میں اس دنیا میں کوشش کرنا بھی شامل ہے تاکہ کسی کی ضرورتوں اور ان کے محتاجوں کی ضرورتوں کو بغیر زیادتی، فضول خرچی اور اسراف کے پورا کیا جا سکے۔ ایک سادہ زندگی پر جتنا زیادہ توجہ مرکوز کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا استعمال کرنا اتنا ہی آسان ہو جاتا ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

اس کے علاوہ، ایک مسلمان کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ جتنی سادہ زندگی گزاریں گے، وہ دنیاوی چیزوں پر اتنا ہی کم دباؤ ڈالیں گے اور اس لیے وہ آخرت کے لیے اتنا ہی زیادہ کوشش کر سکیں گے، جس سے ذہنی، جسم اور روح کا سکون حاصل ہو گا۔ لیکن ایک شخص کی زندگی جتنی زیادہ پیچیدہ ہوگی، وہ اتنا ہی زیادہ دباؤ ڈالے گا، مشکلات کا سامنا کرے گا اور اپنی آخرت کے لیے کم کوشش کرے گا، کیونکہ دنیاوی چیزوں سے اس کی مصروفیات کبھی ختم ہوتی نظر نہیں آئیں گی۔ یہ رویہ انہیں ذہنی، جسم اور روح کا سکون حاصل کرنے سے روک دے گا۔

سادگی دنیا میں آسودگی کی زندگی اور قیامت کے دن سیدھا حساب کتاب کا باعث بنتی ہے۔ جب کہ ایک پیچیدہ اور عیش و عشرت کی زندگی صرف ایک دباؤ والی زندگی اور قیامت کے دن سخت اور مشکل حساب کتاب کا باعث بنے گی۔ جتنا سخت احتساب ہو گا، اتنی ہی سزا ملے گی۔ صحیح بخاری نمبر 103 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ذرائع کے مطابق خرچ کریں۔

صحیح مسلم نمبر 2376 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرتا ہے اس کو اس کے مطابق اجر دیا جائے گا۔ اور اس نے خیردار کیا کہ ذخیرہ اندوزی نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو روک دے گا۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ انسان کو صرف حلال مال حاصل کرنا اور خرچ کرنا چاہیے، کیونکہ کوئی بھی نیک عمل جس کی بنیاد حرام پر ہو، اللہ تعالیٰ اسے رد کر دے گا، خواہ اس کی نیت کچھ بھی ہو۔ صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد نیت ہے اسی طرح اسلام کی ظاہری بنیاد حلال کا حصول اور اس کا استعمال ہے۔

اس کے علاوہ یہ خرچ صرف خیرات کے ذریعے نہیں ہوتا بلکہ اس میں فضول خرچی، اسراف یا اسراف کے بغیر اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات پر خرچ کرنا شامل ہے۔ صحیح بخاری نمبر 4006 میں موجود حدیث کے مطابق یہ درحقیقت ایک نیک عمل ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ متوازن طریقے سے خرچ کرے جس سے وہ خود محتاج نہ ہو کر دوسروں کی مدد کرے۔ باب 17 الاسراء، آیت 29

اور اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے نہ باندھو اور نہ ہی اسے پوری طرح پھیلا دو اور [اس طرح] ”ملامت اور دیوالیہ بن جاؤ۔“

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق باقاعدگی سے صدقہ کرے، چاہے وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کسی کے معیار کے معنی، ان کے اخلاص کو دیکھتا ہے، نہ کہ

عمل کی مقدار کو۔ باقاعدگی کے ساتھ تھوڑا سا صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے، اس سے کہ ایک بار زیادہ صدقہ کیا جائے۔ صحیح بخاری نمبر 6465 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ جیسا کہ زیر بحث مرکزی حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی وسعت کے مطابق دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے لامحدود درجہ کے مطابق اجر دے گا۔ لیکن جو روکے گا اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا ہی جواب ملے گا۔ اگر کوئی مسلمان اپنا مال جمع کرتا ہے تو وہ اسے دوسروں کے لیے چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ اس کے لیے جوابدہ ہوں گے۔ اگر وہ اپنی دولت کا غلط استعمال کریں گے تو یہ ان کے لیے دنیا میں لعنت اور بوجھ اور آخرت میں عذاب بن جائے گا۔

آخر میں، اس حدیث کا اطلاق ان تمام دنیاوی نعمتوں پر ہوتا ہے جو کسی کو عطا کی گئی ہیں، نہ کہ صرف دولت۔ جب کوئی ان کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ ذہنی سکون، کامیابی اور نعمتوں میں اضافہ پائے گا، جیسا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ کروں گا۔"

اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مسلمان کو دونوں جہانوں میں برکت، امن اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے دولت مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں صرف ان نعمتوں کو استعمال کرنے کی ضرورت ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے، خواہ یہ نعمتیں کتنی ہی کم کیوں نہ ہوں۔

آخرت کے لیے کام کرنا

صحیح مسلم نمبر 2864 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبردار کیا کہ قیامت کے دن سورج کو مخلوق کے دو میل کے فاصلے پر لایا جائے گا۔ اس سے لوگوں کو ان اعمال کے مطابق پسینہ آئے گا جو انہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران کیے تھے۔ بعض کا پسینہ ان کے ٹخنوں تک، بعض کا گھٹنوں تک اور بعض کا منہ تک پہنچے گا۔

کسی کو صرف اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ شدید گرمی کے موسم کا شکار ہوئے تھے اور گرمی نے ان کے رویوں اور رویوں پر کیا اثر ڈالا تھا تاکہ اس بات کا اندازہ لگایا جا سکے کہ قیامت کے دن جب سورج کو ان کے اتنا قریب لایا جائے گا تو صورتحال کتنی مشکل ہو گی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کوشش کرتے ہیں۔ اسے قیامت کے دن نرمی ملے گی۔ لیکن وہ لوگ جو سست، آرام دہ اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں زمین پر اپنی زندگی کے دوران دی گئی تھیں، قیامت کے دن ان پر بہت زیادہ دباؤ ڈالا جائے گا۔ سیدھے الفاظ میں جو یہاں کوشش کرے گا وہ وہاں آرام کرے گا لیکن جو یہاں آرام کرے گا وہ وہاں مشکل میں پڑے گا۔

جس طرح لوگ اس مادی دنیا میں سخت محنت کرتے ہیں تاکہ وہ آرام دہ زندگی حاصل کر سکیں اور آرام سے ریٹائرمنٹ بھی حاصل کر سکیں، حالانکہ ریٹائرمنٹ کی عمر تک پہنچنا گوارا نہیں ہے، مسلمانوں کو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے اس سے بھی زیادہ محنت کرنی چاہیے۔ ان کو نعمتیں ان طریقوں سے عطا کی گئی ہیں جو اس کی خوشنودی کے لیے ہیں، تاکہ وہ اس دنیا میں اور اس دن کے موقع پر امن و سکون حاصل کر سکیں جو یقینی ہے۔ ایک ایسے دن کے لیے کوشش کرنا بڑی جہالت کی علامت ہے جو کبھی نہ پہنچ سکے، یعنی ریٹائرمنٹ کے دن، اور اس دن کے لیے کوشش نہ کرنا جس تک پہنچنے اور تجربہ کرنے کی ضمانت دی گئی ہو، یعنی یوم حشر۔

دولت کمانے کی اہمیت

صحیح بخاری نمبر 2072 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ کسی نے اپنے ہاتھ کی کمانی سے بہتر چیز نہیں کھائی۔

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے لیے سستی کا شکار نہ ہوں۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان حلال کام کرنے سے منہ موڑ لیتے ہیں، سماجی فوائد حاصل کرتے ہیں اور مساجد میں رہتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے، ان کے رزق کے لیے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل بھروسہ نہیں ہے۔ یہ صرف سستی ہے جو اسلام کی تعلیمات سے متصادم ہے۔ دولت حاصل کرنے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ پر حقیقی بھروسہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو اس کی جسمانی طاقت جیسے ذرائع کا استعمال کیا تاکہ وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق حلال مال حاصل کر سکیں اور پھر اللہ پر بھروسہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ان ذرائع سے انہیں حلال مال مہیا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے بنائے ہوئے ذرائع کو استعمال کرنے سے دستبردار ہو جائے کیونکہ اس سے وہ بے کار ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ بے کار چیزوں کو تخلیق نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی کو مشتبہ یا ناجائز ذرائع سے دولت کمانے سے روکا جائے، جیسا کہ ایک مسلمان کو ان کے رزق پر پختہ یقین رکھنا چاہیے، جس میں دولت بھی شامل ہے، آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ان کے لیے مختص کی گئی تھی۔ اور زمین اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ تقسیم کسی بھی حالت میں نہیں ہو سکتی۔ ایک مسلمان 6748 کا فرض ہے کہ اسے حلال ذرائع سے حاصل کرنے کی کوشش کرے جو کہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ صحیح بخاری نمبر 2072 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فراہم کردہ ذرائع کو استعمال کرنا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا ایک پہلو ہے، کیونکہ اس نے انہیں اسی مقصد کے لیے پیدا کیا ہے۔ لہذا ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے سستی نہیں کرنی چاہیے جب کہ ان کے پاس اپنی کوششوں سے حلال مال کمانے کے ذرائع ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں فراہم کیے گئے ذرائع ہوں۔

آخر میں، بنیادی حدیث کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا بھی کسی کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ دوسروں پر انحصار کرنے سے آزاد ہو جائے، جیسے کہ حکومت یا رشتہ دار۔ اس کے بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فراہم کردہ ذرائع کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق استعمال کرنا

چاہیے اور اس یقین کے ساتھ کہ ان کا مختص کردہ حلال رزق ان تک پہنچ جائے گا۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ اکیلے اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔

عقیدہ قائم کرنا

جامع ترمذی نمبر 2618 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ فرض نمازوں کو چھوڑنا ایمان اور کفر میں فرق ہے۔

اس دن اور عمر میں یہ بہت عام ہو گیا ہے۔ بہت سے لوگ معمولی وجوہات کی بنا پر اپنی فرض نمازیں ترک کر دیتے ہیں، جو کہ بلاشبہ رد ہیں۔ اگر جنگ کرنے والے پر نماز کی فرضیت ختم نہیں ہوئی تو کسی اور سے کیسے ہٹائی جائے گی؟ باب 4 النساء، آیت 102

اور جب آپ ان کے درمیان ہوں اور ان کی نماز پڑھائیں تو ان میں سے ایک گروہ آپ کے ساتھ " کھڑا ہو اور وہ اپنے ہتھیار اٹھائے ہوں۔ اور جب وہ سجدہ کر لیں تو وہ آپ کے پیچھے ہوں اور دوسرے گروہ کو آگے آنے دیں جنہوں نے [ابھی تک] نماز نہیں پڑھی ہے اور وہ آپ کے ساتھ "...نماز پڑھیں، احتیاط کرتے ہوئے اور اپنے ہتھیار اٹھائے ہوئے

نہ مسافر اور نہ بیمار اپنی فرض نمازوں سے مستثنیٰ ہیں۔ مسافر کو بعض فرض نمازوں میں چکروں کی مقدار کو کم کرنے کی تلقین کی گئی ہے تاکہ ان پر بوجھ کم ہو جائے لیکن وہ ان کی ادائیگی سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 101

“... اور جب تم پورے ملک میں سفر کرتے ہو تو تم پر نماز قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں”

بیماروں کو خشک وضو کرنے کی تلقین کی گئی ہے اگر پانی سے رابطہ انہیں نقصان پہنچاتا ہے۔
باب 5 المائدة، آیت 6

لیکن اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کی جگہ سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے رابطہ کیا ہو اور پانی نہ ملے تو صاف زمین تلاش کرو اور اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو۔

اس کے علاوہ بیمار فرض نماز اس طریقے سے ادا کر سکتے ہیں جو ان کے لیے آسان ہو۔ یعنی اگر کھڑے نہیں ہو سکتے تو بیٹھنے کی اجازت ہے اور اگر بیٹھ نہیں سکتے تو لیٹ کر فرض نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 372 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔ لیکن پھر یہ کہ بیمار کو مکمل رعایت نہیں دی جاتی جب تک کہ کوئی ذہنی مریض نہ ہو جو اسے نماز کی فرضیت کو سمجھنے سے روکتا ہو۔

دوسرا بڑا مسئلہ یہ ہے کہ بعض مسلمان اپنی فرض نمازوں میں تاخیر کرتے ہیں اور صحیح اوقات سے زیادہ پڑھتے ہیں۔ یہ قرآن کریم سے واضح طور پر متصادم ہے، جیسا کہ مومنین کو اپنی فرض نمازیں وقت پر ادا کرنے والوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 103

”بے شک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات کے لیے فرض کی گئی ہے۔“

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن کریم کی درج ذیل آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی فرض نمازوں میں بلا ضرورت تاخیر کرتے ہیں۔ تفسیر ابن کثیر، جلد 10، صفحہ 603-604 میں اس پر بحث کی گئی ہے۔ باب 107 المعون، آیات 4-5

“پس خرابی ہے نمازیوں کے لیے۔ [لیکن] جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔”

یہاں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جنہوں نے اس بری صفت کو اختیار کیا ہے۔ اگر کوئی اللہ کی رحمت سے دور ہو جائے تو اس دنیا یا آخرت میں کامیابی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن نسائی نمبر 512 میں موجود ایک حدیث میں فرمایا کہ فرض نماز میں بلا ضرورت تاخیر کرنا نفاق کی علامت ہے۔ قرآن کریم نے واضح کیا ہے کہ لوگوں کے جہنم میں داخل ہونے کی ایک بڑی وجہ فرض نمازوں کو قائم نہ کرنا ہے۔ باب: المذتئیر، آیات 42-43-74

[اور ان سے پوچھتے ہوئے]، "آپ کو سفر میں کس چیز نے ڈالا؟" وہ کہیں گے کہ ہم نماز " پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے۔

فرض نمازوں کا ترک کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2621 میں موجود حدیث میں اعلان فرمایا کہ جس نے یہ گناہ کیا اس نے اسلام سے کفر کیا۔

اس کے علاوہ کوئی اور نیک عمل کسی مسلمان کو اس وقت تک فائدہ نہیں دے گا جب تک کہ اس کی فرض نمازیں قائم نہ ہوں۔ صحیح بخاری نمبر 553 میں موجود ایک حدیث میں واضح طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر عصر کی فرض نماز چھوٹ جائے تو اس کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اگر ایک فرض نماز کے ترک کرنے کا یہ حال ہے تو کیا ان سب کو چھوڑنے کی سزا کا تصور کیا جا سکتا ہے؟

صحیح مسلم کی حدیث نمبر 252 میں فرض نمازوں کو ان کے صحیح اوقات میں پڑھنے کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین اعمال میں سے ایک ہونے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ فرض نمازوں کو اپنے وقت سے زیادہ مؤخر کرنا یا ان کو مکمل طور پر غائب کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ کام ہے۔

تمام بزرگوں کے لیے یہ ایک اہم فریضہ ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت بچوں کو چھوٹی عمر سے ہی فرض نماز پڑھنے کی ترغیب دیں تاکہ وہ ان پر شرعی طور پر پابند ہونے سے پہلے ہی اسے قائم کر لیں۔ وہ بالغ جو اس میں تاخیر کرتے ہیں اور اپنے بچوں کے بڑے ہونے تک انتظار کرتے ہیں، وہ اس انتہائی اہم فریضے میں ناکام رہے ہیں۔ جن بچوں کو صرف فرض نماز پڑھنے کی ترغیب دی گئی تھی جب یہ ان پر فرض ہو گئی تھی، وہ بہت کم ہی انہیں جلدی قائم کرتے تھے۔ زیادہ تر معاملات میں اس اہم فرض کو صحیح طریقے سے نبھانے میں انہیں برسوں لگ جاتے ہیں۔ اور قصور خاندان کے بزرگوں پر، خاص طور پر والدین پر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 495 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت کی ہے کہ خاندان سب سے زیادہ اپنے بچوں کو جب سات سال کے ہو جائیں تو فرض نماز پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

ایک اور بڑا مسئلہ جس کا بہت سے مسلمانوں کو سامنا ہے وہ یہ ہے کہ وہ فرض نماز تو ادا کر سکتے ہیں لیکن صحیح طریقے سے ادا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر، بہت سے لوگ نماز کے مراحل کو صحیح طریقے سے مکمل نہیں کر پاتے اور اس کے بجائے اس میں جلدی کرتے ہیں۔ درحقیقت صحیح بخاری نمبر 757 میں موجود ایک حدیث واضح طور پر تنبیہ کرتی ہے کہ اس طرح کی نماز پڑھنے والے نے بالکل نماز نہیں پڑھی۔ یعنی ان کا ذکر اس شخص کے طور پر نہیں ہے جس نے اپنی نماز پڑھی اور اس وجہ سے ان کی ذمہ داری پوری نہیں ہوئی۔ جامع ترمذی نمبر 265 میں موجود ایک حدیث میں واضح طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص نماز کے ہر مقام پر قائم نہیں رہتا اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں رکوع اور سجدہ نہ کرنے والے کو بدترین چور قرار دیا۔ موطا مالک، کتاب نمبر 9، حدیث نمبر 75 میں موجود ایک حدیث میں اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے۔ بدقسمتی سے بہت سے مسلمان جنہوں نے کئی دہائیاں اپنی فرض اور اس جیسی بہت سی نفلی نمازیں ادا کی ہیں، ان میں سے کسی نے بھی شمار نہیں کیا اور اس طرح وہ نمازیں ادا کریں گے۔ اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے جس نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 1313 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

قرآن پاک عام طور پر مسجد میں جماعت کے ساتھ فرض نماز ادا کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 43

”اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔“

درحقیقت اس آیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی بنا پر بعض معتبر علماء نے اس کو مسلمان مردوں پر واجب قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر سنن ابو داؤد نمبر 550 میں موجود ایک حدیث میں واضح طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ جو مسلمان اپنی فرض نمازیں مسجد میں باجماعت ادا نہیں کریں گے انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منافی قرار دیا ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مردوں کے گھروں کو جلانے کی دھمکی بھی دی تھی جو بغیر کسی عذر کے باجماعت مسجد میں اپنی فرض نمازیں ادا کرنے میں ناکام رہے تھے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 1482 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جو مسلمان اس اہم عمل کو انجام دینے کی پوزیشن میں ہوں وہ کریں۔ انہیں اپنے آپ کو یہ دعویٰ کرنے میں بے وقوف نہیں بنانا چاہئے کہ وہ دوسرے نیک کام انجام دے رہے ہیں، جیسے گھر کے کاموں میں اپنے خاندان کی مدد کرنا۔ یوں تو صحیح بخاری نمبر 676 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت ہے، لیکن ضروری ہے کہ آپ کی روایات کی اہمیت کو اپنی خواہشات کے مطابق ترتیب نہ دیا جائے۔ جو کوئی ایسا کرتا ہے وہ اس کی روایات کی پیروی نہیں کر رہا ہے، وہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کر رہا ہے، چاہے وہ نیک عمل ہی کیوں نہ کر رہا ہو۔ درحقیقت اسی حدیث کا اختتام اس نصیحت سے ہوتا ہے کہ جب فرض نماز کا وقت ہوتا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام کی طرف روانہ ہوتے۔

آخر میں، جیسا کہ مرکزی حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے، فرض نمازوں کو چھوڑنے پر اڑے رہنے والے کو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلا جائے گا۔ درحقیقت، وہ اپنی زندگی کے دوران اسے محسوس کیے بغیر بھی اسے کھو سکتے ہیں۔ کسی کو کبھی بھی اپنے آپ کو یہ سوچنے میں بے وقوف نہیں بنانا چاہئے کہ فرض نماز جیسے اعمال کے ذریعہ ایمان کے اپنے زبانی دعوے کی حمایت میں ناکام ہونا قابل قبول ہے۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ مسلمان کی تعریف ہی وہ ہے جس نے اپنے آپ کو عملی اور باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہو۔ اس لیے اسلام پر عمل نہ کرنے والے مسلمان ہونے کی کوئی بات نہیں کیونکہ یہ رویہ مسلمان کی تعریف کے خلاف ہے۔ اگر کوئی شخص مسلمان کی تعریف پر پورا نہیں اترتا تو وہ اپنے آپ کو ایک کیسے سمجھے گا؟

عبادت کا جوہر

جامع ترمذی نمبر 3371 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ دعا عبادت کا جوہر ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عاجزی اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کا عملی مظاہرہ ہے، جیسا کہ بندے کے لیے مالک سے مانگنا مناسب ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ جامع ترمذی نمبر 3604 میں موجود ایک حدیث کے مطابق ہر نیک دعا تین طرح سے قبول ہوتی ہے۔ یا تو پوری ہو جاتی ہے، آخرت میں اس کے برابر اجر ملتا ہے یا اس کے برابر کی برائی کسی کی زندگی سے دور ہو جاتی ہے۔

مندرجہ ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام دعاؤں کے جواب کی ضمانت دی ہے۔ اس لیے اسے ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے اور دعاؤں میں لگا رہنا چاہیے۔ باب 40 غافر، آیت 60

اور تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

دعا کرنے سے پہلے بھی اس بات کا یقین کر لینا چاہیے کہ اس کی کمائی حلال ہے اور جو وہ کھاتے ہیں وہ حلال ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2989 میں موجود حدیث میں واضح طور پر تنبیہ فرمائی ہے کہ حرام کمانے اور کھانے والے کی دعا کبھی قبول نہیں ہوتی۔

دعا کا پہلا آداب یہ ہے کہ دعا کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت تھی۔ اس عمل کی مثال سنن نسائی نمبر 2899 میں موجود ہے۔

اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہیے، جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1030 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

جامع ترمذی نمبر 3556 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس قدر شرمیلا اور سخی ہے کہ اس سائل کو خالی ہاتھ پھیر دے جو اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے۔

انسان کو چاہیے کہ اپنی دعا کا آغاز اور اختتام پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے کرے اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ سنن ابوداؤد نمبر 1481 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

درحقیقت جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 486 میں موجود حدیث میں مذکور ہے کہ انسان کی دعا آسمانوں اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے جب تک کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجیں۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا قرآن پاک میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں مذکور ہے۔
اللہ تعالیٰ کے خوبصورت نام ان الہامی تعلیمات میں بڑے پیمانے پر پائے جاتے ہیں اور ان سے
استفادہ کیا جانا چاہیے۔ مثال کے طور پر، باب 59 الحشر، آیت 24

"...وہ اللہ ہے، خالق، پیدا کرنے والا، وضع کرنے والا؛ اس کے لیے بہترین نام ہیں"

بہترین دعائیں قرآن پاک اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہیں، اس لیے ان کا
استعمال کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر، باب 14 ابراہیم، آیت 41

اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین کو اور مومنوں کو جس دن حساب قائم ہو گا بخش دے۔"

لیکن مخصوص چیزوں کے لیے دعا کرنا بالکل جائز ہے جب تک کہ وہ حلال ہوں۔

جیسا کہ قرآن پاک میں نصیحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ، اس کی رحمت
کی امید رکھتے ہوئے اور اس کی عظمت کے خوف سے دعا کرنی چاہیے۔ باب 7 الاعراف، آیت
56:

"...اور اسے خوف اور تمنا کے ساتھ پکارو"

پورے جوش و خروش کے ساتھ دعا مانگنا بہت ضروری ہے اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کسی کی ضرورت پوری کرے گا۔ مزید برآں، جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 3479 میں موجود حدیث میں نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کی دعا قبول نہیں کرتا جو غافل یا مشغول ہو کر دعا کرتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 3505 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت فرمائی ہے کہ جب قرآن کریم کی درج ذیل آیت کی تلاوت کی جائے تو دعا قبول ہوتی ہے۔ باب 21 الانبیاء، آیت 87

“تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ اعلیٰ ہیں۔ بے شک میں ظالموں میں سے ہو گیا ہوں۔

اپنی دعا پر لفظ آمین کے ساتھ مہر لگانی چاہیے کیونکہ یہ اس کی قبولیت کو یقینی بناتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 938 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

دعا ختم ہونے کے بعد اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 1492 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

آخر میں دعا کرنے میں لگاتار رہنا چاہیے کیونکہ ترک کرنا ایک جلد بازی ہے جس کی وجہ سے دعا ادھوری رہ سکتی ہے۔ یہ تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3387 میں موجود حدیث میں ہے۔

آسانی کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ مشکل کے وقت ان کی مدد کرے۔ مسند احمد کی حدیث نمبر 2803 میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ جیسا کہ جامع ترمذی

نمبر 3499 میں موجود حدیث میں نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرض نمازوں کے بعد اور رات کے آخری حصے میں کی جانے والی دعا کو آسانی سے قبول فرماتا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 6321 میں موجود ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ رات کے آخری حصے میں نزول الہی ہوتا ہے جس وقت اللہ تعالیٰ پکارتا ہے اور دعاؤں کا جواب دیتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 521 میں ایک حدیث ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ دو اذانوں کے درمیان کی دعا رد نہیں ہوتی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے جب کہ وہ سجدہ میں ہوتے ہیں لہذا انہیں اس وقت اس سے دعا مانگنی چاہیے۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 1138 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 1046 میں موجود ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ہر جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ دعا کو آسانی سے قبول کرتا ہے۔ جب روزہ دار افطار کرتا ہے تو اس کی دعا بھی قبول ہوتی ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 1753 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ بیماروں سے ان کے لیے دعا مانگنا چاہیے جیسا کہ سنن ابن ماجہ نمبر 1441 میں موجود حدیث میں آیا ہے کہ ان کی دعائیں دعاؤں کی طرح ہیں۔ فرشتوں کی۔ آب زمزم پیتے وقت کی جانے والی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3062 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 2540 میں موجود ایک حدیث میں بارش کے وقت دعا قبول ہونے کی تلقین کی گئی ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 1534 میں موجود ایک حدیث لوگوں کو ترغیب دیتی ہے کہ وہ دوسروں کے لیے ان کی غیر موجودگی میں دعا کریں، کیونکہ وہ آسانی سے قبول ہوتی ہیں۔ اگر کسی پر کسی قسم کا ظلم ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ قبول ہو گی۔ اس کی نصیحت جامع ترمذی نمبر 1905 میں موجود ایک حدیث میں کی گئی ہے۔ یہی حدیث نصیحت کرتی ہے کہ مسافر کی دعا رد نہیں ہوتی۔ آخر میں، کسی کو اپنے والدین کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے کہ وہ ان کے لیے دعا کریں کیونکہ وہ آسانی سے قبول ہو جاتی ہیں۔ اس کی تائید سنن ابن ماجہ نمبر 3862 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔

کچھ لوگ باقاعدگی سے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتے کیونکہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ سب سے باخبر ہے اور کسی کو ان کی خواہشات سے آگاہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے لیکن دعا کرنا افضل ہے کیونکہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام کی روایت ہے اور قرآن کریم میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ باب 40 غافر، آیت 60

اور تمہارا رب فرماتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت کو حقیر سمجھتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اور بندگی کا مظاہرہ کرنے کا ایک بہترین طریقہ دعا ہے۔ درحقیقت جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 3370 میں موجود حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز محترم نہیں۔ آخر میں، اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے جب کوئی شخص اس سے دعا نہیں کرتا، جیسا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اللہ سے بے نیاز ہیں، جو کہ درست نہیں ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 3373 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

آخر میں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن پاک میں موجود دعائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات اعمال کے لیے ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ یعنی دعائیں عملی اطاعت کے بعد کی جاتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دعائیں اعمال کی تائید کرتی ہیں۔ لہذا اللہ عزوجل کی عملی اطاعت کے بغیر دعائیں ثمر آور نہیں ہوتیں۔ یہ انبیاء علیہم السلام یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عادت نہیں تھی۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان دعائیں کرنے میں بہترین ہو گئے ہیں لیکن عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ناکام رہتے ہیں، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ زیر بحث اہم حدیث بھی عملی عبادت کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے جس کی تائید دعاؤں سے ہوتی ہے۔ دعائیں عملی اطاعت کی جگہ نہیں لے سکتیں، بلکہ ان کی تائید کرتی ہیں۔ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے دونوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔ باب 35 فاطر، آیت 10

"...اس کی طرف اچھی بات چڑھتی ہے، اور عمل صالح اسے بلند کرتا ہے..."

آسانی اور خوشخبری۔

صحیح بخاری نمبر 6125 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسروں کے لیے مشکل بنانے کی بجائے آسان بنانے کی تلقین فرمائی۔ اور دوسروں کو خوشخبری دینا اور نہ ڈرانا۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ چیزوں کو آسان بنائے، سب سے پہلے اپنے لیے اسلامی علم سیکھ کر اور اس پر عمل کر کے، تاکہ وہ اپنے واجبات کو پورا کر سکے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات پر عمل کر سکے اور اپنی ضروریات پوری کر سکے۔ اور ان کے زیر کفالت افراد کی ضروریات۔ اس سے انہیں فضول خرچی یا اسراف کے بغیر حلال چیزوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے کافی وقت ملے گا۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق عمل صالح کے لیے کرے نہ کہ اپنے اوپر بوجھ ڈالے، کیونکہ اسلام میں یہ ناپسندیدہ ہے۔ صحیح بخاری نمبر 6465 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ متوازن طرز عمل ہمیشہ بہترین ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کریں، خاص طور پر مذہبی معاملات میں، تاکہ لوگ اسلام سے نفرت نہ کریں، یہ مانتے ہوئے کہ یہ ایک بوجھل مذہب ہے جبکہ یہ ایک سادہ اور آسان مذہب ہے۔ اس کی تصدیق امام بخاری کی، ادب المفرد، نمبر 287 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ دوسروں کو، خصوصاً بچوں کو سکھانا ضروری ہے۔ اگر بچے غلط طور پر مانتے ہیں کہ اسلام ایک مشکل مذہب ہے تو وہ بڑے ہو کر اس سے منہ موڑ لیں گے۔ بچوں کو سکھایا جائے کہ اسلام میں کچھ ذمہ داریاں ہیں جنہیں پورا کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا اور وہ اچھے اور صحت مند طریقوں سے تفریح کے لیے کافی وقت چھوڑ دیتے ہیں۔

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ دینی معاملات میں اپنے یا دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک مسلمان کاہل ہو جائے اور دوسروں کو کاہل ہونا سکھائے، کیونکہ کم

از کم فرائض کو ہر وقت پورا کرنا ضروری ہے، الا یہ کہ اسلام اس سے مستثنیٰ ہو۔ سستی کرنے والا اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتا، صرف اپنی خواہشات کو مانتا ہے۔

دوسروں کے لیے چیزوں کو آسان بنانے کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسروں سے اپنے مکمل حقوق کا مطالبہ نہیں کرتا ہے۔ اس کے بجائے، انہیں اپنی مدد کرنے اور دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کے لیے ان کی جسمانی یا مالی طاقت جیسے وسائل کا استعمال کرنا چاہیے۔ بعض صورتوں میں دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں ناکامی سزا کا باعث بنتی ہے۔ دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کے لیے ایک مسلمان کو صرف بعض صورتوں میں اپنے حقوق کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش نہ کرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرے جن پر ان کے حقوق ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک والدین اپنے بالغ بچے کو گھر کے کسی خاص کام سے عذر کر سکتے ہیں اور یہ کام خود کر سکتے ہیں، اگر ان کے پاس بغیر کسی پریشانی کے ایسا کرنے کا ذریعہ ہے، خاص طور پر اگر وہ بچہ کام سے تھک کر گھر لوٹتا ہے۔ یہ نرمی اور رحم نہ صرف اللہ تعالیٰ کو ان پر زیادہ رحم کرنے کا باعث بنے گا بلکہ اس سے لوگوں میں ان کے لیے محبت اور احترام بھی بڑھے گا۔ جو ہمیشہ اپنے پورے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے وہ گنہگار نہیں ہے لیکن اگر وہ اس طرح کا برتاؤ کریں گے تو وہ اس اجر و ثواب سے محروم ہو جائیں گے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کریں اور امید رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانیاں پیدا کرے گا۔ لیکن جو لوگ دوسروں کے لیے مشکلیں پیدا کرتے ہیں وہ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے دونوں جہانوں میں مشکلیں پیدا کرتا ہے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں اور عظیم انعامات کی یاد دلائے جو وہ مسلمانوں کو اس دنیا اور آخرت میں عطا کرتا ہے جو اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے پرہیز کرتے ہوئے اور تقدیر کا سامنا کرتے ہوئے اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ یہ طریقہ زیادہ تر معاملات میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف ترغیب دینے میں زیادہ کارگر ہے۔ صرف بعض صورتوں میں جب کوئی شخص خواہش مندانه سوچ میں مبتلا ہو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر رہا ہو، اس امید کے ساتھ کہ وہ کامیاب ہو جائے گا، کیا

كسى مسلمان كو ان كے اس عمل كے نتائج سے خبردار كرنا چاہیے؁ اور ان ميں الله تعالىٰ كا خوف پيدا كرنا چاہیے۔

ايك توازن بہترين بے جس كے ذريعے انسان الله تعالىٰ پر اميد ركھتا ہے؁ اس كى اطاعت اور اس سے ڈرنے كى ترغيب ديتا ہے تاكه گناہوں سے بچا جا سكه۔ اور جب بهى كوئى عدم توازن محسوس كرتا ہے يا دوسروں كو ديكھتا ہے جو عدم توازن كا شكار ہو چكے ہيں تو ايك مسلمان كو اپنے آپ كو اور دوسروں كو صحيح درميانى راستے پر لانے كے ليے مناسب طريقے سے عمل كرنا چاہیے۔

دنیائوی چیزوں کی حیثیت

صحیح بخاری نمبر 6501 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ جو دنیاوی چیزیں سماجی حیثیت میں بلند ہوتی ہیں وہ آخر کار اللہ تعالیٰ کی طرف سے پست ہو جاتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان مادی دنیا سے بچیں اور اس میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ مسلمانوں کو دنیوی تعلیم اور حلال پیشہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ یہ غیر قانونی دولت سے بچنے میں مدد کرتا ہے اور اس سے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہوتا ہے، جیسے کہ ان کی ضروریات اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات کو پورا کرنا۔ اس فرض کو بیان کرنے کی ایک مثال سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں موجود حدیث میں درج ہے۔

اصل حدیث کا مفہوم ہے کہ انسان دنیاوی کامیابی کو اپنی اولین ترجیح نہ بنائے بلکہ اپنی زیادہ تر کوششیں آخرت کی تیاری کے لیے وقف کرے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کسی کو کتنی ہی دنیاوی کامیابی مل جائے، آخر کار وہ ختم ہو جاتی ہے۔ یہ دھندلاہٹ یا تو اس وقت ہو گا جب کوئی زندہ ہو گا یا جب وہ مر جائیں گے تو ان کی کامیابی ان سے الگ ہو جائے گی۔ جامع ترمذی نمبر 2379 میں ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ لاتعداد لوگوں نے سلطنتیں بنائیں اور دنیاوی کامیابیاں حاصل کیں لیکن سب ختم ہو گئے۔ کتنے لوگوں نے ابھی تک اپنے ناموں کو آسمانی کھردروں پر پلستر کرایا ہے، تھوڑی دیر بعد ان کے نام ہٹا دیے گئے اور وہ بھول گئے؟

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مصیبت کے بعد کسی شخص کو کامیابی نہیں دی جائے گی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کریں اور ناکامی کا سامنا کرنے پر ہمت نہ ہاریں۔ کلید یہ ہے کہ آخرت کی کامیابی کو دنیا پر ترجیح دی جائے اور مادی دنیا کی نعمتوں اور کامیابیوں کو استعمال کر کے آخرت کی کامیابی حاصل کی جائے۔ حلال دنیوی

کامیابی کے لیے کوشش کر کے اسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ فضول خرچی اور فضول خرچی سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تئیں اپنی ذمہ داریاں اور فرائض ادا کریں۔ اور انہیں اپنی دنیاوی کامیابیوں کو آخرت میں ان کی مدد کے لیے استعمال کرنا چاہیے، جیسے کہ اپنی زائد دولت کو عطیہ کرنا۔ اگر ان کی دنیاوی کامیابی شہرت ہے یا سیاسی، تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنا اثر و رسوخ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لیے استعمال کریں، کیونکہ اس سے ان کی آخرت میں مدد ہوگی۔ اس طرح کوئی اپنی دنیاوی کامیابی کو اپنی آخرت کے فائدے کے لیے استعمال کرتا ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ جس کا مقصد صرف اس دنیا میں فائدہ اٹھانا ہے وہ آخرت میں فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔ لیکن جس کا مقصد آخرت میں اپنے آپ کو فائدہ پہنچانا ہے، جو نعمتیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، اسے دونوں جہانوں میں امن و کامیابی کی صورت میں فائدہ پہنچے گا۔ یہ واحد طریقہ ہے جس سے کوئی اس بات کو یقینی بنا سکتا ہے کہ وہ اپنی دنیاوی کامیابی سے اس سے پہلے اور اس کے ناگزیر طور پر ختم ہونے کے بعد مستفید ہوتے رہیں۔ باب
:النحل، آیت 16 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " " زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

بدلہ لینا

صحیح بخاری نمبر 6853 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنی ذات سے بدلہ نہیں لیا بلکہ معاف کر دیا اور نظر انداز کیا۔

مسلمانوں کو مناسب اور معقول طریقے سے اپنا دفاع کرنے کی اجازت دی گئی ہے جب ان کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں بچا ہے۔ لیکن انہیں کبھی بھی لائن سے اوپر نہیں جانا چاہئے کیونکہ یہ ایک گناہ ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 190

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں لیکن زیادتی نہیں کرتے۔ بے شک اللہ حد " سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

چونکہ نشان پر قدم رکھنے سے بچنا مشکل ہے، لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ صبر و تحمل سے کام لے، دوسروں کو نظر انداز کرے اور معاف کر دے کیونکہ یہ نہ صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی بھی کرتی ہے۔ ، ان کے گناہوں کو معاف کرنا۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر... "دے؟"

دوسروں کو معاف کرنا دوسروں کے کردار کو مثبت انداز میں بدلنے میں بھی زیادہ موثر ہے، جو کہ اسلام کا مقصد ہے اور مسلمانوں پر فرض ہے، کیونکہ بدلہ لینے سے ملوث افراد کے درمیان مزید دشمنی اور غصہ پیدا ہوتا ہے۔

جو لوگ دوسروں کو معاف نہ کرنے کی بری عادت رکھتے ہیں اور معمولی باتوں پر بھی ہمیشہ رنجشوں میں مبتلا رہتے ہیں، وہ اچھی طرح جان سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے عیبوں کو نظر انداز نہیں کرتا بلکہ ان کے ہر چھوٹے گناہ کی جانچ پڑتال کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو چیزوں کو جانے دینا سیکھنا چاہئے کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں بخشش کا باعث بنتا ہے۔ اس کے علاوہ، ذہنی سکون اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب کوئی شخص ہر اس چھوٹے سے مسئلے کو پکڑنے کی عادت اپنا لیتا ہے جو اسے پریشان کرتا ہے۔ لہذا، دوسروں کو نظر انداز کرنا اور معاف کرنا سیکھنا چھوٹے موٹے مسائل کو چھوڑنے میں مدد کرتا ہے، جس کے نتیجے میں انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

آخر میں، اہم حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب دوسرے لوگ لائن کو عبور کریں تو کسی کو اپنا دفاع نہیں کرنا چاہئے، جیسا کہ اسلام بغیر کسی کمزوری کے عاجزی کا درس دیتا ہے۔ اس کے علاوہ، یہاں تک کہ جب کوئی دوسروں کو معاف کرتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ان پر اندھا اعتماد کریں یا ان کے ساتھ ہمیشہ کی طرح سماجی تعلقات جاری رکھیں۔ اس سے ان کے دوبارہ غلط ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں کو معاف کرنا چاہیے، اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں، اور ماضی میں ان لوگوں کے ساتھ پیش آنا چاہیے جنہوں نے ان پر ظلم کیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ تاریخ اپنے آپ کو نہ دہرائے اور وہ دونوں جہانوں میں برکتیں اور انعامات حاصل کریں۔

سچی رہنمائی پر عمل کریں۔

سنن ابو داؤد نمبر 4606 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ ہر وہ معاملہ جس کی بنیاد اسلام پر نہ ہو اسے رد کر دیا جائے گا۔

اگر مسلمان دنیوی اور دینی دونوں معاملات میں دائمی کامیابی چاہتے ہیں تو انہیں قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر سختی سے عمل کرنا چاہیے۔ اگرچہ بعض اعمال جو براہ راست ہدایت کے ان دو ذرائع سے نہیں کیے گئے ہیں ان کو پھر بھی اعمال صالحہ قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن ان دونوں ذرائع کو ہدایت کے تمام چیزوں پر ترجیح دینا ضروری ہے۔ درحقیقت انسان ان دو ذرائع سے نہ لینے والی چیزوں پر جتنا زیادہ عمل کرے گا، خواہ وہ اعمال صالحہ ہی کیوں نہ ہوں، ہدایت کے ان دو ذرائع پر اتنا ہی کم عمل کرے گا۔ اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ کتنے مسلمانوں نے اپنی زندگیوں میں ثقافتی طریقوں کو اپنایا ہے جن کی رہنمائی کے ان دو ذرائع میں کوئی بنیاد نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر یہ ثقافتی عادات گناہ نہیں ہیں، تب بھی انہوں نے مسلمانوں کو ہدایت کے ان دو ذرائع کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے سے روک دیا ہے، کیونکہ وہ اپنے طرز عمل سے مطمئن ہیں۔ یہ ہدایت کے دو ذرائع سے ناواقفیت کا باعث بنتا ہے جس کے نتیجے میں گمراہی ہی ہوتی ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہدایت کے ان دو ذرائع کو سیکھے اور ان پر عمل کرے جو رہنمائی کے رہنماؤں نے قائم کیے ہیں اور اس کے بعد اگر اس کے پاس وقت اور توانائی ہو تو دوسرے رضاکارانہ اعمال پر عمل کرے۔ لیکن اگر وہ جہالت اور من گھڑت کاموں کا انتخاب کریں، خواہ وہ گناہ ہی کیوں نہ ہوں، ان دو ذرائع ہدایت پر سیکھنے اور ان پر عمل کرنے سے وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔

آخر کار جب کوئی ایسے کام کرنے پر لگا رہتا ہے جو ہدایت کے دو ذرائع سے براہ راست جڑے نہیں ہوتے، جہالت کی وجہ سے وہ آسانی سے ایسے عمل اور عقائد میں پڑ جاتے ہیں جو اسلامی علم سے متصادم ہوتے ہیں۔ یہ مسلمان کو گناہوں اور گمراہی کے راستے پر لے جاتا ہے جبکہ وہ

سمجھتے ہیں کہ وہ صحیح راہ پر ہیں۔ جو جانتا ہے کہ وہ کھو چکے ہیں وہ دوسروں کی طرف سے مشورہ دینے پر اپنی سمت کو قبول کرنے اور تبدیل کرنے کا امکان ہے۔ لیکن جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ صحیح راستے پر ہیں وہ اپنی سمت کو تبدیل کرنے اور درست کرنے کا بہت زیادہ امکان نہیں رکھتا ہے، یہاں تک کہ جب انہیں علم اور واضح ثبوت کے حامل دوسرے لوگوں کی طرف سے تنبیہ کی گئی ہو۔ اس نتیجہ سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ہدایت کے دو ذرائع میں پائے جانے والے علم کو حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے اور دوسرے اعمال سے گریز کیا جائے، خواہ وہ اچھے کام ہی کیوں نہ ہوں۔

ایک صاف دل

سنن ابو داؤد نمبر 4860 میں موجود ایک حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو دوسروں کے بارے میں منفی بات کرنے سے منع فرمایا، کیونکہ اس سے لوگوں کے دلوں میں ان کے بارے میں برے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ خاندان، خاص طور پر ایشیائی کمیونٹی سے، وقت کے ساتھ ٹوٹ جاتے ہیں۔ یہ خاندان کے ارکان، جیسے والدین کی سب سے بڑی شکایت ہے۔ وہ حیران ہیں کہ ان کے بچے کیوں الگ ہو گئے ہیں حالانکہ وہ کبھی مضبوطی سے ایک ساتھ تھے۔

رشتہ داروں کے درمیان تعلقات کے ٹوٹنے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ کسی نے ان کے رشتہ دار کے بارے میں منفی بات کی ہے۔ یہ اکثر خاندان کے کسی فرد کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک ماں اپنے دوسرے بچے سے اپنے بیٹے کے بارے میں منفی بات کرے گی۔ یہ دونوں رشتہ داروں کے درمیان دشمنی کا باعث بنتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ دونوں کے درمیان دراڑ پیدا کر دیتا ہے۔ جو کبھی ایک شخص کی طرح تھے وہ ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن جاتے ہیں۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ لوگ فرشتے نہیں ہیں۔ بہت کم لوگوں کو چھوڑ کر، جب کسی شخص سے کسی دوسرے کے بارے میں کوئی منفی بات کہی جائے تو وہ اس سے متاثر ہو جائیں گے، خواہ وہ یہ نہ چاہتے ہوں۔ یہ دشمنی تب بھی ہوتی ہے جب کہ ابتدائی شخص جس نے کسی کے رشتہ دار کے بارے میں منفی بات کی ہو وہ رشتہ داروں کے درمیان پچر پیدا کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ کچھ اکثر عادت سے ہٹ کر اس طرح کام کرتے ہیں اور تعلقات کو خراب کرنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، والدین اکثر یہ عادت اپناتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنے بچوں کے رشتے ٹوٹنے یا ٹوٹنے کی خواہش نہیں رکھتے۔

یہ رویہ لوگوں کی ذہنیت پر اتنا گہرا اثر ڈالتا ہے کہ اس سے ان رشتہ داروں پر بھی اثر پڑتا ہے جو ایک دوسرے کو بہت کم دیکھتے یا بات کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، کوئی شخص اپنے رشتہ دار کے بارے میں منفی باتوں کا تذکرہ کرے گا، حالانکہ اس کا رشتہ دار بھی ان جیسے ملک میں نہیں رہتا۔ یہ رویہ ان کے دل میں دشمنی کو پیوست کر دیتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ اپنے دور کے رشتہ دار کو ناپسند کرتے ہیں، حالانکہ وہ انہیں بمشکل جانتے ہیں۔

یہ مسئلہ اکثر اس وقت ہوتا ہے جب دو افراد دوسرے لوگوں کے سامنے دوسروں کے بارے میں منفی باتوں پر بحث کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، والدین اپنے بچوں کے سامنے اپنے رشتہ داروں کے بارے میں منفی باتیں کر سکتے ہیں۔ اگرچہ، وہ اپنے بچوں کو براہ راست نہیں بتا رہے ہیں، کوئی بھی کم نہیں یہ اب بھی ان کے دلوں کو متاثر کرتا ہے۔ اگر کوئی ایک لمحے کے لیے واقعی غور کرے تو وہ سمجھ جائے گا کہ دوسروں کے تئیں ان کے بیمار جذبات کی اکثریت اس شخص کے کیے یا ان سے براہ راست کہنے کی وجہ سے نہیں تھی۔ زیادہ تر معاملات میں، یہ کسی تیسرے فریق کی وجہ سے ہوا ہے، جس نے ان سے اس شخص کے بارے میں کسی منفی بات کا ذکر کیا۔

ایسے معاملات میں جہاں کوئی دوسرے کو کسی خطرے سے خبردار کرنے کی کوشش کر رہا ہو، تو کسی دوسرے شخص کا منفی انداز میں ذکر کرنا بالکل قابل قبول ہے۔ اگر کوئی دوسرے کو سبق سکھانے کی کوشش کر رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں اور اس شخص کا نام لیے بغیر منفی بات کا ذکر کریں۔ اس خوبصورت ذہنیت کی ایک مثال صحیح بخاری نمبر 6979 میں موجود حدیث میں موجود ہے۔ کسی شخص کا نام لیے بغیر کسی منفی بات کا ذکر کرنا کسی کو سبق سکھانے کے لیے کافی ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، مسلمانوں کو اپنے رشتہ داروں یا دوسروں کے بارے میں، نجی یا عوامی طور پر منفی بات کرنے سے پہلے گہرائی سے غور کرنا چاہیے۔ دوسری صورت میں، وہ اچھی طرح سے تلاش کر سکتے ہیں، جیسے جیسے وقت گزرتا ہے، ان کے خاندان اور دوست ایک دوسرے سے الگ اور جذباتی طور پر دور ہو جاتے ہیں۔

جو شخص دوسروں کے بارے میں منفی باتیں سنتا ہے اسے چاہیے کہ وہ بولنے والے کو غیبت سے باز رہنے کی تلقین کرے اور اپنے اعمال کے نتائج ان کے سامنے بیان کرے۔ انہیں کسی شخص کے بارے میں کہی گئی منفی باتوں پر توجہ مرکوز کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اس کے بجائے یاد رکھیں کہ ایک منفی خصوصیت کسی شخص کے پورے کردار کی وضاحت نہیں کرتی۔ انہیں چاہیے کہ جس شخص کے بارے میں منفی باتیں سنیں اس کے ساتھ اچھے کردار کا مظاہرہ کرتے رہیں اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے حقوق ادا کریں۔ سیدھے الفاظ میں، کسی کو لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہئے جس طرح وہ دوسروں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح برتاؤ کرنے سے دوسروں کے بارے میں منفی باتیں کرنے والوں کی وجہ سے دل پر پڑنے والے منفی اثرات کو کم کیا جائے گا۔

کامل ایمان

سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان خصوصیات کی نصیحت فرمائی جو مسلمان کے ایمان کو کامل کرتی ہیں۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا ہے۔ اس میں دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں دوسروں کے لیے بہتر کی خواہش کرنا شامل ہے۔ اس کو عملی طور پر کسی کے اعمال کے ذریعے ظاہر کیا جانا چاہیے جس کا مطلب ہے، دوسروں کی مالی، جذباتی اور جسمانی طور پر مدد کرنا۔ اپنے احسانات کو دوسروں پر شمار کرنا نہ صرف ثواب کو منسوخ کرتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے ان کی محبت کی کمی کو بھی ثابت کرتا ہے، کیونکہ یہ شخص صرف لوگوں سے تعریف اور دیگر معاوضے حاصل کرنا پسند کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 264

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے صدقات کو نصیحت یا ایذا پہنچا کر باطل نہ کرو۔"

دنیاوی وجوہات کی بنا پر دوسروں کے بارے میں کسی بھی قسم کے منفی جذبات، جیسے حسد، اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں سے محبت کرنے کے منافی ہے، اور اس سے بچنا چاہیے۔

اس عمدہ خوبی میں دوسروں کے لیے وہ محبت شامل ہے جو صرف الفاظ سے نہیں بلکہ اعمال کے ذریعے اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق یہ مومن ہونے کا ایک پہلو ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنے میں ان چیزوں سے محبت کرنا شامل ہے جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، جیسے کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ اس محبت کو عملی طور پر ہدایت کے ان دو ذرائع کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے اور اللہ تعالیٰ کو محبوب چیزوں جیسے اعمال صالحہ اور مساجد سے جوڑ کر دکھانا چاہیے۔

مرکزی حدیث میں زیر بحث اگلی خصوصیت اللہ تعالیٰ کے لیے بغض رکھنا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ انسان کو ان چیزوں کو ناپسند کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں جیسے اس کی نافرمانی۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو دوسروں سے نفرت کرنی چاہیے، کیونکہ لوگ سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کر سکتے ہیں۔ اس کے بجائے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ خود اس گناہ کو ناپسند کرے جو ان سے ثابت ہے کہ اس سے بچنا اور دوسروں کو بھی اس سے خبردار کرنا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں سے تعلقات توڑنے کے بجائے نصیحت کرتے رہیں، کیونکہ یہ حسن سلوک ان کے لیے صدق دل سے توبہ کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ اس میں اپنے جذبات کی بنیاد پر چیزوں کو ناپسند کرنا شامل ہے، جیسے کوئی عمل، جو کہ جائز ہے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کے لیے ناپسندیدگی کا ثبوت یہ ہے کہ جب وہ اپنے قول و فعل سے ناپسندیدگی کا اظہار کریں گے تو یہ ہرگز اس طرح نہیں ہوگا جو اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہو۔ یعنی کسی چیز کے لیے ان کی ناپسندیدگی ان سے کبھی گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گی کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی چیز سے ان کی ناپسندیدگی ان کے اپنے لیے ہے۔

مرکزی حدیث میں زیر بحث اگلی خصوصیت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دینا ہے۔ اس سے مراد ہر وہ نعمت ہے جو دوسروں کو دے سکتا ہے، جیسے جسمانی اور جذباتی مدد، نہ کہ صرف دولت۔ جب کوئی دیتا ہے، تو وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایسا کرے گا، یعنی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے معاملات میں، جیسے مخلصانہ مشورہ دینا۔ درحقیقت یہ دوسروں کے لیے مخلص ہونے کا ایک پہلو ہے جس کا حکم سنن نسائی نمبر 4204 میں موجود حدیث میں آیا ہے۔ اس میں یہ بھی شامل ہے کہ ان نعمتوں کو کسی کے احسانات کو شمار کیے بغیر دوسروں کو دینا اور بانٹنا بھی شامل ہے، جیسا کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے ان نعمتوں کو دوسروں کے لیے دیا تھا۔ دوسروں سے کچھ حاصل کریں۔ باب 76 الانسان، آیت 9

[کہہ کر]، "ہم تمہیں صرف اللہ کے چہرے [یعنی رضامندی] کے لیے کھلاتے ہیں، ہم تم سے اجر "یا شکر گزاری نہیں چاہتے۔"

مرکزی حدیث میں زیر بحث آخری خصوصیت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے روکنا ہے۔ اس میں دولت جیسی نعمتوں کو دوسروں سے ایسے معاملات میں روکنا بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ یہ مسلمان یہ نہیں دیکھے گا کہ کون ان سے کچھ مانگ رہا ہے بلکہ وہ صرف اس درخواست کی وجہ کا جائزہ لیتے ہیں۔ اگر وجہ اسلام کی تعلیمات سے متصادم ہے تو وہ نعمت کو روکیں گے اور سرگرمی میں حصہ نہیں لیں گے۔ باب 5 المائدة، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

اس میں ایسے معاملات میں اپنے قول و فعل سے روکنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں، جیسے غیبت یا غصہ ظاہر کرنا۔ یہ مسلمان اپنی خواہشات کے مطابق نہ بولے گا اور نہ ہی عمل کرے گا اور صرف اس صورت میں آگے بڑھے گا جب وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرے، ورنہ آگے بڑھنے سے باز آجائے گا۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، ان خصوصیات کو اپنانے سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے، کیونکہ یہ کسی کے جذبات پر مبنی ہوتی ہیں اور اس لیے ان پر قابو پانا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ یہ کنٹرول اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کسی کو یقین کا یقین حاصل ہوتا ہے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی اسلامی علم سیکھتا اور اس پر عمل کرتا ہے۔ یقین کا یقین انسان کی نیت، توجہ اور عمل کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے میں مدد کرتا ہے۔ اس سے اہم حدیث میں مذکور چار پہلوؤں پر قابو پانے میں مدد ملے گی۔ اس کے علاوہ جس کو ان پر قابو پانے کی سعادت حاصل ہو گی وہ اسلام کے دیگر فرائض کی ادائیگی کو آسان سمجھے گا۔ ان فرائض میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہوں۔ یہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کی کنجی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

ثواب کی حفاظت کرنا

سنن ابن ماجہ نمبر 3989 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ ذرا سی بھی دکھاوا کرنا شرک ہے۔

یہ شرک کی ایک معمولی قسم ہے جس سے کسی کا ایمان ضائع نہیں ہوتا۔ اس کے بجائے یہ ثواب کے نقصان کا باعث بنتا ہے، جیسا کہ اس مسلمان نے لوگوں کی خوشنودی کے لیے عمل کیا جب کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عمل کرنا چاہیے تھا۔ درحقیقت قیامت کے دن ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ وہ اپنے اعمال کا بدلہ ان سے مانگیں جو کہ ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

اگر شیطان کسی کو اعمال صالحہ سے نہیں روک سکتا تو وہ ان کی نیت کو خراب کرنے کی کوشش کرے گا جس سے ان کے اجر کو ختم کر دے گا۔ اگر وہ ان کی نیت کو ظاہری طور پر خراب نہیں کر سکتا تو وہ باریک طریقے سے اسے خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس میں یہ بھی شامل ہے جب لوگ اپنے نیک اعمال کو دوسروں کے سامنے دکھاتے ہیں۔ بعض اوقات یہ اتنا لطیف ہوتا ہے کہ انسان خود بھی اس سے پوری طرح واقف نہیں ہوتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ جیسا کہ علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا سب پر فرض ہے، سنن ابن ماجہ نمبر 224 میں موجود ایک حدیث کے مطابق جہالت کا دعویٰ کرنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قبول نہیں کرے گا۔

باریک بینی کا مظاہرہ اکثر سوشل میڈیا اور کسی کی تقریر کے ذریعے ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان دوسروں کو بتا سکتا ہے کہ وہ روزہ رکھ رہا ہے حالانکہ کسی نے ان سے براہ راست نہیں پوچھا کہ کیا وہ روزہ رکھتے ہیں۔ ایک اور مثال یہ ہے کہ جب کوئی عام طور پر دوسروں کے سامنے قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے اور دوسروں کو دکھاتا ہے کہ انہوں نے قرآن پاک حفظ کر لیا ہے۔ یہاں تک کہ عوامی سطح پر خود پر تنقید کرنا بھی دوسروں کے سامنے اپنی عاجزی کا مظاہرہ سمجھا جا سکتا ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، نفاست سے دکھاوا ایک مسلمان کے اجر کو ختم کر دیتا ہے اور ان کے اعمال صالحہ کی حفاظت کے لیے اس سے بچنا چاہیے۔ یہ صرف اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے ہی ممکن ہے، جیسے کہ کسی کے قول و فعل کی حفاظت کیسے کی جائے۔

غم کے اوقات

سنن ابوداؤد نمبر 3127 میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نوحہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

بدقسمتی سے، کچھ کا خیال ہے کہ مشکل کے وقت رونے کی اجازت نہیں ہے، جیسے کہ کسی عزیز کو کھونا۔ یہ غلط ہے کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی موقعوں پر جب کسی کا انتقال ہوا تو روئے تھے۔ مثال کے طور پر جب ان کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو وہ رو پڑے۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 3126 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

درحقیقت کسی کی موت پر رونا رحمت کی نشانی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں جگہ دی ہے۔ اور صرف وہی لوگ جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں اللہ کی طرف سے رحم کیا جائے گا۔ صحیح بخاری نمبر 1284 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ اسی حدیث میں واضح طور پر ذکر ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نواسے پر روئے جو فوت ہو گیا۔

صحیح مسلم نمبر 2137 میں موجود ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ کسی شخص کو کسی کی موت پر رونے یا اپنے دل میں ہونے والے غم پر عذاب نہیں دیا جائے گا۔ لیکن ان کو سزا کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کے انتخاب کے بارے میں اپنی بے صبری کا اظہار کرتے ہوئے الفاظ بولیں۔

واضح رہے کہ دل میں غم محسوس کرنا یا آنسو بہانا اسلام میں منع نہیں ہے۔ جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے وہ ہیں رونا، قول و فعل سے بے صبری کا اظہار کرنا، جیسے کپڑے پھاڑنا یا غم میں سر منڈوانا۔ اس طرح کام کرنے والوں کے خلاف سخت وارننگ دی گئی ہے۔ اس لیے ان کاموں

سے ہر حال میں اجتناب کرنا چاہیے۔ اس طرح کے کام کرنے پر نہ صرف کسی شخص کو سزا کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے بلکہ اگر میت نے مرنے کے وقت دوسروں کو اس طرح کا عمل کرنے کا حکم دیا تو وہ بھی جوابدہ ہوں گے۔ لیکن اگر مرحوم نے یہ خواہش نہ کی ہو تو وہ کسی قسم کے احتساب سے پاک ہیں۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1006 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ سمجھنا عام فہم ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی دوسرے کے فعل کی وجہ سے عذاب نہیں دے گا: جب کہ سابقہ نے اسے اس طرح عمل کرنے کی نصیحت نہیں کی۔ باب 35 فاطر، آیت 18

"... اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"

اسلام بوجھل نہیں ہے۔

صحیح مسلم نمبر 7129 میں موجود ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دینی مسائل پر گفتگو کرتے وقت صحیح وقت کا انتخاب کرتے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں چاہتے تھے۔ زیادہ بوجھل یا ان کو برداشت کرنا۔

حالانکہ ایک مسلمان کے پاس اس کے سوا کوئی عذر نہیں ہے کہ وہ اپنے فرض کو پورا کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات کو سیکھے اور اس پر عمل کرے، کیونکہ یہ اس کے ایمان کے دعویٰ کا عملی ثبوت ہے، اس سے کم نہیں۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی ذہنی اور جسمانی قوت کے مطابق عمل کرے اور دوسروں کے ساتھ ان کی ذہنی اور جسمانی طاقت کے مطابق سلوک کرے تاکہ وہ خود بھی تنگ نہ ہوں اور نہ ہی دوسروں کو اسلام سے تنگ کریں۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ہر شخص کو منفرد بنایا گیا ہے اور اسے مختلف نعمتیں اور تحفے دیئے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر، کچھ لوگوں میں زیادہ رضاکارانہ روزے رکھنے کی طاقت ہوتی ہے جبکہ دوسروں میں نہیں۔ کچھ کے پاس دماغی طاقت ہوتی ہے کہ وہ دن بھر قرآن پاک اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ میں گزار سکیں، جب کہ دوسروں کے پاس نہیں۔ کچھ لوگ خوشی سے سارا دن دوسروں کے ساتھ مذہبی مسائل پر گفتگو کر سکتے ہیں، جبکہ دوسروں کے پاس ایسا کرنے کے لیے توجہ یا ذہنی طاقت نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو لوگ ان کاموں کی طاقت نہیں رکھتے وہ برے مسلمان ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کی صلاحیت، طاقت، نیت اور اس کے اعمال کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ اس بحث کا مطلب یہ ہے کہ جب رضاکارانہ مذہبی معاملات میں جدوجہد کرنے کی بات آتی ہے تو مسلمانوں کو اپنے آپ یا دوسروں پر زیادہ سخت نہیں ہونا چاہئے۔ ایک مسلمان کو اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ وہ تنگ نہ ہوں اور مکمل طور پر ہار نہ ماننے کے لیے تھوڑی بہت کوشش کریں۔ اگر کسی مسلمان کو رضاکارانہ دینی معاملات میں کوشش کرنے کی طاقت دی گئی ہے تو انہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں، جیسا کہ اس نے انہیں عطا کیا ہے۔ اس کو سمجھنا غرور کے مہلک گناہ کو روک دے گا، جس کی قیمت ایک ایٹم کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

دوسروں کے لیے چیزوں کو آسان بنانا چاہیے، خاص طور پر بچوں کے لیے، تاکہ وہ سمجھیں کہ اسلام ایک سادہ اور آسان مذہب ہے، جس میں چند ذمہ داریاں ہیں، جن کا مقصد دونوں جہانوں میں کامیابی اور امن کے حصول میں ان کی مدد کرنا ہے۔

نرم ہونا

جامع ترمذی نمبر 2701 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہر معاملے میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔

یہ ایک اہم خصوصیت ہے جسے تمام مسلمانوں کو اپنانا چاہیے۔ اسے اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں استعمال کیا جانا چاہیے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ نرم مزاجی سے خود مسلمانوں کو کسی اور سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتیں اور اجر و ثواب حاصل کریں گے اور گناہوں کی مقدار کو کم کریں گے، کیونکہ ایک شریف آدمی اپنے قول و فعل سے گناہوں کا امکان کم رکھتا ہے، بلکہ اس سے انہیں دنیاوی معاملات میں بھی فائدہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، جو شخص اپنے شریک حیات کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہے وہ بدلے میں زیادہ پیار اور عزت حاصل کرے گا اگر وہ اپنے شریک حیات کے ساتھ سختی سے پیش آئے۔ جب بچوں کے ساتھ نرمی سے برتاؤ کیا جاتا ہے تو بچے اپنے والدین کی فرمانبرداری اور احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ کام پر موجود ساتھی اس کی مدد کرنے کا زیادہ امکان رکھتے ہیں جو ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہے۔ مثالیں لامتناہی ہیں۔ صرف انتہائی شاذ و نادر ہی صورتوں میں سخت رویہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ زیادہ تر معاملات میں، نرم رویہ سخت رویہ سے کہیں زیادہ موثر ہوگا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی بھی بے شمار خوبیوں کے مالک ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کی نرمی کو خاص طور پر اجاگر کیا ہے، کیونکہ یہ ایک اہم جز ہے جو دوسروں کو مثبت انداز میں متاثر کرنے کے لیے ضروری ہے۔ باب 3 آل عمران، آیت 159

پس اللہ کی رحمت سے آپ نے ان کے ساتھ نرمی کی۔ اور اگر تم بدتمیز ہوتے اور دل میں سخت " ہوتے تو وہ تمہارے اردگرد سے ہٹ جاتے۔

ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ کبھی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں ہو سکتے اور نہ ہی وہ جس شخص سے بات کرتے ہیں وہ فرعون سے بدتر ہو گا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو حکم دیا تھا فرعون کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں۔ باب 20 طہ، آیت 44

اور اس سے نرمی سے بات کرو شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا اللہ سے ڈرے۔“

سختی صرف لوگوں کو اسلام سے دور کرتی ہے اور دوسروں کو یہ ماننے کا باعث بنتی ہے کہ یہ ایک سخت اور خام مذہب ہے۔ اسلام کو اس طرح غلط بیان کرنا ایک سنگین جرم ہے جس سے تمام مسلمانوں کو بچنا چاہیے۔

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ تمام معاملات میں نرمی اختیار کرے کیونکہ اس سے بہت زیادہ ثواب ملتا ہے اور دوسروں جیسے کہ اپنے گھر والوں پر مثبت اثر پڑتا ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ بنیادی حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب کوئی دوسرے لائن کو عبور کرے تو کسی کو اپنا دفاع نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اسلام بغیر کسی کمزوری کے عاجزی کا درس دیتا ہے۔ لیکن یہ مسلمانوں کو سکھاتا ہے کہ عام طور پر نرمی کو اپنا طریقہ اختیار کریں اور دوسروں کو ان کا فائدہ اٹھانے کی اجازت نہ دیں۔

آخر میں، ایک سادہ اسلامی فلسفہ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے، کہ کوئی دوسرے کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کیسا سلوک کرے گا۔ اگر کوئی اپنے قول و فعل میں دوسروں کے ساتھ سختی کا مظاہرہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے گا۔ جبکہ اگر وہ دوسروں کے ساتھ نرمی سے پیش آتے ہیں، دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرتے

ہیں، اچھی باتوں میں دوسروں کی مدد کرتے ہیں اور دوسروں کی غلطیوں اور عیبوں سے درگزر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرے گا۔

ایک مومن کی صفات

جامع ترمذی نمبر 1964 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مومن اور بدکار میں فرق بیان فرمایا۔

ایک سچے مومن کو بولا سمجھا جا سکتا ہے، کیونکہ وہ ہمیشہ دوسروں کے بارے میں برا سوچنے کے بجائے دوسروں کے قول و فعل کی مثبت انداز میں تشریح کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں دیتے، یہ جانتے ہوئے کہ لوگ بہتر کے لیے بدل سکتے ہیں اور وہ لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں جیسے وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق دوسروں کے لیے وہی پیار کرنا درحقیقت ایک سچے مومن کی نشانی ہے جو کہ دوسروں کی مالی اور جذباتی مدد کے ذریعے ان کی مدد کر کے اپنے عمل سے ثابت ہوتا ہے۔ وہ ایک سادہ اور سیدھی سیدھی ذہنیت اپناتے ہیں جس کے تحت وہ دوسروں کے ساتھ واضح اور واضح انداز میں پیش آتے ہیں۔ مطلب، وہ ٹرکی سے منسلک تمام منفی خصوصیات سے بچتے ہیں، جیسے کہ دو رخا ہونا۔

یہ حدیث ایک مومن کو شریف قرار دیتی ہے کیونکہ وہ عوامی اور نجی دونوں طرح سے اچھے کردار کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی تعظیم میں خلوص نیت سے اور عملاً اس کے احکام کی تعمیل کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ کرنے کے ذریعے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر سے کام لیتے ہیں۔ اس پر یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کا استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ وہ ایمان کے دوسرے پہلو کو بھی پورا کرتے ہیں جو کہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرنا ہے، جس میں دوسروں کے حقوق کی ادائیگی بھی شامل ہے، جیسے کہ ان کے زیر کفالت۔ ان کی شرافت ان کی نیت، قول اور فعل کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے، کیونکہ حقیقی شرافت کا تعلق اخلاق سے ہے، نہ کہ دنیاوی مال یا سماجی حیثیت سے۔

دوسری طرف ایک برے شخص ان خصوصیات کے برعکس برتاؤ کرتا ہے۔ خاص طور پر، وہ ان حقوق کے سلسلے میں دھوکہ باز اور خیانت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے واجب الادا ہیں۔ وہ اپنے حقوق کا پورا مطالبہ کرتے ہیں لیکن دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ وہ اپنی خواہشات کو کسی بھی ضروری طریقے سے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بشمول غیر قانونی ذرائع، اور اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ اس عمل میں وہ کس کو غلط کہتے ہیں۔ وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں اور اس طرح خود کو اور دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ وہ شرافت کو سماجی حیثیت اور دولت کے ساتھ جھوٹا سمجھتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ ان چیزوں کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، چاہے انہیں اپنے عقیدے پر سمجھوتہ کرنا پڑے۔ وہ جو کچھ بھی حاصل کرتے ہیں وہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے لعنت بن جاتا ہے اور وہ لوگوں کی حقیقی عزت اور محبت کبھی نہیں جیت پاتے۔ احترام یا محبت کی کوئی بھی ظاہری شکل جو ان کو دکھائی جاتی ہے وہ جعلی ہے اور اس کی جڑیں باطنی مقاصد میں ہیں، جس سے وہ بخوبی واقف ہیں، حالانکہ وہ اسے تسلیم کرنے سے ڈرتے ہیں۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ نہ صرف اپنے عقیدے کے اعلان پر بھروسہ کریں بلکہ اسلام میں مذکور اعلیٰ خصوصیات کو بھی اپنانے کی کوشش کریں، کیونکہ ایمان کے لیے اپنے زبانی دعوے کی حمایت کے لیے عملی صالح اعمال اور طرز عمل کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ کامیاب ہوں۔ دونوں جہانوں میں باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب

جامع ترمذی کی حدیث نمبر 484 میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جس نے اس پر سب سے زیادہ درود و سلام بھیجا ہو۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کا قرآن پاک میں زبانی حکم دیا گیا ہے اور بہت سی احادیث میں نصیحت کی گئی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری، نمبر 3370۔ باب : الاحزاب، آیت 56-33

بے شک اللہ نبی پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اس پر ”درود و سلام مانگو۔“

لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ اگر کوئی اس پر صحیح طور پر درود و سلام بھیجنا چاہتا ہے تو اسے اس کی روایات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرتے ہوئے عمل کے ذریعے اپنے قول کی تائید کرنی چاہیے۔ وہ اپنی خواہشات کے مطابق اس کی روایات کی ترجیح کو دوبارہ ترتیب نہ دیں۔ درحقیقت یہ پہلا قدم ہے جو قرآن مجید کی ایک اور آیت، باب 3، آل عمران، آیت 31 کو پورا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا ” اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔“

جب کوئی اس رویہ پر قائم رہتا ہے تو اس سے وہ اپنے دنیاوی فرائض کو نظر انداز کیے بغیر اس مادی دنیا پر آخرت کی تیاری کو ترجیح دے گا۔ یعنی یہ انہیں دکھائے گا کہ انہیں جو نعمتیں دی گئی ہیں ان کا صحیح استعمال کیسے کریں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تئیں اپنے فرائض کو پورا کریں۔ اس میں فضول خرچی، اسراف یا اسراف کے بغیر ان کی ضروریات اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات کو پورا کرنا شامل ہے۔ اس سے ہر ایک کو صحیح طریقے سے ہر صورت حال سے گزرنے کا موقع ملے گا، خواہ آسانی کے وقت ہوں یا مشکلات کے، مادی دنیا، اپنی خواہشات یا دوسرے لوگوں کے لیے خود کو وقف کرنے کے بغیر۔ یہ رویہ انہیں اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو ان کے صحیح مقام پر رکھنے کی اجازت دے گا، بغیر کسی چیز یا کسی شخص کے لیے خود کو نظر انداز کیے یا ضرورت سے زیادہ وقف کیے بغیر۔

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں کوئی ایسی مثال قائم نہ فرمائی ہوگی جس کی پیروی اور اختیار کرنا ممکن نہ ہو۔ باب 33 الاحزاب، آیت 21

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم ”آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔“

ہر شخص اپنی صلاحیت کے مطابق یہ حاصل کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے ایک مخلصانہ کوشش کی ضرورت ہے جس کی تائید اعمال سے ہو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کا صحیح مفہوم یہی ہے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے وہ عملی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت کا ثبوت دیتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ آخرت میں ان کے میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا صحیح بخاری نمبر 3688 ساتھ شامل ہوں گے۔

ہے -

کاروبار کر رہے

سنن ابن ماجہ نمبر 2146 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ تاجروں کو قیامت کے دن فاسقوں کے طور پر اٹھایا جائے گا سوائے ان لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، نیک عمل کرتے ہیں اور بولتے ہیں۔ سچائی

اس حدیث کا اطلاق ان تمام لوگوں پر ہوتا ہے جو تجارتی لین دین میں حصہ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اس میں اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی شامل ہے۔ درحقیقت، کسی کو دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جیسا کہ وہ لوگ چاہتے ہیں کہ وہ سلوک کرے۔

کاروباری لین دین کے سلسلے میں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی بات میں ایماندار ہو اور اس لین دین کی تمام تفصیلات اس میں شامل تمام لوگوں کو بتائے۔ صحیح بخاری نمبر 2079 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جب مسلمان مالی لین دین میں چیزوں کو چھپاتے ہیں جیسے کہ اپنے سامان میں خرابی تو یہ نعمتوں میں نقصان کا باعث بنتی ہے۔

راستبازی سے کام لینے میں دوسروں کو سامان کی ضرورت سے زیادہ ادائیگی کر کے دھوکہ دینے سے گریز کرنا شامل ہے۔ ایک مسلمان کو صرف دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہئے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ وہ ایمانداری اور پورے انکشاف کے ساتھ معنی خیز سلوک کریں۔ جس طرح ایک مسلمان مالی معاملات میں برا سلوک کرنا پسند نہیں کرے گا، اسی طرح وہ دوسروں کے ساتھ برا سلوک نہ کرے۔

نیک عمل کرنے میں اسلام اور زمین کے قانون میں زیر بحث غیر قانونی طریقوں سے بچنا شامل ہے۔ اگر کوئی اپنے ملک کے کاروباری قوانین سے خوش نہیں ہے تو اسے وہاں کاروبار نہیں کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ، نیک عمل کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ کسی کی کاروباری کامیابی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کیا جائے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ ان کا کاروبار اور دولت دونوں جہانوں میں ان کے لیے سکون اور سکون کا ذریعہ بن جائے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

لیکن جو لوگ اپنی کاروباری کامیابی کا غلط استعمال کرتے ہیں وہ پائیں گے کہ یہ ان کے تناؤ اور پریشانی کا باعث بنتا ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو بھول چکے ہیں، جس نے انہیں کامیابی عطا کی تھی۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

کاروبار کرنے والوں کو ہمیشہ جھوٹ بولنے سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ بے حیائی کی طرف لے جاتا ہے اور فانی جہنم میں لے جاتا ہے۔ درحقیقت ایک شخص جھوٹ بولتا اور اس پر عمل کرتا رہے گا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا جھوٹا درج نہ ہو جائے۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 1971 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

مشکوک اور ناجائز

جامع ترمذی نمبر 1205 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اسلام نے حلال و حرام کو واضح کر دیا ہے۔ ان کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن سے بچنا چاہیے تاکہ ایمان اور عزت کی حفاظت ہو۔

مسلمانوں کی اکثریت واجبات سے واقف ہے اور اکثر حرام چیزوں جیسے شراب پینا۔ تو یہ مسلمانوں کے اندر کوئی شک و شبہ پیدا نہیں کرتے۔ اس لیے انہیں اپنے واضح علم کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق فرائض کو پورا کرو اور حرام سے پرہیز کرو۔ باقی تمام چیزیں جو واجب نہیں ہیں اور معاشرے میں شکوک پیدا کرتی ہیں اس لیے ان سے بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ یہ سوال نہیں کرے گا کہ کسی نے رضاکارانہ کام کیوں نہیں کیا، بلکہ وہ پوچھے گا کہ اس نے رضاکارانہ عمل کیوں کیا۔ اس لیے رضاکارانہ عمل کو چھوڑنے کا آخرت میں کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا جب کہ رضاکارانہ عمل کرنے سے سزا، جزا یا معافی ہوگی۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ اس مختصر مگر انتہائی اہم حدیث پر عمل کریں کیونکہ یہ بہت سے مسائل اور بحثوں کو حل اور روک دے گی۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جب کوئی مشتبہ یا حتیٰ کہ فضول چیزوں میں ملوث ہوتا ہے تو یہ اسے غیر قانونی کے قریب لے جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، گنہگار تقریر اکثر بیکار اور بیکار تقریر سے پہلے ہوتی ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کے ایمان اور عزت کے لیے یہ زیادہ محفوظ ہے کہ وہ مشتبہ اور لغو باتوں سے بچ جائے۔

یہ حدیث اسلام کی بنیادی اور واضح تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی اہمیت پر بھی دلالت کرتی ہے اور ان چیزوں سے اجتناب کی بھی نشاندہی کرتی ہے جن کو ہدایت کے دو منابع میں واضح یا زیر بحث نہیں لایا گیا ہے: قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ اسے اگر یہ مسائل اہم ہوتے تو ہدایت کے دو مصرعوں میں ان پر بحث کی جاتی۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان ضمنی مسائل پر بحث کرنے پر اس قدر توجہ مرکوز کرتے ہیں، جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال نہیں کیا جائے گا، کہ وہ اپنے آپ کو اور دوسروں کو ان چیزوں سے ہٹا دیتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرے گا۔ اس رویہ سے بچنا چاہیے۔

دوسروں کو چھوڑ کر

سنن ابن ماجہ نمبر 3775 میں موجود حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو لوگوں کو نصیحت کی کہ اگر کوئی تیسرا موجود ہو تو وہ خلوت میں بات نہ کریں، کیونکہ اس سے انہیں تکلیف ہو سکتی ہے۔

جیسا کہ اسلام اتحاد کو فروغ دیتا ہے، یہاں تک کہ چھوٹی چھوٹی حرکتیں جو ممکنہ طور پر لوگوں کے درمیان تعلقات کو نقصان پہنچا سکتی ہیں، ان کے خلاف تنبیہ کی گئی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس حدیث میں ایسی زبان میں گفتگو کرنا بھی شامل ہے جو تیسرا شخص نہ سمجھتا ہو۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہمیشہ دوسروں کو راحت کا احساس دلائے اور یہی ایک وجہ ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ وہ ان لوگوں تک امن کا اسلامی سلام پھیلائیں جنہیں وہ جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ اس انداز میں نجی گفتگو کرنا اس فرض سے متصادم ہے کیونکہ اس سے دوسروں کو تکلیف ہو سکتی ہے۔ صرف ہنگامی حالات میں دو افراد کو کسی تیسرے شخص کی موجودگی میں خفیہ طور پر بات کرنی چاہئے ورنہ انہیں انتظار کرنا چاہئے جب تک کہ تیسرا شخص چلا جائے یا کوئی دوسرا گروپ میں شامل نہ ہو جائے تاکہ تیسرا شخص خود کو چھوڑا ہوا محسوس نہ کرے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ اس تعلیم کو نافذ کرے یعنی دوسروں کو اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں اور حالات میں راحت محسوس کرے، جب تک کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث نہ بن جائے۔ اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ اس طرح برتاؤ کیا جائے جس طرح سے کوئی دوسرے کے ساتھ سلوک کرنا چاہے۔ انہیں عوام میں دوسروں کو شرمندہ کرنے سے گریز کرنا چاہئے اور اس لئے نجی طور پر اور نرمی سے نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔ انہیں خوش آئند رویہ اپنانا چاہیے تاکہ دوسرے ان کے آس پاس آرام محسوس کریں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے لیے دوسروں کی ضرورتوں کو اپنے اسباب کے مطابق پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ ادھوری ضروریات لوگوں کو بے چینی محسوس ہوتی ہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے دور

جامع ترمذی نمبر 2018 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کی قسموں کا تذکرہ کیا ہے جن کو وہ ناپسند کرتے ہیں اور اس وجہ سے وہ قیامت کے دن ان سے سب سے دور ہوں گے۔

پہلی قسم وہ ہے جو حد سے زیادہ باتیں کرتا ہے۔ یہ اس لیے ناپسندیدہ ہے کہ جو بہت زیادہ باتیں کرتا ہے اس کے لیے فضول اور فضول باتیں کہنے کا امکان بہت زیادہ ہوتا ہے جو گناہ تو نہیں ہوتا لیکن اکثر گناہوں کا باعث بنتا ہے۔ اس کے علاوہ فضول باتوں سے صرف وقت ضائع ہوتا ہے جو کہ بولنے والے کے لیے قیامت کے دن بڑے پشیمان ہوں گے۔ اور جو کثرت سے باتیں کرتا ہے وہ جسمانی گناہوں کا زیادہ امکان رکھتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2314 میں ایک حدیث کے مطابق ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کے دن اسے جہنم میں جھونکنے کے لیے صرف ایک ہی برے لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔ ، دوسروں کے ساتھ بحث اور مسائل۔ یہ تمام چیزیں اکثر دوسرے گناہوں کی طرف لے جاتی ہیں، جیسے کہ دوسرے لوگوں سے تعلقات منقطع کرنا۔ جو ضرورت سے زیادہ بات کرتا ہے وہ اکثر چیزوں کو مناسب طریقے سے سوچنے میں ناکام رہتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ جلدی اور غلط فیصلے کرے گا۔ یہ صرف ان کے لیے دونوں جہانوں میں تناؤ کا باعث بنے گا۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی قسم کے آدمیوں کا تذکرہ اونچا منہ والا ہے جو اپنی تقریر سے فخر کرنے اور دکھاوے کے لیے حد سے زیادہ اور مصنوعی بات کرتا ہے۔ یہ شخص دوسروں کو دکھانا چاہتا ہے کہ اس کے پاس کتنا علم ہے اس طرح وہ اپنی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہ شخص اکثر اللہ تعالیٰ کی بجائے اپنے اعمال سے لوگوں کو خوش کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ اپنے نیک اعمال کا اجر کھو دیں گے۔ درحقیقت، انہیں قیامت کے دن کہا جائے گا کہ وہ ان لوگوں سے اپنا اجر حاصل کریں جن کے لئے انہوں نے عمل کیا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

اہم حدیث میں آخری شخص جس کا تذکرہ ہے وہ متکبر ہے۔ یہ ایک بری اور احمقانہ ذہنیت ہے کیونکہ ایک ایٹم کی قدر کا فخر انسان کو جہنم میں لے جائے گا۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود ایک حدیث میں اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے۔ جب کہ خالق اور حقیقی مالک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں تو اس کے پاس موجود کسی چیز پر فخر کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ اتنا ہی بیوقوف ہے جتنا کہ کسی دوسرے کی جائیداد اور ملکیت پر فخر کرنے والا۔ فخر صرف اس وقت کسی کو سچائی کو مسترد کرنے کی ترغیب دیتا ہے جب یہ دوسروں کی طرف سے آتا ہے اور دوسروں کو نیچا دیکھنے کا سبب بنتا ہے۔ حق کو قبول کرنا چاہیے، خواہ وہ کسی کی طرف سے آیا ہو، کیونکہ سچائی کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ پس حق کو جھٹلانا اللہ تعالیٰ کے کلام کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ دوسروں کو نیچا دیکھنا بے وقوفی ہے کیونکہ اس دنیا یا آخرت میں کسی شخص کی اصل قدر و حیثیت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جو شخص اپنے آپ کو پرہیزگار سمجھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں حقیر ہو سکتا ہے اور وہ اپنے ایمان کے بغیر مر سکتا ہے کیونکہ کوئی بھی اپنے ایمان کے ساتھ اس دنیا سے جانے کی ضمانت نہیں دیتا۔ اس کو یاد رکھنے سے انسان کو غرور اختیار کرنے سے روکنا چاہیے۔

ٹہرے رہیں

صحیح مسلم نمبر 7400 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو شخص بڑے فتنوں اور فتنوں کے دوران اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے ہجرت کی ہو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہجرت کا ثواب بہت بڑا عمل تھا۔ صحیح مسلم نمبر 321 میں موجود حدیث کے مطابق درحقیقت اس سے پچھلے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتے رہیں، اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے پرہیز کرتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق تقدیر پر صبر کرتے رہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ کوئی شخص ان نعمتوں کو استعمال کرتا رہے جو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس حدیث میں جس وقت کا ذکر ہے وہ آچکا ہے۔ اسلام کی تعلیمات سے گمراہ ہونا بہت آسان ہو گیا ہے کیونکہ مسلمان قوم پر دنیاوی خواہشات کے دروازے کھل گئے ہیں۔ سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت میں ہونے والی ترقی کی وجہ سے مسلمانوں کے لیے ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے میں جھوٹا یقین کرنا آسان ہو گیا ہے جو ان کو دی گئی ہیں۔ اکثریت کی پیروی کرنے کی ذہنیت کو اپنانا آسان ہو گیا ہے، جنہوں نے ایمان کو خالی عملوں تک محدود کر دیا ہے جن کا اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کوئی شخص ان نعمتوں کو عملی طور پر کیسے استعمال کرتا ہے جو انہیں دی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں خواہش مندانه سوچ مسلم قوم میں پھیل چکی ہے جس کی وجہ سے وہ قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو نظر انداز کرتے ہوئے دونوں جہانوں میں امن اور نجات کی امید رکھتے ہیں۔ جسے کسی بھی باشعور شخص کی طرف سے منحرف رویہ سمجھا جاتا تھا وہ کچھ ایسا بن گیا ہے کہ

لوگوں کو گلے لگانے کی تاکید کی جا رہی ہے۔ اس ساری گمراہی سے منہ موڑنا مشکل ہوگا اور یہاں تک کہ کسی کے گھر والے اور دوست احباب بھی ان پر تنقید کریں گے کہ وہ اکثریت کی پیروی کرنے کے بجائے اسلام کی تعلیمات پر قائم ہیں۔ لیکن اگر کوئی اللہ پر قائم رہتا ہے تو وہ ان نقصانات کا بدلہ دے گا جو اسے اٹھانا پڑتا ہے، جیسے دوستوں اور رشتہ داروں سے محبت اور احترام کا نقصان، جس سے کہیں زیادہ اعلیٰ چیز ہے، یعنی ذہنی اور جسمانی سکون۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آخرت میں محفوظ کیا ہے وہ بہت بڑا ہے۔ دوسری طرف جو لوگ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت سے منہ موڑ کر ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں، ان کے تمام دنیاوی رشتے اور نعمتیں دنیا میں ان کے لیے تناؤ اور لعنت کا باعث بنتی ہیں۔ اور آخرت میں جو ملے گا وہ اس سے بھی بدتر ہو گا۔ باب 20 طہ، آیات 124-126:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔" وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دنیاوی خواہشات میں مشغول نہ ہوں جو عام ہو چکی ہیں اور متنازعہ مسائل اور لوگوں سے اجتناب کریں اور اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں، اگر وہ اس حدیث میں بیان کردہ ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

حد سے زیادہ تعریف کرنا

صحیح بخاری نمبر 2662 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسروں کی تعریف کرنے سے منع فرمایا۔

یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے کیونکہ یہ سب سے پہلے گناہ ہوسکتا ہے اگر تعریف جھوٹ پر مبنی ہو، جو اکثر اس وقت ہوتا ہے جب کوئی دوسرے کی تعریف کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر یہ سچ ہے تو، لوگوں کی، خاص طور پر جاہلوں کی حد سے زیادہ تعریف کرنا، ان کے غرور کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ ایک بری صفت ہے، کیونکہ ایک ایٹم کی قیمت کسی کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ حد سے زیادہ تعریف کرنے سے تعریف کرنے والے کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی صلاحیت پوری کر دی ہے، اس لیے اس کی اطاعت میں زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت نہیں۔

کسی مسلمان کو دوسروں کی تعریف سے بے وقوف نہیں بننا چاہیے کیونکہ وہ اپنے اعمال اور باطن میں چھپے ہوئے کردار کو کسی دوسرے سے بہتر جانتے ہیں۔ اس پر اور ان گنت بار غور کرنے سے اللہ تعالیٰ نے ان کے عیوب کو لوگوں سے چھپایا ہے، انہیں غرور سے روکنا چاہیے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اگر دوسروں کو دوسروں کے تمام چھپے ہوئے عیب اور گناہوں کا علم ہوتا تو کوئی دوسرے کی تعریف نہ کرتا۔ اس کے علاوہ انہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے پاس جو قابل تعریف صفت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے انہیں عطا نہیں کی، اس لیے تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں۔ آخر میں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ اپنے پاس موجود نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر گزار بن جائے جو اس کو خوش کرتے ہیں۔ اس حدیث کے بارے میں دوسروں کو نصیحت کرنا چاہئے اور انہیں تنبیہ کرنی چاہئے کہ وہ دوسروں کی تعریف نہ کریں۔

صرف بعض صورتوں میں دوسروں کی تعریف قابل قبول ہے۔ کسی کو حد سے زیادہ تعریف کرنے سے گریز کرنا چاہیے، ہمیشہ سچائی پر قائم رہنا چاہیے اور ایسا اس لیے کیا جانا چاہیے کہ وہ مزید اچھے کام کرنے کی ترغیب دیں۔ یہ خاص طور پر بچوں پر لاگو ہوتا ہے جیسے کہ، ان کے اسکول کے کام کے حوالے سے ان کی تعریف کرنا، اچھے برتاؤ اور جب وہ اسلام کے فرائض ادا کرتے ہیں۔

نجی گفتگو

جامع ترمذی نمبر 1959 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ نجی گفتگو ایک امانت ہے جس کی حفاظت ضروری ہے۔

بدقسمتی سے، بہت سے لوگوں کو لوگوں کی نجی گفتگو کو دوسروں تک پہنچانے کی بری عادت ہے۔ یہ ایک ناقابل یقین حد تک بری خصوصیت ہے کیونکہ یہ ایک سچے مسلمان کے رویے سے متصادم ہے۔ بہت سے لوگ اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں کہ یہ قابل قبول ہے، جب کہ یہ واضح طور پر نہیں ہے۔ ایک مسلمان کو بات چیت میں کہے گئے الفاظ کو ہمیشہ پوشیدہ رکھنا چاہئے جب تک کہ انہیں اس بات کا پورا یقین نہ ہو کہ جس شخص سے اس نے بات کی ہے وہ کسی تیسرے فریق کو بتائے جانے والی معلومات پر کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔ اگر وہ چاہیں تو ایسا کرنا ان کے ساتھ خیانت کرتا ہے اور یہ ان کے مخلص ہونے کے منافی ہے۔ سنن نسائی نمبر 4204 میں موجود حدیث میں دوسروں کے لیے مخلص ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اگر کوئی شخص یہ مانتا ہو کہ دوسرے شخص کو اس کی گفتگو دوسروں کے سامنے بیان کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہو گا، تاہم یہ زیادہ محفوظ اور افضل ہے۔ اب بھی کسی تیسرے فریق کے ساتھ گفتگو کا اشتراک کرنے سے گریز کریں۔

اہم حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ غیبت اور گپ شپ جیسے گناہوں کو روکتی ہے اور لوگوں کے درمیان منفی جذبات پیدا ہونے سے روکتی ہے۔ یہ اکثر اس وقت ہوتا ہے جب کسی تیسرے فریق کو بتائی گئی گفتگو اکثر غلط تشریح اور غلط فہمیوں کا باعث بنتی ہے۔ یہ سب صرف ٹوٹنے اور ٹوٹے ہوئے رشتوں کا باعث بنتے ہیں۔ اگر کوئی ان کی زندگی پر ایمانداری سے غور کرے تو انہیں احساس ہوگا کہ جن لوگوں کے بارے میں انہوں نے منفی جذبات محسوس کیے ان کی اکثریت اس وجہ سے ہوئی کہ ان کے بارے میں ان کے بارے میں کیا بتایا گیا نہ کہ وہ جو انہوں نے ان سے براہ راست دیکھا۔ نجی گفتگو کا انکشاف کرنا لوگوں خصوصاً رشتہ داروں کے درمیان اتحاد کو روکتا ہے۔ اور اسلام کی بہت سی تعلیمات میں اتحاد کا حکم دیا گیا ہے، جیسے کہ صحیح بخاری، نمبر 6065 میں موجود حدیث۔ باب 4 النساء، آیت 58

“بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے سپرد کرو۔”

کسی کو دوسروں کے الفاظ کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہئے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی گفتگو سے برتاؤ کریں۔

باغ یا گڑھا ۔

جامع ترمذی نمبر 2460 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ قبر یا تو جنت کا باغ ہے یا جہنم کا گڑھا ہے۔ یہ حدیث مزید بتاتی ہے کہ جب ایک کامیاب مومن کو ان کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ ان کے لیے کشادہ اور آرام دہ ہو جاتا ہے جب کہ گناہ گار کی قبر ان کے لیے انتہائی تنگ اور نقصان دہ ہو جاتی ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ حقیقت میں ہر شخص اپنے اعمال کی صورت میں اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنے ساتھ جنت کا باغ یا جہنم کا گڑھا لے جاتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتا ہے، تو یہ یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو ان کے پاس ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے طریقوں سے عطا کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اپنی قبر کو جنت کا باغ بنانے کے لیے درکار اعمال کی تیاری کریں۔ لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں تو ان کے گناہ جہنم کے گڑھے کو پیدا کر دیں گے جس میں وہ قیامت تک آرام کریں گے۔

اس لیے مسلمانوں کو آج ہی عمل کرنا چاہیے اور اس تیاری میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے کیونکہ موت کا وقت معلوم نہیں اور اکثر اچانک آجاتا ہے۔ آنے والے کل تک تاخیر کرنا بے وقوفی ہے اور یہ صرف پچھتاوے کا باعث بنتا ہے۔ جس طرح ایک شخص اس دنیا میں اپنے گھر کو سنوارنے میں بہت زیادہ توانائی اور وقت صرف کرتا ہے، جس گھر میں وہ صرف تھوڑے ہی عرصے کے لیے رہے گا، اسے اپنی قبر کو سنوارنے میں زیادہ محنت کرنی چاہیے، کیونکہ اس کا سفر ناگزیر ہے اور وہاں قیام بہت زیادہ ہے۔ طویل اور اگر کسی کو ان کی قبر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ بدتر ہوگا۔ سنن ابن ماجہ، نمبر 4267 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تشبیہ کی گئی ہے۔ کسی کو یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ لوگ اور دنیاوی چیزیں، جیسے کہ ان کا کاروبار، وہ اپنی توانائی کا زیادہ تر حصہ اس کے لیے وقف کرتے ہیں، جب وہ اپنی قبر پر پہنچیں گے تو انہیں چھوڑ دیں گے۔ ان کے ساتھ صرف ان کے اعمال ہوں گے، وہی اعمال جو یہ طے کریں گے کہ انہیں جنت کے باغ میں رکھا جائے گا یا جہنم کے گڑھے میں۔

آخر میں، کسی شخص کو یہ فرض کرنے میں دھوکہ نہیں دینا چاہیے کہ اس کا ایمان اس کے جنت کے باغ کو یقینی بنانے کے لیے کافی ہے۔ ایمان ایک باطنی کیفیت ہے جو ظاہری طور پر اپنے اعمال سے ظاہر ہوتی ہے۔ دلوں کے جاننے والے نے یہی حکم دیا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جو بھی نیک عمل کرے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم انہیں ان کے بہترین "اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

اور سچی بات یہ ہے کہ جس طرح ایمان ایک درخت کی مانند ہے اسی طرح اس کی آبیاری اور پرورش عمل صالح سے ہونی چاہیے۔ اگر کوئی اپنے ایمان کے پودے کی پرورش کرنے میں ناکام رہتا ہے تو وہ اچھی طرح جان سکتے ہیں کہ وہ قبر تک پہنچنے سے پہلے ہی مرجھا جاتا ہے۔

محبت

سنن ابو داؤد نمبر 5130 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ کسی چیز کی محبت کسی کو بہرا اور اندھا بنا سکتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز سے حد سے زیادہ محبت کرنا کسی کو اس کے عیب اور اس کے عاشق پر جو منفی اثرات مرتب کرتا ہے، جیسے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور کر دیتا ہے، اندھا اور بہرا بنا سکتا ہے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، اور وہ اس وقت حاصل ہوتی ہیں جب کوئی شخص اس کے احکام کو پورا کرتا ہے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتا ہے۔ اس پر اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان چیزوں کی پرواہ نہ کرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی کسی چیز سے محبت ہرگز حد سے زیادہ نہ ہو۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب کسی کی محبت انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور کر دیتی ہے۔ یہ بینچ مارک ہے۔ اگر کسی کی کسی چیز سے محبت یا کوئی اسے ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، اور اس کے بجائے اسے فضول یا گناہ کے طریقوں سے استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے، تو یہ اس کے لیے برا ہے، چاہے وہ ایسا ہی کیوں نہ کریں۔ فوری طور پر اس کا احساس نہیں لیکن اگر کسی کی کسی چیز سے محبت کا نتیجہ نہیں نکلتا تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی محبت غیر صحت بخش نہیں ہے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور محبت کو سب سے زیادہ ترجیح دے کیونکہ اس سے وہ اپنی تمام دنیاوی چیزوں اور رشتوں کو اپنی زندگی میں ان کے صحیح مقام پر رکھ سکے گا اور جو نعمتیں انہیں عطا کی گئی ہیں ان کے غلط استعمال سے بچ جائیں گی۔ کسی چیز یا کسی اور سے ضرورت سے زیادہ محبت۔

حد سے زیادہ محبت انسان کو اپنے محبوب کے ساتھ اندھی وفاداری اختیار کرنے کا سبب بنتی ہے۔ یہ کسی کو ہر حال میں اپنے محبوب کا ساتھ دینے کی ترغیب دیتا ہے، چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ یہ وفاداری اس وفاداری پر بھی قابو پا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونی چاہیے۔ یہ اندھی وفاداری کسی کو اپنے محبوب کی خوشنودی کے لیے لوگوں سے ان رشتوں کو توڑنے کی ترغیب بھی دے سکتی ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ایک شخص اس قدر اندھا اور بہرا ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے بجائے اپنے محبوب کی خاطر محبت، نفرت، دینے اور سب کچھ روکنے لگے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے وفائی کی طرف لے جاتا ہے۔ اُس کے لیے بے اعتقادی گمراہی کی طرف لے جاتی ہے، کیونکہ انسان آسانی سے شیطان تک پہنچ جاتا ہے۔ باب 15 الحجر، آیات 39-40

[ابلیس نے کہا]: "اے میرے رب، کیونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں ضرور زمین پر ان کے لیے [معصیت] کو خوشنما بناؤں گا، اور میں ان سب کو گمراہ کروں گا۔ سوائے ان کے، تیرے "مخلص بندوں کے۔"

ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ جس سے بھی محبت کرتے ہیں، ایک دن ضرور آئے گا جب وہ اس سے دور ہو جائیں گے یا اس کے تنہا ان کے جذبات بدل جائیں گے، کیونکہ محبت ایک مبہم چیز ہے۔ صرف مستثنیٰ اللہ تعالیٰ کی سچی محبت ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ مضبوط ہوتی ہے اور موت کے بعد مضبوط ہوتی ہے۔

مومن آئینہ ہیں۔

سنن ابو داؤد نمبر 4918 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مومنین ایک دوسرے کے لیے آئینہ ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان اپنے اندر سے کوئی ظاہری عیب دور کرنے کے لیے آئینہ استعمال کرتا ہے، اسی طرح اسے چاہیے کہ وہ دوسروں کی مدد کے لیے مخلصانہ نصیحت کرے تاکہ وہ اپنے کرداروں سے ظاہری اور باطنی عیبوں کو دور کر سکے۔ جس طرح ایک مسلمان یہ ناپسند کرتا ہے کہ وہ آئینے میں دیکھنے کے بعد اپنے جسم میں کسی ظاہری عیب کو چھوڑ دے، اسی طرح وہ کسی دوسرے مسلمان میں کسی عیب کو دیکھے بغیر اسے مخلصانہ مشورہ کے ذریعے دور کرنے کی کوشش کرنا بھی ناپسند کرے۔ جو لوگ اپنے ساتھیوں کے عیبوں کو نظر انداز کرتے ہیں وہ سچے دوست نہیں ہوتے کیونکہ ایک سچا دوست ہمیشہ اپنے ساتھی کی دنیا اور آخرت میں بہتر زندگی کی خواہش کرتا ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہی ممکن ہے جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ جو شخص اپنے ساتھی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے قریب لانے کی خواہش اور کوشش نہیں کرتا وہ اچھا دوست نہیں ہے اور وہ اس حدیث میں مذکور فرض کو ادا کرنے میں ناکام رہا ہے۔ بدقسمتی سے، معاشرے نے بہت سے مسلمانوں کو اس بات پر قائل کیا ہے کہ ایک اچھے دوست میں ہر حال میں اپنے دوست کا ساتھ دینا شامل ہے، چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو اور صرف وہی باتیں کہتا ہے جس سے وہ خوش ہوں۔ اگرچہ دوسروں کو بہتر محسوس کرنا اسلامی تعلیمات سے متصادم نہیں ہے، جب تک جھوٹ سے پرہیز کیا جائے، کوئی بھی کم نہیں، ایک اچھا دوست ہمیشہ نرمی سے اپنے دوست کے سامنے سچائی کی نشاندہی کرتا ہے، چاہے اس سے وہ پریشان ہو، کیونکہ وہ اپنے دوست کی خواہش نہیں رکھتے۔ دنیاوی یا دینی دونوں معاملات میں گمراہ ہونا۔

اس بات پر زور دینا ضروری ہے کہ مخلصانہ مشورہ مہربان اور نرم انداز میں پیش کیا جانا چاہیے کیونکہ لوگ اکثر دوسروں کو سختی سے مشورہ دے کر بہتری کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ، دوسرے شخص کی شرمندگی سے بچنے کے لیے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق اسے تنہائی میں کرنا چاہیے، کیونکہ کسی جاہل کی طرف سے مشورہ بہت کم ہی اچھے نتائج کا باعث بنتا ہے۔

یہ حدیث مثال کے طور پر رہنمائی کی اہمیت پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ اس کے دوست اپنے دوست کی عادتوں کو اٹھا لیتے ہیں۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ لہذا اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے کوشش کریں، ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ خود بھی صحیح طریقے سے رہنمائی کریں اور اپنے دوستوں کو مثبت انداز میں متاثر کریں۔ یہ واحد دوستی ہے جو دونوں جہانوں میں کسی ایک کو فائدہ دے گی۔ باب 43 از زخرف، آیت 67

”اس دن قریبی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے نیک لوگوں کے۔“

جس طرح آئینہ انسان کی تصویر پیش کرتا ہے اسی طرح مسلمان ایک دوسرے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ لہذا، یہ یقینی بنانا چاہیے کہ وہ مسلم کمیونٹی کی مثبت انداز میں نمائندگی کریں کیونکہ یہ ایک مسلمان کا فرض ہے۔ جب کوئی اس طرح سے مسلم کمیونٹی کو غلط طریقے سے پیش کرتا ہے تو یہ صرف غیر مسلموں اور یہاں تک کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی اسلام کی تعلیمات سے دور کرتا ہے۔ یہ غلط بیانی ایسی چیز ہے جس کا جواب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دیا جائے گا۔

آخر میں، اہم حدیث بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مخلصانہ سلوک کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہے، خاص طور پر جب انہیں مشکلات کا سامنا ہو۔ انہیں دوسروں کی مشکلات کو اپنی مشکل کے طور پر دیکھنا چاہئے، انہیں دوسروں کے دباؤ کو اپنے دباؤ کے طور پر دیکھنا چاہئے اور اس لئے اپنے وسائل کے مطابق دوسروں کی مدد کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے، جیسے جذباتی، جسمانی اور مالی مدد۔ یہ یقینی بنائے گا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی مسلسل حمایت حاصل رہے گی۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6853 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

اپنی حفاظت کرنا

جامع ترمذی نمبر 1931 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو شخص کسی دوسرے مسلمان کی عزت کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔

جس طرح ایک مسلمان یہ چاہتا ہے کہ دوسرے ان کی موجودگی یا غیر موجودگی میں ان کی عزت کی حفاظت کریں، اسی طرح وہ اپنی موجودگی یا غیر موجودگی میں بھی دوسروں کی عزت کی حفاظت کرے۔ درحقیقت دوسروں کے لیے وہی پیار کرنا جو وہ اپنے لیے چاہتا ہے، ایک سچے مومن کی خصوصیت ہے، جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کی عزت کی حفاظت کرے جب کوئی ان کے بارے میں برا کہے، جیسے غیبت یا غیبت، اس سے قطع نظر کہ وہ جو کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے یا نہیں۔ یہ دوسروں کے عیبوں کو چھپانے کا ایک پہلو ہے اور دونوں جہانوں میں ان کے عیب چھپا کر اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتا ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 225 کی ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ اس طرح کا برتاؤ اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں سے محبت کا واضح ثبوت ہے، جو کہ ایک حدیث کے مطابق جنت کی طرف لے جانے والی صفت ہے۔ جامع ترمذی، نمبر 2688 میں موجود ہے۔

زیر بحث اہم حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو دوسروں کی مدد کرنے سے فائدہ ہوتا ہے، لہذا اگر وہ دوسروں کی پرواہ کرنے میں بھی مشغول ہوں تو کم از کم اپنے مفاد کے لیے ایسا ہی کرنا چاہیے۔ یہ حقیقت تمام نیک کاموں پر لاگو ہوتی ہے، جیسے صدقہ۔ ایک شخص صرف اپنے آپ کو اس اجر سے فائدہ اٹھاتا ہے جب وہ اچھے کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کی اطاعت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ضرورت مندوں کو کسی نہ کسی طریقے سے مہیا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ صرف لوگوں کو دوسروں کی مدد کر کے ثواب حاصل کرنے کا موقع دیتا ہے۔

اس کے علاوہ جو شخص دوسروں کی عزت کا دفاع کرنے میں ناکام رہتا ہے جب کہ ان کے پاس موقع اور طاقت ہو، نقصان کے خوف کے بغیر، اسے ٹرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت اور جگہ پر ان کی عزت کی حفاظت نہیں کرے گا۔ دوسروں کی طرف سے خلاف ورزی کی جا رہی ہے اور خاص طور پر، قیامت کے دن

آخر میں، جیسا کہ زیر بحث مرکزی حدیث دوسروں کی عزت کی حفاظت کی تلقین کرتی ہے، یہ بالواسطہ طور پر دوسروں کی عزت کو پامال نہ کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق درحقیقت یہ ایک سچے مسلمان اور مومن کی نشانی ہے۔ خاص طور پر یہ نصیحت کرتا ہے کہ ایک سچا مسلمان اور مومن دوسروں کے نفس اور مال سے اپنی زبانی اور جسمانی نقصان کو دور رکھے۔

جنت بغیر حساب کے

صحیح بخاری نمبر 5705 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ 70,000 مسلمان بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی خصوصیات بیان کی ہیں۔

پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو روحانی تراکیب کے ساتھ پیش نہیں کرتے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص قرآن پاک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے مربوط الفاظ پڑھتا ہے اور کسی بیماری یا پریشانی کے علاج کے لیے اپنے آپ پر یا دوسروں پر پھونک مارتا ہے۔ یہ طریقہ بہت سی احادیث کے مطابق مکمل طور پر حلال ہے، جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 5741 میں ہے۔ حرام کی قسم وہ ہے جب کوئی شیطانی الفاظ استعمال کرے۔ بد قسمتی سے حلال 5741 ترانے جائز ہونے کے باوجود بعض مسلمان ان سے اس قدر مشغول اور منسلک ہو جاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے سے زیادہ ان پر بھروسہ اور بھروسہ کرتے ہیں۔ مطلب، وہ تقریباً ایسا برتاؤ کرتے ہیں کہ وہ صرف اس صورت میں ٹھیک ہو جائیں گے جب وہ کوئی ترانہ کریں، گویا شفا دینے کی طاقت اسی میں ہے۔ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ پر سچے بھروسے سے متصادم ہے، جیسا کہ حقیقت میں ہر چیز کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ صرف کچھ لوگوں کا علاج کرنے کا انتخاب کرتا ہے، جیسے کہ روایتی دوائی یا ترانے۔ ایک مسلمان کو کبھی بھی ترانے پر اتنا بھروسہ نہیں کرنا چاہیے، ان کے بغیر کامیاب نتیجہ پر یقین کرنا ممکن نہیں۔ یہ اس کے مشابہ ہے جو روحانی مشقیں پڑھتا ہے اس یقین کے ساتھ کہ اگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے تو وہ بیماری اور بدبختی سے محفوظ نہیں رہیں گے یا انہیں یقین ہے کہ وہ کسی طرح کسی کی تقدیر بدل سکتے ہیں جو کہ سراسر غلط ہے۔ اللہ، بلند، لوگوں کی حفاظت کرتا ہے اور وہ روحانی مشقوں کے ساتھ یا اس کے بغیر ایسا کر سکتا ہے۔ یعنی وہ کسی چیز کے حصول کے لیے کسی چیز پر منحصر نہیں ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اس کے فراہم کردہ اسباب مثلاً دوائیوں کو استعمال کرتے ہوئے خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے اور ہر حال میں ان کے لیے بہترین نتائج کا انتخاب کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ کیا ہوتا ہے اس کا فیصلہ کرنے میں کسی دوسرے کا کوئی کنٹرول نہیں ہے اور اس لیے ڈرنا نہیں چاہیے۔ باب 9 توبہ آیت

کہہ دو کہ ہم پر ہرگز نہیں مارے جائیں گے مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے۔ وہ ” ہمارا کارساز ہے ” اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

مزید برآں، روحانی مشاغل میں مشغول ہونا اکثر ایک بدتر بیماری کا باعث بنتا ہے جس کے بعد وہ اصل میں خوفزدہ ہوتے تھے، یعنی پیراونیا۔ پاگل پن انسان کو اللہ، بزرگی اور لوگوں کے بارے میں منفی سوچنے کا سبب بنتا ہے۔ یہ صرف ایمان کی کمزوری اور دوسروں کے ساتھ تعلقات کو خراب کرنے کا باعث بنتا ہے۔

اس کے علاوہ، اسلامی تعلیمات کا بنیادی ہدف اللہ تعالیٰ کی عملی اطاعت ہے، نہ کہ منتر کرنا۔ ایک مسلمان حلال ترانے استعمال کر سکتا ہے لیکن یہ سمجھنا بہتر ہے کہ مدد کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہے اور کوئی چیز اس کی مدد کو روک نہیں سکتی اور نہ ہی ان کی مدد کر سکتی ہے اگر وہ ان کے لیے کچھ اور فیصلہ کرے۔

روحانی مشقوں پر بہت زیادہ انحصار کرنے کے ساتھ ایک اور مسئلہ، جیسے کہ ترانے، یہ ہے کہ جب یہ لوگ مشکلات کا سامنا کرنے کے بجائے پہلے اپنے آپ کو اور اپنے رویے کا مشاہدہ کرنے کی بجائے یہ دیکھنے کے لیے کہ کیا انہیں اس میں بہتری لانے اور اللہ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کی ضرورت ہے، برگزیدہ، صبر سے راحت کے انتظار میں، وہ ان پڑھ اور ناتجربہ کار لوگوں کی طرف رجوع کرتے ہیں جو روحانی مشقوں کے ذریعے دنیاوی چیزوں کو ٹھیک کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا ہے، یہ لوگ صرف ایک مسلمان کو ایسی بیماری اختیار کرنے کا باعث بنتے ہیں جو ان کے ابتدائی مسئلے یعنی فالج سے کہیں زیادہ بدتر ہے۔ وہ مسلمانوں کو باور کراتے ہیں کہ ان کے مسائل یا تو مافوق الفطرت مخلوقات، جیسے جنات یا کالے جادو کی وجہ سے ہیں جو کسی نے ان کے خلاف استعمال کیے ہیں۔ اگرچہ جنات کا وجود ہے، لیکن ان کے لیے دنیاوی معاملات میں لوگوں کو متاثر کرنا بہت کم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے مسلمان چھوٹی چھوٹی باتوں پر سخت بے وقوف اور توہم پرست ہو جاتے ہیں اور یہاں تک کہ وہ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں پر شک کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ یہ صرف دشمنی اور ٹوٹے ہوئے تعلقات کا باعث بنتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کر کے اپنے ایمان کو مضبوط کریں۔ یہ انہیں ایسے بے وقوف لوگوں کی طرف رجوع کرنے سے روکے گا جو اپنے مسائل خود بھی حل نہیں کر سکتے، دوسروں کے مسائل کو حل کرنے دیں۔ مضبوط ایمان ان کو متاثر ہونے سے روکے گا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر

مکمل بھروسہ کریں گے۔ مضبوط ایمان ایک مسلمان کو یہ سمجھتا ہے کہ اگر ساری مخلوق ان کو نقصان پہنچانا چاہے تو وہ ایسا نہیں کر سکے گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی اجازت نہ دے۔ اسی طرح ساری مخلوق ان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔ اور ہر معاملہ اور صورت حال ایک طے شدہ اور ناقابل تغیر منصوبہ یعنی تقدیر کے مطابق ہوتی ہے۔ تمام اسلامی تعلیمات میں اس کی تلقین کی گئی ہے، جیسے جامع ترمذی، نمبر 2516 میں موجود دور رس حدیث۔

آخر میں، اسلامی تعلیمات میں جڑے ہوئے روحانی مشقوں میں مشغول ہونا بھی انسان کو اللہ تعالیٰ کے خزانے کے ساتھ اس دکان کی طرح سلوک کرنے کی ترغیب دیتا ہے جہاں سے کوئی شخص کچھ روحانی مشقوں کے بدلے اللہ تعالیٰ سے دنیاوی چیزیں خریدتا ہے۔ یہ انتہائی اہانت آمیز اور غیر مخلصانہ رویہ ہے جیسا کہ قرآن پاک اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات، کریڈٹ کارڈز نہیں ہیں جن سے دنیاوی چیزوں کی خریداری کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے، جیسے کہ بچہ یا بچہ۔ ویزا بجائے اس کے کہ انسان کو اپنی جگہ معلوم ہو اور اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے کی طرح برتاؤ کیا جائے اور گاہک کی طرح کام نہ کیا جائے۔ انہیں چاہیے کہ اُس نے اُن نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اُس نے اُن کو دی ہیں، اُس کی خوشنودی کے لیے خلوص دل سے اُس کی اطاعت کریں۔ اللہ تعالیٰ سے حلال دنیاوی چیزیں مانگنے کی اجازت ہے، جس کی توثیق قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے ہوتی ہے، لیکن دوسرے طریقوں سے بچنا چاہیے، کیونکہ یہ غلط استعمال کا باعث بنتا ہے۔ ہدایت کے دو ذرائع اور اللہ تعالیٰ کی طرف گاہک کی قسم کا رویہ اختیار کرنا۔

آخر میں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسلامی تعلیمات کا بنیادی ہدف اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہو کر، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرے۔ پھر ہر حال میں ان کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلی خصوصیت جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ مسلمان ایمان نہیں رکھتے یا شگون سے متاثر ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث المفرد نمبر 909 میں برے شگون کی طرف توجہ نہ کرنے سے تنبیہ کی گئی ہے کیونکہ اس طرح کا برتاؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنے کے مترادف ہے۔

برے شگون پر توجہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اثر انسان کے رویے اور اعمال پر پڑتا ہے۔ اگرچہ کالا جادو اور نظر بد حقیقی ہیں، لیکن یہ سمجھنا ضروری ہے کہ کائنات میں ایک پتے کے پھڑپھڑانے سے لے کر طلوع آفتاب تک کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مرضی کے بغیر نہیں ہوتی۔ لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ بدگمانیوں سے نہ گھبرائے اور نہ ہی چڑیلوں اور جادوگروں سے ڈر کر ثابت قدم رہے کیونکہ وہ ایسی چیز کو انجام نہیں دے سکتے جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہ کیا ہو۔ اس کے بجائے انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے، جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اس کی خوشنودی کے لیے استعمال کرنا چاہیے، اور اپنے جائز اعمال اور انتخاب کو جاری رکھنا چاہیے اور صرف روایات کے مطابق برائیوں سے پناہ مانگنا چاہیے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی تائید اور غالب انتخاب اور فرمان پر پورا بھروسہ رکھتے ہوئے -

دوسروں کو تسلی دینا

سنن ابن ماجہ نمبر 1601 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ غم زدہ کی تسلی کرنے والے کو قیامت کے دن عزت کا لباس پہنایا جائے گا۔

جیسا کہ مشکلات کا سامنا کرنا سب کے لیے یقینی ہے، یہ ایک عظیم انعام حاصل کرنے کا ایک انتہائی آسان طریقہ ہے جس میں زیادہ وقت، توانائی یا پیسے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس میں اپنے ذرائع کے مطابق مشکل کا سامنا کرنے والے خاندان کی مدد کرنے کی کوشش کرنا شامل ہے، جیسے کہ جذباتی، مالی اور جسمانی مدد۔ ایک مسلمان کو مشکل کا سامنا کرنے والوں کو پوری آزمائش کے دوران صبر کرنے کی ترغیب دینی چاہیے اور انہیں قرآن پاک کی آیات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد دلانی چاہیے، جو صبر کی اہمیت اور اجر عظیم کے بارے میں بتاتی ہیں۔ انہیں یہ یاد دلاتے ہوئے مثبت بات کرنی چاہئے کہ چیزیں صرف اچھی وجہ سے ہوتی ہیں، چاہے لوگ ان کے پیچھے کی حکمت کو سمجھنے میں ناکام ہوں۔ درحقیقت اس نیک عمل کو انجام دینے کے لیے کسی شخص کو عالم ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اکثر صورتوں میں مشکل کا سامنا کرنے والے کو بہتر محسوس کرنے کے لیے حمایت کے چند الفاظ کافی ہوتے ہیں۔ اور بعض صورتوں میں صرف جسمانی طور پر موجود ہونا ہی انہیں سہارا دینے کے لیے کافی ہوتا ہے چاہے کوئی لفظ نہ بولے۔

یہ رویہ آسانی سے اپنایا جاتا ہے جب کوئی دوسروں کے ساتھ صرف وہی سلوک کرتا ہے جیسا کہ وہ لوگوں کے ذریعہ سلوک کرنا چاہتے ہیں۔

آخر میں یہ ضروری ہے کہ مسلمان اس عمل صالح کو انجام دیتے وقت اپنی نیت درست کریں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کریں، اور دوسروں جیسے اپنے رشتہ داروں کو دکھاوے کے لیے ایسا نہ کریں، اور نہ ہی خوف کی وجہ سے کریں۔ دوسروں کی طرف سے تنقید کا نشانہ بننا اگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ دوسروں کی خاطر عمل کرنے والوں کو قیامت کے دن بتایا جائے

گا کہ وہ ان کاموں سے اپنا اجر حاصل کریں جس کے لیے وہ عمل نہیں کر سکے گا۔ اس کی تنبیہ
جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

اپنی ضروریات پوری کریں۔

صحیح بخاری نمبر 1145 میں موجود ایک الوہی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہر رات اپنی لامحدود شان کے مطابق قریب ترین آسمان پر نزول فرماتا ہے اور لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس سے دعا کریں۔ ان کی ضروریات پوری کریں تاکہ وہ ان کو پورا کر سکے۔

رات کی رضاکارانہ عبادت اللہ تعالیٰ کے تئیں انسان کے اخلاص کو ثابت کرتی ہے کیونکہ کوئی دوسری آنکھ انہیں نہیں دیکھ رہی ہوتی۔ اسے پیش کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مباشرت کرنے کا ذریعہ ہے، اور یہ اس کی بندگی کی علامت ہے۔ اس کے بے شمار فضائل ہیں، مثال کے طور پر سنن نسائی، نمبر 1614 میں ایک حدیث پائی جاتی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ یہ بہترین نماز ہے۔

قیامت کے دن یا جنت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہیں ہو گا اور یہ درجہ براہ راست رات کی نماز سے مربوط ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ رات کو نفلی نماز قائم کرتے ہیں انہیں دونوں جہانوں میں اعلیٰ درجات سے نوازا جائے گا۔
باب 17 الاسراء، آیت 79

اور رات کے کچھ حصے سے، اس کے ساتھ نماز پڑھو [یعنی قرآن کی تلاوت] اپنے لیے اضافی " [عبادت] کے طور پر۔ امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایک قابل تعریف مقام پر اٹھائے گا۔

جامع ترمذی نمبر 3579 میں ایک حدیث ہے کہ مسلمان رات کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ لہذا اگر اس وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے تو بے شمار نعمتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔

تمام مسلمانوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی دعائیں قبول ہوں اور ان کی حاجتیں پوری ہوں۔ لہذا انہیں رات کی نماز نفلی ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 1770 میں موجود حدیث ہے کہ ہر رات میں ایک خاص گھڑی ہوتی ہے جب اچھی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

نفلی رات کی نماز کا قیام گناہوں سے بچنے کا ایک بہترین طریقہ ہے، یہ انسان کو فضول اجتماعات سے دور رہنے میں مدد دیتا ہے اور یہ انسان کو بہت سی جسمانی بیماریوں سے بچاتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 3549 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

رات کی نماز کے لیے تیاری کرنی چاہیے، خاص طور پر سونے سے پہلے، زیادہ کھانے یا پینے سے نہیں، کیونکہ یہ سستی کا باعث بنتی ہے۔ کسی کو دن میں غیر ضروری طور پر خود کو تھکانا نہیں چاہئے۔ دن میں ایک مختصر جھپکی اس میں مدد کر سکتی ہے۔ آخر میں گناہوں سے بچنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا چاہیے۔ نفلی رات کی نماز ادا کرنا آسان ہے۔

آخر میں اہم حدیث بھی امید کو نہ چھوڑنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ توبہ اور کامیابی کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ لوگوں کو دن رات موقع دیا جاتا ہے کہ وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف لوٹ جائیں تاکہ وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت کی قدر کرنی چاہیے کیونکہ وہ مخلوق کا محتاج نہیں ہے پھر بھی انہیں اپنی طرف بلاتا ہے تاکہ وہ کامیاب ہو سکیں۔ وقت ختم ہونے سے پہلے ان مواقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور ان کے پاس سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں بچا۔

لوگوں سے بچنا

صحیح بخاری نمبر 6032 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ قیامت کے دن بدترین لوگ وہ ہیں جو اپنے برے عمل کی وجہ سے بچ جائیں گے۔

یہ وہ ہے جو خاص طور پر لوگوں کے ساتھ برے کردار کا مالک ہے۔ وہ اپنی تقریر کے ذریعے دوسروں پر منفی اثر ڈالتے ہیں، جیسے کہ نازیبا زبان استعمال کرتے ہیں، اور اپنے اعمال، جیسے کہ جسمانی تشدد اور دھمکیوں کے ذریعے انہیں نقصان پہنچاتے ہیں۔ جیسا کہ اچھا کردار قیامت کے ترازو میں سب سے بھاری چیز ہو گا، اس لیے جامع ترمذی نمبر 2003 میں موجود ایک حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ برا کردار کتنا اہم ہو گا۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق برے رویے ایک سچے مسلمان اور مومن کی خصوصیت سے بالکل متصادم ہیں۔ یہ نصیحت کرتا ہے کہ ایک سچا مسلمان اور مومن اپنی زبانی اور جسمانی نقصان کو دوسروں کے نفس اور مال سے دور رکھے۔

ایک مسلمان کو ایمان کے دونوں پہلوؤں کو پورا کرنے کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے۔ پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا جائے، اس کے احکام کو خلوص کے ساتھ پورا کیا جائے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کیا جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کیا جائے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ہر اس نعمت کا استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہے ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

ایمان کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ عملاً دوسروں کے لیے وہی پیار کر کے دوسروں کے لیے اچھا کردار دکھانا جو انسان اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق یہ ایک سچے مومن کی خصوصیت ہے۔ بلاشبہ اس میں دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی شامل ہے، جیسا کہ کوئی چاہتا ہے کہ لوگ ان کے ساتھ حسن سلوک کریں۔

آخر میں، ایک مسلمان کو ہمیشہ اپنی بات یا عمل کے ذریعے دوسروں پر ظلم کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ قیامت کے دن انصاف قائم کیا جائے گا جس کے تحت ظالم کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنی نیکیاں متاثرین کے سپرد کرے اور اگر ضرورت پڑے تو ظالم کو ان کے مظلوموں کے گناہوں کی سزا دی جائے گی۔ اس سے ظالم کو جہنم میں ڈالا جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ برے رویے اس دنیا میں تنہائی کا باعث بنتے ہیں، کیونکہ کوئی بھی مہذب انسان ایسے برے شخص سے دوستی کی خواہش نہیں رکھتا، اور یہ دونوں جہانوں میں پریشانی اور تناؤ کا باعث بنتا ہے۔

سننا اور بولنا

سنن ابوداؤد نمبر 4992 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ جو کچھ بھی سننا ہے اسے دوسروں کے سامنے بیان کرنا ان کے گناہگار ہونے کے لیے کافی ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے، کسی کو سب سے پہلے اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ صرف حلال تقریر سنتے ہیں، کیونکہ ایسی گفتگو میں فعال طور پر حصہ لینا جس میں گناہ کی بات شامل ہو، دونوں جہانوں میں ان پر منفی اثر ڈالے گی۔ ایک مسلمان کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ ایسی گفتگو سے گریز کرے جس میں فضول اور فضول گفتگو ہو، کیونکہ یہ اکثر گناہ کی باتوں کا باعث بنتی ہے اور اس کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے، جو ان کے لیے قیامت کے دن بڑے پشیمان ہوں گے، خاص طور پر جب وہ ان لوگوں کو دیے گئے انعامات کو دیکھتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے وقت کا صحیح استعمال کیا۔

دوم، انہیں اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ جو کچھ بھی سنتے ہیں اسے دوسروں تک نہ پہنچائیں، کیونکہ یہ آسانی سے غیبت اور غیبت کا باعث بن سکتا ہے، جو کہ کبیرہ گناہ ہیں۔ یہ اکثر رشتوں میں ٹوٹ پھوٹ اور ٹوٹ پھوٹ کا باعث بھی بنتا ہے، خاص کر رشتہ داروں کے درمیان، کیونکہ لوگوں کے دلوں میں منفی جذبات پیدا ہوتے ہیں جب وہ ایسی باتیں سنتے ہیں جو ان کے لیے نہیں تھیں۔ ایک مسلمان کو صرف ان چیزوں کو بیان کرنا چاہئے جو وہ سنتے ہیں اگر وہ گناہوں سے بچ سکتے ہیں اور اگر وہ معلومات دوسروں کے لئے فائدہ مند ہیں۔ اس کے علاوہ، جو معلومات وہ منتقل کرتے ہیں ان کی تصدیق اور مستند ہونا ضروری ہے، کیونکہ ایسی چیزوں کو پہنچانا جن کی تصدیق نہیں ہوتی، قرآن کریم کے حکم کے خلاف ہے۔ جو مسلمان لوگوں کو فائدہ پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہے وہ اس طرح سے ان کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 6

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو، ایسا ”
“نہ ہو کہ تم نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا دو اور اپنے کیے پر پشیمان ہو جاؤ۔

انسان کو اپنی بات پر قابو رکھنا چاہیے تاکہ وہ صرف اچھی بات کریں یا خاموش رہیں، کیونکہ
فضول اور گناہ والی بات دونوں جہانوں میں تناؤ اور پریشانی کا باعث بنتی ہے۔

فضول یا گناہ کی بات سننے سے بچنے کے لیے اچھی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ یہ انہیں کسی
تیسرے فریق کو بیہودہ یا گناہ کی بات کرنے سے بھی روکے گا۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، جس طرح ایک مسلمان یہ پسند نہیں کرے گا کہ وہ جن باتوں پر گفتگو
کرتے ہیں ان میں سے اکثر کو دوسروں تک پہنچایا جائے، اسی طرح اسے دوسروں کی باتوں
سے بھی اس طرح برتاؤ نہیں کرنا چاہیے۔

دل کو پاک کرنا

صحیح بخاری نمبر 52 کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اگر کسی کا روحانی دل درست ہو تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے لیکن اگر اس کا روحانی دل فاسد ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے۔ کرپٹ ہو

سب سے پہلے تو یہ حدیث اس احمقانہ عقیدے کی تردید کرتی ہے جہاں کوئی شخص اپنے قول و فعل کے خراب ہونے کے باوجود پاکیزہ دل کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو کچھ اندر ہے وہ آخرکار باہر سے ظاہر ہوگا۔

روحانی قلب کی تطہیر اسی وقت ممکن ہے جب انسان اپنے اندر سے برائیوں کو ختم کر دے اور ان کی جگہ اسلامی تعلیمات میں مذکور اچھی خصوصیات کو لے آئے۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب کوئی شخص اسلامی تعلیمات کو سیکھے اور اس پر عمل کرے تاکہ وہ خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجا لائے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرے۔ اسے اس طرح کا برتاؤ ایک پاک روحانی دل کی طرف لے جائے گا۔ یہ طہارت پھر جسم کے ظاہری اعضاء جیسے کہ کسی کی زبان اور آنکھ میں جھلکتی ہے۔ یعنی وہ اپنی نعمتوں کو صرف ان طریقوں سے استعمال کریں گے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 6502 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اپنے نیک بندے سے محبت کی علامت ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ تزکیہ تمام دنیاوی مشکلات میں کامیابی کے ساتھ رہنمائی کرے گا تاکہ وہ دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں سکون اور کامیابی حاصل کر سکے۔ باب 16 النحل، آیت

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

دوسری طرف جب کوئی اسلامی علم سیکھنا اور اس پر عمل کرنا چھوڑ دیتا ہے تو وہ ان برے خصلتوں کو اپنا لے گا جن کی معاشرے، سوشل میڈیا، ثقافت اور فیشن کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ یہ بری خصلتیں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی ترغیب دیں گی جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ اور مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ باب 20 طہ، آیات 124-126:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔" وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بہلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بہلا دیا جائے گا۔"

:اور باب 26 اشعرا، آیات 88-89

جس دن مال و اولاد کسی کے کام نہیں آئے گی، مگر وہ جو اللہ کے پاس سچے دل کے ساتھ " "آئے۔"

امن پھیلانا

صحیح بخاری نمبر 12 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام میں پائے جانے والے ایک اچھے معیار کی نصیحت کی۔ یعنی سلام کا اسلامی سلام ان لوگوں تک پہنچانا جن کو وہ جانتا ہے اور جن کو وہ نہیں جانتے۔

اس اچھی خصوصیت پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ آج کل کے مسلمان اکثر صرف ان لوگوں کو امن کا اسلامی سلام پھیلاتے ہیں جنہیں وہ جانتے ہیں۔ اسے سب تک پہنچانا ضروری ہے، کیونکہ اس سے لوگوں کے درمیان محبت پیدا ہوتی ہے اور اسلام مضبوط ہوتا ہے۔ درحقیقت یہ خصوصیت صحیح مسلم نمبر 194 میں موجود حدیث کے مطابق جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ دوسرے مسلمانوں سے صرف مصافحہ کرنے کی بُری عادت سے بچنا چاہیے اور ان کو سلام کا سلام پیش کیے بغیر۔ صلح کا زبانی سلام صرف مصافحہ کرنے سے زیادہ اہم ہے۔

ایک مسلمان کو یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ وہ دوسروں کو بھیجے جانے والے ہر سلام کے لیے کم از کم دس انعامات حاصل کریں گے، چاہے دوسرے ان کا جواب نہ دیں۔ سنن ابوداؤد نمبر 5195 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

آخر میں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی زبانی اور جسمانی اذیت کو لوگوں اور ان کے مالوں سے دور رکھ کر اپنی دوسری تقریروں اور افعال میں اس امن کا مظاہرہ کرتے ہوئے سلامتی کے اسلامی سلام کو صحیح طریقے سے پورا کرے۔ یہ دراصل سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق سچے مسلمان اور مومن کی تعریف ہے۔ کوئی شخص کسی کو سلام کرے اور پھر اپنے قول و فعل سے اسے نقصان پہنچائے۔ درحقیقت یہ رویہ دوسروں کو سلام کا پیغام پہنچانے کے مقصد سے انکار کرتا ہے۔

سخت اکاؤنٹنگ

صحیح بخاری نمبر 103 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ جس کے اعمال کی اللہ تعالیٰ نے جانچ پڑتال کی، قیامت کے دن اس کو سزا دی جائے گی۔

مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اگرچہ اس مادی دنیا کی حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونا ممنوع نہیں ہے، لیکن وہ اکثر حرام کی طرف لے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر، فضول تقریر عام طور پر گناہ کی تقریر سے پہلے پہلا قدم ہے۔ اس کے علاوہ، جتنا زیادہ غیر ضروری حلال چیزوں میں ملوث ہوگا، قیامت کے دن اس کا احتساب اتنا ہی طویل ہوگا۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ قیامت کا دن ایک مشکل دن ہو گا۔ مثال کے طور پر سورج کو تخلیق کے دو میل کے فاصلے پر لایا جائے گا۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2421 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔ جب کوئی شخص اپنے حساب کتاب کا انتظار کر رہا ہو اور آخری فیصلہ کے وقت جہنم ان کے آمنے سامنے ہو گی۔ لہذا، جتنا طویل حساب کتاب ہوگا، وہ اتنا ہی زیادہ تناؤ برداشت کرے گا۔ اگرچہ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف اور نجات دی جا سکتی ہے، لیکن اس سے کم نہیں، ان کا احتساب جتنا لمبا ہوگا، اتنا ہی زیادہ دباؤ وہ برداشت کریں گے۔ قیامت کے دن کو پچاس ہزار سال لمبا ہونے کی صورت میں دیکھ کر قرآن پاک کے مطابق چند دہائیوں کی حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسے دن: مشکل احتساب کا سامنا کرنا پڑے گا جو اتنا طویل رہے گا۔ باب 70 المعارج، آیت 4

“ایک دن کے دوران جس کی حد پچاس ہزار سال ہے۔”

لہذا بہتر ہے کہ ایک سادہ زندگی گزاری جائے تاکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کو کم سے کم کیا جا سکے۔ یہ ایک وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث نمبر 4118 میں یہ نصیحت فرمائی کہ سادگی ایمان کا حصہ ہے۔ یہ سادہ زندگی ہے جس کی وجہ سے غریب مسلمان امیر مسلمانوں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے کیونکہ

ان کا حساب کم ہوگا۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 4122 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ لوگ عام طور پر 80 سال سے زیادہ زندہ نہیں رہتے ہیں، تو کیا عیش و عشرت کی زندگی گزارنا کوئی معنی نہیں رکھتا اگر اس سے جنت میں داخل ہونے میں پانچ سو کی تاخیر ہو جائے؟ سال؟ یہ فرض کرتے ہوئے، کوئی شخص پہلے جہنم میں سزا کے بغیر براہ راست جنت میں داخل ہوتا ہے۔

ایک مسلمان کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ وہ جتنا زیادہ حلال دنیاوی چیزوں میں مشغول ہوں گے، دنیا میں انہیں اتنا ہی زیادہ تناؤ کا سامنا کرنا پڑے گا، اتنا ہی ان کی توجہ آخرت کی تیاری سے ہٹے گی، جس میں ان نعمتوں کا استعمال شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان کو خوشنما طریقے سے استعمال کرنا۔ اللہ عزوجل اور ان کا حساب قیامت کے دن اتنا ہی سخت ہوگا۔ جبکہ جو شخص سادہ زندگی گزارتا ہے، جس کے ذریعے وہ فضول خرچی اور اسراف کے بغیر اپنی ضرورتوں اور ذمہ داریوں کے مطابق دنیاوی چیزوں کو حاصل کرتا ہے اور استعمال کرتا ہے، اسے ذہنی اور جسمانی سکون حاصل ہوگا اور انہیں روز حشر کے لیے عملی طور پر تیاری کرنے کی ترغیب دی جائے گی۔ ، جو ایک آسان حتمی اکاؤنٹنگ کی طرف جاتا ہے۔ یہ طے کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں کہ کون سا راستہ بہترین ہے۔

مکمل طہارت

صحیح بخاری نمبر 528 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی ہے کہ پانچوں فرض نمازیں گناہوں کو اس طرح مٹا دیتی ہیں جس طرح دن میں پانچ مرتبہ نہانے سے بدن کی گندگی صاف ہو جاتی ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں صرف چھوٹے گناہوں کی طرف اشارہ ہے کیونکہ کبیرہ گناہوں کے لیے توبہ کی ضرورت ہے۔ سچی توبہ میں پچھتاوا محسوس کرنا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جن لوگوں پر ظلم ہوا ہے، جب تک کہ اس سے مزید مسائل پیدا نہ ہوں، دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرنا اور کسی ایسے حقوق کی تلافی کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے احترام میں خلاف ورزی کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ پانچوں فرض نمازوں کی پابندی سے نہ صرف اپنے ظاہری وجود کو چھوٹے گناہوں سے پاک کریں بلکہ تزکیہ کے دوسرے پہلو یعنی باطنی تطہیر کو بھی پورا کریں۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پانچوں فرض نمازیں ایک ساتھ جمع کرنے کی بجائے پورے دن میں پھیلی ہوئی تھیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو دن بھر بار بار باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے جس طرح ان کا جسم فرض نمازوں کے ذریعے دن میں پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس باطنی تطہیر میں اپنی نیت کو درست کرنا شامل ہے تاکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اعمال انجام دے۔ یہ اسلام کی بنیاد ہے اور اللہ تعالیٰ کسی عمل کا فیصلہ کرتے وقت اس کا اندازہ لگاتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ جو لوگ دوسرے لوگوں کی خاطر عمل کرتے ہیں ان سے کہا جائے گا کہ وہ قیامت کے دن ان سے اپنا اجر حاصل کریں جو ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

آخر میں، اس باطنی تزکیہ میں اسلام کی تعلیمات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا بھی شامل ہے تاکہ انسان اپنے اندر موجود برے خصائص مثلاً حسد کو دور کر دے اور اس کے بجائے صبر

جیسی اچھی خصوصیات کو اپنائے۔ ظاہری تطہیر ضروری ہے لیکن اگر کوئی مسلمان دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنا اور تمام مشکلات پر قابو پانا چاہتا ہے تو اسے اپنے باطن اور ظاہری وجود کو پاک کرنا چاہیے۔ اندرونی تطہیر اس بات کو یقینی بنائے گی کہ کوئی شخص صحیح طریقے سے بولتا اور کام کرتا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ہر اس نعمت کو استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کو پورا کریں گے۔ اس سے ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

دوسری طرف، باطنی تطہیر سے بچنا انسان کو ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روک دے گا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، خواہ وہ اسلام کے بنیادی فرائض کو پورا کرتے ہوں۔ یہ ان کو اللہ تعالیٰ کے تمام حقوق اور خاص کر لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے روکے گا۔ یہ دونوں جہانوں میں ایک مشکل اور دباؤ والی زندگی کا باعث بنے گا۔ باب 20 طہ، آیت 124

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، یقیناً اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی۔"

مقدس کیا ہے

صحیح بخاری نمبر 67 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ اسلام میں مسلمان کا خون، مال اور عزت حرمت ہے۔

یہ حدیث، بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح، مسلمانوں کو سکھاتی ہے کہ کامیابی صرف اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے حقوق، جیسے فرض نماز، اور لوگوں کے حقوق کو ادا کرے۔ ایک کے بغیر دوسرا کافی اچھا نہیں ہے۔ قیامت کے دن انصاف قائم کیا جائے گا جس کے تحت ظالم کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنی نیکیاں متاثرین کے سپرد کرے اور اگر ضرورت پڑے تو ظالم کو ان کے مظلوموں کے گناہوں کی سزا دی جائے گی۔ اس سے ظالم کو جہنم میں ڈالا جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

سچا مومن اور مسلمان وہ ہے جو دوسروں کے نفس اور مال سے اپنی زبانی اور جسمانی اذیت کو دور رکھے۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لہذا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے فعل یا قول سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچائیں۔

ایک مسلمان کو دوسروں کے مال کا احترام کرنا چاہیے اور انہیں غلط طریقے سے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، مثال کے طور پر، قانونی معاملے میں۔ صحیح مسلم نمبر 353 میں موجود ایک حدیث میں خبردار کیا گیا ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا وہ جہنم میں جائے گا، خواہ اس نے حاصل کی ہوئی چیز درخت کی ٹہنی کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے مال کو صرف ان کی خواہش کے مطابق استعمال کریں اور انہیں اس طریقے سے واپس کریں کہ اس کے مالک کی خوشنودی ہو۔ کسی کو دوسروں کے مال کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرنا چاہئے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ لوگ اپنے مال کے ساتھ سلوک کریں۔

غیبت یا غیبت جیسے فعل یا تقریر سے کسی مسلمان کی عزت کو پامال نہیں کرنا چاہیے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کی عزت کا دفاع کرے، خواہ ان کی موجودگی میں ہو یا غیر موجودگی میں، کیونکہ یہ جہنم کی آگ سے ان کی حفاظت کا باعث بنے گا۔ اس کی نصیحت جامع ترمذی نمبر 1931 میں موجود ایک حدیث میں کی گئی ہے۔ کسی کو دوسروں کے بارے میں اس طرح بات کرنی چاہئے جس طرح وہ چاہتا ہو کہ دوسرے ان کے بارے میں بات کریں۔ اس لیے اچھا بولنا چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، کسی کو دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہوئے اپنے نفس، مال یا عزت پر ظلم کرنے سے گریز کرنا چاہیے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ جس طرح کوئی اسے اپنے لیے پسند کرتا ہے اسی طرح اسے دوسروں کے لیے بھی پسند کرنا چاہیے اور اسے اپنے عمل اور تقریر سے ثابت کرنا چاہیے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق یہ مومن کی نشانی ہے۔

اب اداکاری

سنن ابوداؤد نمبر 2866 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ زندگی میں صدقہ کرنا بستر مرگ پر پہنچنے سے پہلے صدقہ کرنے سے سو گنا افضل ہے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کیونکہ بہت سے مسلمان احمقانہ طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ یا تو اپنا مال جمع کر سکتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے بجائے اپنی خواہشات کے مطابق خرچ کر سکتے ہیں، اور جب وہ بستر مرگ پر پہنچ جائیں گے تو بڑی رقم عطیہ کریں گے۔ دولت کی سب سے پہلے، جیسا کہ اس حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے، ایک مسلمان اس طرح کے برتاؤ سے زیادہ تر اجر سے محروم ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جان چکے ہیں کہ وہ اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں اور ان کی قیمتی دولت اب ان کے لیے بے وقعت اور بے کار ہو گئی ہے کیونکہ وہ اسے اپنے ساتھ نہیں لے سکتے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بے فائدہ چیز دینا ایک سچے مسلمان کی صفت نہیں ہے۔ درحقیقت یہ حقیقی عقیدہ اور تقویٰ سے متصادم ہے۔ باب 3 علی: عمران، آیت 92

تم اس وقت تک نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے ”خرچ نہ کرو۔“

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے ساتھ حسن سلوک کرے اور ایسے طریقوں سے خرچ کرے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں، جس میں اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات پر فضول خرچی، اسراف یا اسراف کے بغیر خرچ کرنا شامل ہے۔ انہیں اپنے آخری لمحے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ غیر متوقع طور پر آ سکتا ہے اور اس وقت خرچ کرنا ان کے لیے اتنا سود مند نہیں ہو گا۔

بہترین طرز عمل

جامع ترمذی نمبر 2612 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ہو۔

بدقسمتی سے، بعض نے اپنے ہی خاندان کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہوئے غیر رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی بری عادت اپنا لی ہے۔ وہ اس طرح برتاؤ کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے خاندان کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت کو نہیں سمجھتے اور اپنے خاندان کی تعریف کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ ایک مسلمان اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ایمان کے دونوں پہلوؤں کو پورا نہ کرے۔ پہلا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے فرائض کی ادائیگی، اس کے احکام کی بجا آوری، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان تمام نعمتوں کا استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں۔

دوسرا لوگوں کے حقوق کو پورا کرنا ہے جس میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی شامل ہے۔ اس قسم کے سلوک کا اپنے خاندان سے زیادہ حق کسی کو نہیں ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے اہل خانہ کی ان تمام معاملات میں مدد کرے جو اچھے ہوں اور انہیں برے کاموں اور طرز عمل سے نرمی کے ساتھ تنبیہ کریں۔ انہیں برے کاموں میں ان کی آنکھیں بند کر کے صرف اس وجہ سے مدد نہیں کرنی چاہئے کہ وہ ان کے رشتہ دار ہیں اور نہ ہی ان کے بارے میں بعض برے جذبات کی وجہ سے اچھے معاملات میں ان کی مدد کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

دوسروں کی رہنمائی کا بہترین طریقہ عملی نمونہ کے ذریعے ہے، جیسا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور صرف زبانی رہنمائی سے کہیں زیادہ موثر ہے۔

کسی کو ان حقوق کو سیکھنا چاہیے جو اس پر واجب الادا ہیں اور وہ حقوق جو وہ دوسروں پر واجب الادا ہیں، خاص طور پر ان کے رشتہ داروں کو، تاکہ وہ ان کو پورا کریں۔ ایک مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص سے پوچھے گا کہ کیا اس نے دوسروں کے حقوق ادا کیے، وہ ان سے نہیں پوچھے گا کہ کیا لوگوں نے ان کے حقوق ادا کیے؟ لہذا، انسان کو اس بات کی فکر کرنی چاہیے کہ ان سے کس چیز کے بارے میں سوال کیا جائے گا، مطلب، دوسروں کے حقوق، اور اس لیے انہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

آخر میں، کسی کو عام طور پر تمام معاملات میں نرمی کا انتخاب کرنا چاہئے، خاص طور پر، اپنے خاندان کے ساتھ معاملہ کرتے وقت۔ اگر وہ گناہ بھی کریں تو انہیں نرمی کے ساتھ تنبیہ کی جائے اور پھر بھی اچھے کاموں میں ان کی مدد کی جائے کیونکہ یہ مہربانی انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف لوٹانے میں ان کے ساتھ سختی کرنے سے زیادہ موثر ہے۔

ایک فضیلت والا تحفہ

جامع ترمذی نمبر 1952 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ والدین اپنے بچے کو جو سب سے زیادہ نیک تحفہ دے سکتے ہیں وہ انہیں اچھے اخلاق سکھانا ہے۔

یہ حدیث مسلمانوں کو یاد دلاتی ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں جیسے کہ ان کے بچوں کے ایمان کے بارے میں زیادہ فکر مند رہیں، ان کو مال و جائیداد کے حصول اور ان کی فراہمی میں۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دنیاوی ورثے آتے جاتے ہیں۔ کتنے امیر اور طاقتور لوگوں نے بڑی بڑی سلطنتیں صرف اس لیے بنائی ہیں کہ ان کے مرنے کے فوراً بعد انہیں توڑ دیا جائے اور انہیں بھلا دیا جائے۔ ان میں سے کچھ وراثت سے پیچھے رہ جانے والی چند نشانیاں صرف لوگوں کو ان کے نقش قدم پر نہ چلنے کی تنبیہ کرنے کے لیے پائی جاتی ہیں۔ ایک مثال فرعون کی عظیم سلطنت ہے۔ بدقسمتی سے بہت سے مسلمان اپنے بچوں کو سلطنت بنانے اور بہت زیادہ دولت اور جائیدادیں حاصل کرنے کی تعلیم دینے میں اس قدر فکر مند ہیں کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت سکھانے میں کوتاہی کرتے ہیں جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر۔ اس میں اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ حسن سلوک شامل ہے۔ ایک مسلمان کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف نہیں بنایا جانا چاہئے کہ ان کے پاس اپنے بچوں کو اچھے اخلاق سکھانے کے لئے کافی وقت ہے، کیونکہ ان کی موت کا لمحہ نامعلوم ہے اور اکثر غیر متوقع طور پر لوگوں پر جھپٹتا ہے۔

اس کے علاوہ، جب بچے بڑے ہو جاتے ہیں اور اپنے طریقے پر قائم ہو جاتے ہیں تو انہیں اچھے اخلاق سکھانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اگر کوئی اپنے بچے کو اچھے اخلاق سکھانے میں ناکام رہتا ہے تو وہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے تناؤ کا باعث بنتا ہے۔

والدین اپنے بچے کو اچھے اخلاق سکھانے کا بہترین طریقہ مثال کے طور پر رہنمائی کرنا ہے۔ انہیں اسلام کی تعلیمات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے اور اپنے بچے کے لیے عملی نمونہ بننا چاہیے۔

آج وہ دن ہے جب ایک مسلمان کو صحیح معنوں میں اس تحفے پر غور کرنا چاہیے جو وہ اپنے بچوں اور رشتہ داروں کو دینا چاہتے ہیں۔ اس طرح ایک مسلمان آخرت کے لیے نیکی بھیجتا ہے لیکن پیچھے نیکی بھی چھوڑ جاتا ہے، جیسا کہ ایک صالح بچہ جو اپنے فوت شدہ والدین کے لیے دعا کرتا ہے، اس کے لیے فائدہ مند ہوتا ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1376 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ امید ہے کہ اس طرح سے خیر میں گھرنے والے کو اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔

اچھا خرچ

جامع ترمذی نمبر 2482 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ تمام حلال خرچ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ملتا ہے سوائے اس مال کے جو تعمیرات پر خرچ کیا جائے۔

اس میں حلال چیزوں پر خرچ کرنا بھی شامل ہے جو اسراف، فضول خرچی یا اسراف سے پاک ہے۔ جو تعمیر ضروری ہو اس پر خرچ کرنا اس حدیث میں شامل نہیں ہے بلکہ وہ تعمیر ہے جو ضرورت سے باہر ہو۔ یہ ناپسندیدہ ہے کیونکہ تعمیرات پر خرچ آسانی سے فضول خرچی اور اسراف کا باعث بنتا ہے۔ اس کے علاوہ جو شخص تعمیرات پر مال خرچ کرتا ہے اس کا صدقہ دینے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرنے کا امکان کم ہے۔ نیز یہ طرز عمل اکثر ایک مسلمان کو لمبی زندگی کی امیدیں اپنانے کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس دنیا میں ان کا قیام بہت مختصر ہے وہ ایک خوبصورت گھر بنانے میں توانائی اور دولت کو ضائع نہیں کرے گا۔ لمبی عمر کی امید جتنی زیادہ ہوگی، وہ اتنے ہی کم نیک اعمال انجام دیں گے، اس یقین کے ساتھ کہ وہ مستقبل میں ہمیشہ اچھے کام انجام دے سکتے ہیں۔ یہ کسی کو مخلصانہ توبہ میں تاخیر کرنے کا سبب بھی بنتا ہے یہ یقین رکھتے ہوئے کہ وہ مستقبل میں ہمیشہ بہتر کے لیے بدل سکتے ہیں۔ آخر میں، یہ اس دنیا میں اپنے طویل قیام کے لیے زیادہ آرام دہ زندگی پیدا کرنے کے لیے دنیا کے لیے مزید کوششیں وقف کرنے کا سبب بنتا ہے۔

غیر ضروری تعمیرات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا انسان کا وقت گزارتا ہے جو کہ اسے انتہائی تھکاوٹ کی وجہ سے رضاکارانہ نیک اعمال جیسے کہ روزہ اور رات کی نماز ادا کرنے سے روکتا ہے۔ یہ انہیں اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنے سے بھی روکتا ہے۔

آخر کار، حقیقت میں، غیر ضروری تعمیرات میں حصہ لینا کبھی ختم نہیں ہوتا۔ مطلب، جس لمحے کوئی شخص اپنے گھر کا ایک حصہ مکمل کر لیتا ہے وہ اس وقت تک دوسرے حصے میں چلا جاتا ہے جب تک کہ سائیکل خود کو دہرا نہ جائے۔

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ تمام چیزوں کے سلسلے میں جو ان کی ضرورت کے مطابق ہے، صرف تعمیرات پر عمل پیرا رہیں، تاکہ وہ ان منفی نتائج سے بچ سکیں۔

سپیریئر والے

سنن ابن ماجہ نمبر 4119 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ بہترین لوگ وہ ہیں جو دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلائیں جب ان کا مشاہدہ کیا جائے۔

یہ ان لوگوں کی طرف اشارہ نہیں کرتا جو اسلامی ظاہری شکل اختیار کرتے ہیں، جیسے داڑھی بڑھانا یا اسکارف پہننا، کیونکہ ان میں سے بہت سے لوگ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی یاد بالکل نہیں دلاتے ہیں۔ اس حدیث سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلامی علم سیکھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کریں، اس کے احکام کو پورا کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کریں۔ اس پر اس سے دل کی تطہیر ہوتی ہے جو اس کے ظاہری اعضاء کی پاکیزگی کا باعث بنتی ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3984 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ جب وہ ان صالح مسلمانوں کے اعمال کا مشاہدہ کریں گے تو اس سے دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی یاد آئے گی، کیونکہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں جو ان کو عطا کی گئی ہیں ان کو خوش کرنے کے لیے۔ اللہ تعالیٰ، اپنے اور دوسروں کے لیے راضی ہونے کے بجائے۔ اور یہ ذکر تب ہی بڑھے گا جب یہ نیک مسلمان بولیں گے، کیونکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے بولتے ہیں، یعنی برائی اور فضول باتوں سے اجتناب کرتے ہیں اور صرف دنیا و آخرت کے فائدے کی بات کرتے ہیں۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتے ہیں، ناپسند کرتے ہیں، دیتے ہیں اور روکتے ہیں۔ یہ سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود حدیث کے مطابق ایمان کی تکمیل کا باعث بنتا ہے۔

قوم کی طاقت

سنن ابو داؤد نمبر 4297 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متنبہ کیا ہے کہ عنقریب ایک دن آنے والا ہے جب دوسری قومیں مسلمانوں پر حملہ آور ہوں گی اور اگرچہ وہ تعداد میں زیادہ ہوں گی۔ دنیا کی طرف سے غیر معمولی سمجھا جائے۔ اللہ تعالیٰ دوسری قوموں کے دلوں سے مسلمانوں کا خوف نکال دے گا۔ یہ مسلم قوم کی مادی دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کی وجہ سے ہو گی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ابھی تعداد میں کم تھے، انہوں نے پوری قوموں پر غالب آ گئے جبکہ آج مسلمان تعداد میں زیادہ ہیں، دنیا میں ان کا کوئی سماجی یا سیاسی اثر و رسوخ نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی زندگی اسلام کی تعلیمات کے مطابق بسر کی اور دنیا کی حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے بجائے آخرت کی تیاری کی۔ انہوں نے ان نعمتوں کو استعمال کیا جو انہیں عطا کی گئی تھیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔

جبکہ آج اکثر مسلمانوں نے اس کے برعکس ذہنیت اختیار کر لی ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ تمام گناہوں کی جڑ مادی دنیا کی محبت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو بھی گناہ کیا جاتا ہے وہ اس کی محبت اور خواہش سے کیا جاتا ہے۔ مادی دنیا کو چار پہلوؤں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے : شہرت، قسمت، اختیار اور کسی کی سماجی زندگی، جیسے ان کے رشتہ دار اور دوست۔ یہ ان چیزوں کے زیادہ حصول میں ہے جو گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں، جیسے کہ قسمت کی محبت میں ناجائز دولت کمانا۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 2376 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ دولت اور اختیار کی محبت ایمان کے لیے اس تباہی سے زیادہ تباہ کن ہے کہ اگر دو بھوکے بھیڑیوں کو بکریوں کے ریوڑ پر چھوڑ دیا جائے۔ جب بھی لوگ مادی دنیا کے ان پہلوؤں کی زیادتی کے خواہاں ہوتے ہیں تو یہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث بنتا ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ختم ہو جاتی ہے جو مصیبت کے سوا کچھ نہیں دیتی۔

اگرچہ بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ مادی دنیا کی ضرورت سے زیادہ چیزوں کا تعاقب کرنا ہے ضرر ہے، لیکن یہ وہ چیز ہے جس کے خلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں تنبیہ کی ہے جیسے کہ صحیح بخاری نمبر 3158 میں موجود ہے۔ خبردار کیا کہ وہ مسلمانوں کی غربت سے نہیں ٹرتے۔ اس کو جس چیز کا اندیشہ تھا وہ یہ تھا کہ مسلمان اس مادی دنیا کی زیادتی کے پیچھے لگ جائیں گے، جیسے کہ دولت کی زیادتی، اور اس کی وجہ سے وہ اس پر ایک دوسرے سے مقابلہ کریں گے اور یہ ان کی تباہی کا باعث بنے گا۔ جیسا کہ اس حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ گزشتہ امتوں کا طرز عمل تھا۔

چونکہ مادی دنیا محدود ہے یہ ظاہر ہے کہ اگر لوگ اپنی ضروریات سے زیادہ چاہیں تو اس میں مقابلہ کرنا پڑے گا۔ یہ مقابلہ انہیں ان خصوصیات کو اپنانے پر مجبور کرے گا جو ایک سچے مسلمان کے کردار سے متصادم ہوں، جیسے کہ دوسروں کے لیے حسد اور دشمنی۔ وہ ایک دوسرے کی دیکھ بھال کرنا چھوڑ دیں گے کیونکہ وہ مادی دنیا کو جمع کرنے اور جمع کرنے میں مقابلہ کرنے میں بہت مصروف ہیں۔ اور وہ صحیح بخاری نمبر 6011 کی حدیث میں دی گئی اس نصیحت کی تردید کریں گے جس میں یہ نصیحت کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو ایک جسم کی طرح عمل کرنا چاہیے، جب جسم کے کسی حصے کو کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے تو باقی جسم درد میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ مقابلہ ایک مسلمان کو دوسروں کے لیے وہی پسند کرنا چھوڑ دے گا جو وہ اپنے لیے پسند کرتے ہیں، جو کہ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود ایک حدیث کے مطابق ایک سچے مومن کی خصوصیت ہے، کیونکہ وہ دنیاوی چیزوں میں اپنے ساتھی مسلمانوں پر سبقت لے جانا چاہتے ہیں۔ اس مقابلے پر قائم رہنا ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے بجائے مادی دنیا کی خاطر محبت، نفرت، دینے اور سب کچھ روکنے کا سبب بنے گا، جو کہ سنن میں موجود حدیث کے مطابق ایمان کی تکمیل کا ایک پہلو ہے۔ ابوداؤد، نمبر 4681۔ یہ مقابلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آج کے بہت سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہے۔ یہ رویہ مسلمانوں کو ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روک دے گا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ اس سے وہ اللہ تعالیٰ کی حمایت سے محروم ہو جائیں گے، جو ان کے دشمنوں کے لیے ان پر غالب آنے کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

اگر مسلمان اسلام کی طاقت اور اثر و رسوخ کو دوبارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اس مادی دنیا کو حاصل کرنے، اس سے لطف اندوز ہونے اور نخیرہ کرنے کی کوشش پر آخرت کی تیاری کو ترجیح دینی چاہیے۔ یہ انفرادی سطح سے ہونا چاہیے جب تک کہ اس کا اثر پوری قوم پر نہ پڑے۔

اگلا قدم

صحیح بخاری نمبر 1372 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر میں عذاب ہونے کی تصدیق فرمائی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی آیات اور احادیث اس مرحلے پر بحث کرتی ہیں جس کا سامنا تمام لوگوں کو کسی نہ کسی شکل میں کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ یہ ناگزیر ہے، مسلمانوں کو اس کے لیے تیاری کرنی چاہیے کیونکہ قبر کی روشنی یا اندھیرا قبر سے ہی نہیں آتا۔ یہ اس کے اعمال ہیں جو یا تو اس کی قبر کو تاریک یا روشن کر دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ اس کا عمل ہے جو اس بات کا تعین کرے گا کہ اسے قبر میں عذاب یا رحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کی تیاری کا واحد طریقہ تقویٰ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہوں۔ یہ اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور رحمت سے عذابِ قبر سے محفوظ رکھیں گے۔

یہ عجیب بات ہے کہ ایک مسلمان اپنے دنیاوی گھر کو آرام دہ بنانے کے لیے کتنا وقت، توانائی اور دولت صرف کرے گا، حالانکہ اس کا اس دنیا میں قیام مختصر ہے، جب کہ وہ اپنی قبر کو آرام دہ بنانے کی طرف بہت کم توجہ دیتے ہیں، حالانکہ وہ قبر میں قیام پذیر ہیں۔ طویل اور زیادہ سنجیدہ ہو جائے گا۔

مسلمان اکثر اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو دفنانے کے لیے قبرستانوں کا سفر کرتے ہیں۔ لیکن بہت کم لوگوں کو یہ احساس ہوتا ہے کہ ایک دن، جلد یا بدیر، ان کی باری آئے گی۔ حالانکہ مسلمانوں کی اکثریت اپنی کوششوں کی اکثریت اپنے اہل و عیال کی خوشنودی اور دولت کمانے کے لیے اعمال صالحہ کے ذریعے وقف کر دیتی ہے، جامع ترمذی نمبر 2379 میں موجود ایک حدیث متنبہ کرتی ہے کہ یہ دو چیزیں جو مسلمانوں کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ کو ترجیح دیں گے، ان

کو ان کی قبر پر چھوڑ دیں گے اور صرف ان کے اعمال ان کے پاس رہیں گے۔ لہذا ایک مسلمان کے لیے یہ بات درست ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کی خوشنودی اور مال غنیمت کے حصول پر عمل صالح کو ترجیح دے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی اپنے خاندان اور مال کو چھوڑ دے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے خاندان کے لیے اپنے فرض کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق پورا کریں اور اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے فرائض سے غفلت برتتے ہوئے صرف وہی دولت حاصل کریں جس کی انہیں ضرورت ہے۔ جب یہ صحیح طریقے سے کیا جائے تو یہ بھی ایک نیک عمل بن جاتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 4006 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ کسی کو اپنے اہل و عیال یا مال کی خاطر اللہ تعالیٰ کے ذمہ اپنے فرائض کو کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ یہ صرف تنہا، تنہا اور تاریک قبر کی طرف لے جائے گا۔ باب 20 طہ، آیت 55

اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے ایک بار پھر تمہیں نکالیں گے۔

سے بچنے کی خصلتیں۔

سنن ابوداؤد نمبر 2511 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو بری خصلتوں سے خبردار کیا ہے جن سے بچنا ضروری ہے۔

پہلا لالچ ہے۔ یہ صدقہ فطر کو روکنے کا باعث بن سکتا ہے اور یہ دونوں جہانوں میں تباہی کا باعث بنتا ہے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1403 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص اپنے واجب صدقات کو صدقہ نہ کرے اسے ایک بڑے زہریلے سانپ کا سامنا ہو گا جو قیامت کے دن اسے مسلسل ڈستا رہے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 180

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو جو کچھ دیا ہے اسے روکے رکھنے والے ہرگز " یہ نہ سوچیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ بلکہ ان کے لیے بدتر ہے۔ ان کی گردنوں میں قیامت کے ... دن وہ گھیر لیا جائے گا جو انہوں نے روک رکھا تھا

اگر کسی کا لالچ اسے رضاکارانہ صدقہ دینے سے روکتا ہے تو یہ غیر قانونی نہیں ہو سکتا لیکن یہ انتہائی ناپسندیدہ ہے کیونکہ یہ ایک سچے مومن کی خصوصیت سے متصادم ہے۔ سیدھے الفاظ میں کنجوس شخص اللہ تعالیٰ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور اور جہنم کے قریب ہوتا ہے۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 1961 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

لالچ انسان کو ان نعمتوں کو استعمال کرنے کی ترغیب دے گا، جیسے کہ اپنے وقت اور مال کو، اس بات کو تسلیم کرنے کے بجائے کہ وہ اپنے آپ کو راضی کرنے کے طریقوں سے کہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا راستہ ان نعمتوں کو استعمال کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں۔ برتر، حقیقی مالک اور تمام نعمتوں کا عطا کرنے والا۔

ایک لالچی شخص صرف اپنے حقوق کا خیال رکھتا ہے اور اس لیے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کو آسانی سے نظر انداز کر دیتا ہے۔ یہ صرف دونوں جہانوں میں تناؤ اور پریشانی کا باعث بنتا ہے۔

مرکزی حدیث میں زیر بحث دوسری خصوصیت انتہائی بزدلی ہے۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے سے روکتا ہے، اور جس چیز کا اس نے وعدہ کیا ہے، جیسے کہ کسی کی ضمانت شدہ رزق۔ یہ کسی کو مشتبہ اور غیر قانونی طریقوں سے اپنا رزق تلاش کرنے کا سبب بن سکتا ہے، جو دونوں جہانوں میں انسان کو تباہ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی ایسے عمل کو قبول نہیں کرتا جس کی بنیاد حرام ہو۔ صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد نیت ہے اسی طرح اسلام کی ظاہری بنیاد حلال کا حصول اور اس کا استعمال ہے۔

اس کے علاوہ، بزدل ہونا کسی کو شیطان اور اندرونی شیطان کے خلاف جدوجہد کرنے سے روکتا ہے جس کے لیے حقیقی جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ناکامی کا باعث بنے گا جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق سامنا کرنا شامل ہے۔ اور اس لیے انہیں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے روکے گا۔ دنیوی اور دینی کامیابی کے لیے محنت اور وقت درکار ہوتا ہے۔ ایک بزدل اس جدوجہد کو شروع کرنے سے بہت ڈرے گا اور اس کی بجائے سستی کرے گا جو دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں ناکامی کا باعث بنے گا۔

اس کے علاوہ، ایک بزدل آسانی سے یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں پوری کوشش کر رہے ہیں، جبکہ وہ مشکل سے ہی کوئی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ قرآن پاک واضح کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی پوری کوشش کرے اور اپنی صلاحیت کے مطابق عمل کرے تو وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کو صحیح طریقے سے ادا کرے گا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو کبھی بھی ایسے فرائض نہیں دیتا جو اس کے پورا کرنے کی استطاعت سے باہر ہوں۔ باب 2 البقرہ، آیت 286۔

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

بزدلی بھی کسی کو دینی اور دنیاوی دونوں معاملات میں کم سے کم مقصد کرنے کی ترغیب دے گی۔ وہ اپنی صلاحیت کو پورا کرنے سے گریز کریں گے، کیونکہ اس کے لیے حقیقی کوشش کی ضرورت ہے۔ یہ رویہ دونوں جہانوں میں تناؤ اور پچھتاوے کا باعث بنے گا۔

حقیقی خوبصورتی

جامع ترمذی نمبر 1999 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ حسن کو پسند کرتا ہے۔

اسلام کسی مسلمان کو اپنے آپ کو سنوارنے میں توانائی، وقت اور پیسہ خرچ کرنے سے منع نہیں کرتا، کیونکہ یہ ان کے جسم کے حقوق کو پورا کرنا سمجھا جا سکتا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 5199 میں موجود حدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن اہم چیز جو اس طرز عمل کو ناپسندیدہ 5199 یا حتیٰ کہ گناہ کے عمل سے الگ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی اپنے آپ کو سنوارتے وقت حد سے زیادہ، فضول خرچی یا اسراف کرے۔ اس کا تعین کرنے کا ایک اچھا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو سنوارنے سے کبھی بھی اللہ تعالیٰ یا لوگوں کے لیے اپنے فرض کو پورا کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے، جسے اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کیے بغیر پورا کرنا ممکن نہیں۔ اور نہ ہی اپنے آپ کو سنوارنا انہیں ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکنا چاہئے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ اور درحقیقت کسی کی جسمانی شکل کو درست کرنا تاکہ وہ صاف ستھرا اور ہوشیار نظر آئے، مہنگا نہیں ہے اور نہ ہی اس میں زیادہ وقت لگتا ہے۔

یہ خوبصورتی کا رویہ تمام چیزوں پر لاگو ہوتا ہے، جیسے کہ کسی کا گھر۔ جب تک کوئی اسراف اور فضول خرچی سے پرہیز کرتا ہے اور جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کرتا رہتا ہے، وہ اعتدال کے ساتھ چیزوں کو اپنے لیے آسان بنانے کے لیے آزاد ہے۔

اس کے علاوہ یہ سمجھنا زیادہ ضروری ہے کہ حقیقی خوبصورتی جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، اس کا تعلق اندرونی حسن یعنی کردار سے ہے۔ یہ خوبصورتی دونوں جہانوں میں قائم رہے گی جبکہ ظاہری خوبصورتی وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو جائے گی۔ اس لیے اس حقیقی حسن کو ظاہری خوبصورتی پر حاصل کرنے کو اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے

ترجیح دینی چاہیے تاکہ وہ اپنے کردار سے حسد جیسی بری خصلت کو ختم کر کے سخاوت جیسی اچھی خصوصیات کو اپنا لے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں مدد ملے گی، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ ہو گا اور ان کی مدد کرے گا۔ لوگوں کے حقوق کو پورا کرنے میں، جس میں دوسروں کے ساتھ اس طرح سلوک کرنا شامل ہے جس کی خواہش ہے کہ لوگ ان کے ساتھ سلوک کریں۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جامع ترمذی نمبر 2347 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اس کا حقیقی دوست وہ ہے جس میں درج ذیل خصوصیات ہوں۔

پہلی خصلت یہ ہے کہ وہ اپنی ضرورتوں اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں اور صرف وہی حاصل کرتے ہیں جو اسراف، فضول خرچی اور اسراف سے بچتے ہیں۔ یہ رویہ اس وقت اختیار کیا جا سکتا ہے جب وہ ان نعمتوں کو استعمال کرنے کی کوشش کریں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

اگلی خصوصیت جو مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ نماز میں ان کا اچھا حصہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنی فرض نمازوں کو ان کی تمام شرائط اور آداب کے ساتھ صحیح طریقے سے ادا کرتے ہوئے قائم کرتے ہیں، جیسے کہ وقت پر پڑھنا۔ اس میں نفلی عبادات کا قیام بھی شامل ہے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات پر مبنی ہیں، جیسے کہ رات کی نماز۔ سنن نسائی نمبر 1614 میں موجود حدیث کے مطابق فرض نمازوں کے بعد یہ درحقیقت بہترین نماز ہے۔ نماز میں ایک اچھا حصہ یہ بھی ہے کہ جب ممکن ہو مسجد میں فرض نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کی جائیں۔ یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ کتنے مسلمان ایک مسجد کے قریب رہتے ہیں لیکن پھر بھی کام سے فارغ ہونے کے باوجود جماعت میں شامل نہیں ہوتے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی خصوصیت کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ مسلمان علانیہ اور نجی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔ اس میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا شامل ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہوں۔ تنہائی میں ایسا کرنا کسی شخص کے اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کی نشاندہی کرتا ہے، یعنی وہ صرف اس کی خاطر اعمال صالحہ کرتے

ہیں۔ یہ وہ ہے جو مضبوطی سے یاد رکھتا ہے کہ چاہے وہ کہیں بھی ہوں، ان کی ذات کے باطنی اور ظاہری پہلو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل دیکھے جا رہے ہیں۔ اگر کوئی اس عقیدہ پر قائم رہے تو وہ ایمان کی فضیلت کو اپنائیں گے، جس کا ذکر صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود حدیث میں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ عمل کرتے ہیں، جیسے کہ نماز پڑھنا، گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں، انہیں دیکھ رہے ہیں۔ یہ رویہ عمل صالح کی ترغیب دیتا ہے اور گناہوں سے روکتا ہے۔

دوسری خصوصیت جو مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ وہ کسی قسم کی شہرت یا سماجی عزت حاصل کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ جامع ترمذی نمبر 2376 میں موجود حدیث کے مطابق یہ خواہش ایک مسلمان کے ایمان کے لیے اس تباہی سے زیادہ تباہ کن ہے جس سے دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ کو تباہ کرتے ہیں۔ کسی شخص کی شہرت اور رتبے کی خواہش اس کے ایمان کے لیے دولت کی خواہش سے زیادہ تباہ کن ہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص اپنی محبوب دولت کو شہرت اور وقار کے حصول پر خرچ کرے گا۔

ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ کوئی شخص مقام و شہرت حاصل کرے اور پھر بھی صحیح راستے پر قائم رہے جس کے تحت وہ مادی دنیا سے لطف اندوز ہونے پر آخرت کی تیاری کو ترجیح دیتا ہے۔ درحقیقت صحیح بخاری نمبر 6723 میں موجود ایک حدیث میں یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص معاشرے میں قیادت جیسے مقام کی تلاش میں ہے اسے خود اس سے نمٹنے کے لیے چھوڑ دیا جائے گا لیکن جو بغیر مانگے اسے حاصل کرے گا اس کی مدد اللہ تعالیٰ کرے گا۔ اعلیٰ، اس کے فرمانبردار رہنے میں۔ صحیح بخاری کی ایک اور حدیث نمبر 7148 میں متنبہ کیا گیا ہے کہ لوگ مقام و مرتبہ حاصل کرنے کے خواہش مند ہوں گے لیکن یہ ان کے لیے قیامت کے دن بڑی پشیمانی ہوگی۔

یہ ایک خطرناک خواہش ہے کیونکہ یہ انسان کو اس کو حاصل کرنے کے لیے شدید کوشش کرنے پر مجبور کرتی ہے اور پھر اسے برقرار رکھنے کے لیے مزید کوشش کرنے پر مجبور کرتی ہے خواہ یہ ظلم اور دیگر گناہوں کی ترغیب دے۔

رتبہ کی خواہش کی بدترین قسم وہ ہے جب کوئی اسے مذہب کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2654 میں حدیث ہے کہ یہ شخص جہنم میں جائے گا۔

شہرت کا حصول بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنے کی بجائے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے عمل کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اس شخص سے کہا جائے گا کہ وہ قیامت کے دن اپنے اعمال کا بدلہ ان لوگوں سے حاصل کرے جن کے لیے اس نے عمل کیا، جو ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

شہرت کی تلاش ہر ایک کو خوش کرنے کے لیے منفی خصوصیات کو اپنانے کا سبب بھی بنتی ہے، جیسے کہ دو چہروں والا ہونا۔ یہ بہت سے گناہوں کا باعث بنتا ہے اور یہ شخص بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلے عام رسوا ہوگا۔ جن لوگوں کو وہ خوش کرنا چاہتے ہیں وہ ان پر تنقید اور نفرت کریں گے، چاہے وہ ان سے یہ بات چھپائیں۔

صحیح حدیث میں آخری بات یہ ہے کہ ان کی موت جلدی آتی ہے، ان کے سوگوار کم ہوتے ہیں اور جو وراثت وہ چھوڑ جاتے ہیں وہ کم ہے۔

ان کی موت اچانک آجاتی ہے تاکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت میں جلدی سے لے جایا جائے تاکہ انہیں سست اور طویل موت کی مشکلات سے بچایا جا سکے۔

ان کے ماتم کرنے والے کم ہیں، کیونکہ انہوں نے سماجی عزت کی تلاش سے گریز کیا اور گمنام رہنے کو ترجیح دی، کیونکہ وہ دوسروں کے سامنے اپنے نیک اعمال ظاہر کرنے سے ڈرتے تھے۔ لیکن ان کے پاس جو چند سوگوار ہیں وہ بہت سے امیروں اور مشہور لوگوں سے کہیں بہتر ہیں۔ ان کے چند سوگوار اپنے غم میں مخلص ہوتے ہیں اور سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے ان کی

مغفرت کی دعا کرتے ہیں جب کہ بہت سے امیروں اور مشہور لوگوں کے ماتم کرنے والے اس طرح کا برتاؤ نہیں کرتے۔

انہوں نے جو وراثت چھوڑی ہے وہ بہت کم ہے، کیونکہ انہوں نے اپنی نعمتوں کی اکثریت کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کر کے آخرت کی طرف منتقل کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ جو کچھ بھی انہوں نے چھوڑا ہے وہ دوسروں کے ہاتھ میں آجائے گا جو نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے جبکہ وہ، میت، اس کے حصول کے لیے جاویدہ ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 2379 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ کسی شخص کا اہل و عیال اس کی قبر پر 2379 چھوڑ دیتے ہیں اور تنہا قبر میں اس کے اعمال ہی اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اعمال صالحہ حاصل کرنے پر توجہ مرکوز کرتے ہیں اور ان کا غلط استعمال کرتے ہوئے گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ وراثت کے طور پر بہت کم چھوڑ جاتے ہیں درحقیقت وہ اپنے ساتھ آخرت کے لیے بہت کچھ لے جاتے ہیں تاکہ اپنی ضرورت کے وقت خود کو سہارا دے سکیں۔ باب 59 الحشر، آیت 18

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو۔ اور ہر نفس کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے " کیا پیش کیا ہے۔"

آخر میں، وہ اپنے پیچھے بہت سی دنیاوی چیزیں نہیں چھوڑ سکتے، جیسے کہ مال اور جائیداد، لیکن وہ اپنے پیچھے نیکی کا ایک بہت بڑا ورثہ چھوڑ جاتے ہیں، جیسے جاری صدقہ اور مفید علم، جو ان کے مرنے کے بعد بھی انہیں فائدہ پہنچاتا رہتا ہے۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 1376 میں موجود حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

آخر میں، جو لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، انہیں اس زبانی دعوے کی عمل سے تائید کرنی چاہیے۔ عمل کے بغیر دعوے دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ ان میں سے ایک دلیل ان خصلتوں کو اپنانا ہے جو اس کی دوستی کا باعث بنتی ہیں۔ جو شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوستی کرے گا اسے آخرت میں اس کی صحبت نصیب ہوگی۔ باب 4 النساء آیت 69

اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انبیاء، " ثابت قدمی کرنے والے، شہداء اور صالحین کا فضل کیا ہے۔

سوالات

جامع ترمذی نمبر 3120 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ قبر میں ہر شخص سے تین سوال کیے جائیں گے۔

پہلا سوال یہ ہوگا کہ تمہارا رب کون ہے؟ اس سوال کا صحیح جواب دینے کے لیے ایک مسلمان کو نہ صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا چاہیے بلکہ اس یقین کو عمل سے ثابت کرنا چاہیے۔ یہ صرف اس کے احکام کو پورا کرنے، اس کی ممانعتوں سے باز رہنے اور اس کے احکام کا صبر کے ساتھ سامنا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ یہی وہ ثبوت ہے جو کسی مسلمان کو ان کی قبر میں اس سوال کا سامنا کرنے پر سہارا دے گا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہاں تک کہ کچھ غیر مسلم بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن وہ اس سوال کا صحیح جواب دینے میں ناکام رہیں گے کیونکہ انہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران ان نعمتوں کا استعمال نہیں کیا جو انہیں اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی تھیں۔ اگر صرف اس پر ایمان لانا کافی ہوتا تو یہ غیر مسلم اس سوال میں کامیاب ہو جاتے۔ لیکن یہ بالکل واضح ہے کہ وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔

اگلا سوال یہ ہوگا کہ تمہارا مذہب کیا ہے؟ اگر کوئی مسلمان اس کا صحیح جواب دینا چاہتا ہے تو اسے نہ صرف اسلام کو ماننا چاہیے بلکہ اس کی تعلیمات کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں عملی طور پر نافذ کرنا چاہیے۔ اس میں قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے کی مخلصانہ کوشش شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سنن ابن ماجہ نمبر 224 میں موجود ایک حدیث کے مطابق مفید علم حاصل کرنا تمام مسلمانوں پر فرض قرار دیا گیا ہے۔ اسلام کی پیروی چند واجبات سے بالاتر ہے اور زندگی کے ہر پہلو میں اس کی تعلیمات پر عمل کرنا شامل ہے۔ جیسا کہ کسی کی سماجی، مالی، کام اور ذاتی زندگی۔

اس حدیث کے مطابق آخری سوال یہ ہوگا کہ تمہارا نبی کون ہے؟ غور طلب بات یہ ہے کہ ماضی کی بعض قومیں بھی اپنے انبیاء علیہم السلام کو مانتی تھیں لیکن ان کے نقش قدم پر صحیح طور پر نہ چلنے کی وجہ سے وہ اس سوال کا صحیح جواب دینے میں ناکام رہیں گی۔ اگر کوئی مسلمان اس سوال کا صحیح جواب دینا چاہتا ہے تو اسے نہ صرف زبانی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے عقیدہ کا اعلان کرنا چاہیے بلکہ آپ کی روایات اور تعلیمات کو سیکھنا اور ان پر عمل کرنا چاہیے۔ انبیاء علیہم السلام کو بھیجنے کا یہی مقصد ہے، یعنی ان کی عملی طور پر پیروی کرنا۔ باب 33 الاحزاب، آیت 21

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم ” آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی رحمت، محبت اور بخشش، جو ایک مسلمان کو اس سوال کا صحیح جواب دینے میں مدد دے گی، اسی طریقہ سے حاصل کرنا ممکن ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ” تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

نتیجہ اخذ کرتے ہوئے کہ جس طرح تحریری یا زبانی امتحان میں سوالات کا جواب عملی طور پر علم سیکھے بغیر، مطالعہ اور نظر ثانی کے بغیر کامیابی سے نہیں دیا جا سکتا، اسی طرح کوئی شخص قرآن پاک کی تعلیمات کو عملی طور پر سیکھے اور اس پر عمل کیے بغیر قبر کے سوالات کا کامیابی سے جواب نہیں دے سکتا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات، زندگی کے ہر پہلو میں۔

اللہ عزوجل کے ناموں کو جاننا

صحیح بخاری نمبر 2736 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کو جانتا ہے وہ جنت میں جائے گا۔

جاننا صرف ان کو یاد کرنے سے مراد نہیں ہے۔ اصل میں ان کا مطالعہ کرنا اور ان پر کسی کی حیثیت اور صلاحیت کے مطابق عمل کرنا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ اپنی لامحدود حیثیت کے لحاظ سے نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اس صفت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو بے شمار نعمتوں سے نوازتا ہے اور ہمیشہ ان پر بہت مہربان ہے۔ یہی خصوصیت دوسروں کی طرف منسوب کی گئی ہے، جیسے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ باب 9 توبہ آیت 128

بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے۔ اس کے لیے وہ تکلیف دہ ہے جو تم برداشت کرتے ہو۔ [اسے] آپ کی فکر ہے [یعنی آپ کی رہنمائی] اور مومنوں پر مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

جب تخلیق کے حوالے سے استعمال ہوتا ہے تو رحمدل کا مطلب نرم دل اور ہمدرد ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی لامحدود حیثیت کے مطابق سب کو بخشنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دوسروں کو معاف کر کے اس صفت کو اپنانا ایک ایسی چیز ہے جس کی اسلام میں ترغیب دی گئی ہے۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر... "دے؟"

لہذا اللہ تعالیٰ کی صفات اعلیٰ کو مسلمان اپنی حیثیت اور صلاحیت کے مطابق اپنا سکتے ہیں۔

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ پہلے خدائی صفات اور ناموں کے معنی کو سمجھیں اور پھر اسماء کے مفہوم کو اپنے کردار میں اپنائیں، یہاں تک کہ وہ اپنے روحانی قلب میں مضبوطی سے جڑ نہ جائیں تاکہ وہ اعلیٰ کردار حاصل کر سکیں۔ یہ اعلیٰ کردار اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے، جیسا کہ قرآن پاک کی تعلیمات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

آگے بھیجیں یا پیچھے چھوڑ دیں۔

صحیح بخاری نمبر 6514 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ دو چیزیں میت کو اس کی قبر پر چھوڑ دیتی ہیں اور اس کے پاس صرف ایک چیز باقی رہتی ہے۔ ان کو چھوڑنے والی دو چیزیں ان کا اہل و عیال اور مال ہیں اور ان کے پاس صرف ان کے اعمال باقی رہ جاتے ہیں۔

پوری تاریخ میں لوگوں نے ہمیشہ اپنی زیادہ تر کوششیں دولت اور خوش حال خاندان کے حصول پر مرکوز کی ہیں۔ حالانکہ اسلام ان چیزوں سے منع نہیں کرتا، جیسا کہ کسی کی ذمہ داریوں اور فرائض کو پورا کرنے کے لیے ان کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اسلام صرف مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کرتا ہے کہ وہ ان چیزوں کے لیے ان کی ضرورت سے زیادہ کوشش کریں اور ان صورتوں میں جب یہ چیزیں کسی کو ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکتی ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔

اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے ضروری دولت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور ایسا خاندان حاصل کرنا چاہیے جو انہیں آخرت کی تیاری کے لیے ترغیب دے۔ جب اس طرح سے استعمال کیا جائے تو یہ دونوں اچھے کام سمجھے جاتے ہیں۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 6373 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ اس ذہین شخص کی نشانی ہے جو اس چیز کو ترجیح دیتا ہے جو اس کی ضرورت کے وقت صبر اور مدد کرے یعنی نیک اعمال۔ دوسری طرف، جو اپنے مال اور رشتہ داروں کو ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکنے کی اجازت دیتا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، انہیں قرآن پاک میں خسارے میں جانے والا قرار دیا گیا ہے۔ باب 63 المنافقون، آیت 9

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔ اور جو ایسا کرے گا وہی خسارہ پانے والا ہے۔

کچھ لوگ غلط طور پر یہ مان سکتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں، جیسا کہ اس نے انہیں بڑی دولت اور خاندان سے نوازا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کر کے ان کی الجھنوں کو دور کر دیا کہ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور قریب وہی ہے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرے۔ باب 34 سبأ، آیت 37

اور تمہارا مال یا تمہاری اولاد تمہیں ہمارے مقام سے قریب نہیں کرتی بلکہ وہ ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیا۔“

قرآن پاک کے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو متنبہ کیا ہے کہ ان کے مال اور رشتہ دار ان کو آخرت میں کوئی فائدہ نہیں دے سکتے جب تک کہ وہ صحیح دل کے ساتھ آخرت تک نہ پہنچیں۔ باب 26 اشعرا، آیات 88-89

جس دن مال اور اولاد کسی کے کام نہ آئے گی۔ لیکن صرف وہی جو اللہ کے پاس سچے دل کے ساتھ آتا ہے۔“

صحیح دل کی تعریف طویل ہے لیکن سادہ الفاظ میں یہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو خلوص نیت سے پورا نہ کریں، اس کی ممانعتوں سے باز نہ آئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا نہ کریں۔ اس پر درود ہو۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ مثبت خصوصیات کو اپناتے ہیں اور منفی خصوصیات کو ختم کرتے ہیں۔ اچھے اخلاق کا حامل شخص اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کو ان نعمتوں کو استعمال کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے انہیں دی گئی ہیں۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے وہ ایک مضبوط روحانی دل اور جسم کا مالک ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ، کسی کا مال آخرت میں صرف اسی صورت میں فائدہ مند ہو سکتا ہے جب وہ اسے جاری خیراتی منصوبوں پر خرچ کر کے آگے بھیج دیں۔ اس کی تصدیق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 1376 میں موجود ایک حدیث سے کی ہے۔ یہی حدیث بنی نوع انسان کو بتاتی ہے کہ نیک اولاد اپنے فوت شدہ والدین کی مغفرت کی دعا بھی قبول کی جائے گی۔ بدقسمتی سے، اس دن اور دور میں بہت سے بچے اپنے فوت شدہ والدین کے لیے دعا کرنے کے لیے اپنی وراثت کی تلاش میں اتنے مصروف ہیں۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایک صالح بچہ جو اپنے فوت شدہ والدین کے لیے دعا کرتا ہے اس کی پرورش اس وقت تک ممکن نہیں جب تک والدین اپنی زندگی میں خود نیک اعمال انجام نہ دیں یعنی مثال کے طور پر رہنمائی نہ کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ وہ اعمال صالحہ سے پرہیز کریں اور یہ امید رکھیں کہ ان کے اس سے نکل جانے کے بعد دوسرے ان کے لیے دعا کریں گے۔ دنیا انسان کو زندہ رہتے ہوئے نیک اعمال کی کوشش کرنی چاہیے اور پھر امید ہے کہ دوسرے ان کے انتقال کے بعد ان کے لیے دعا کریں گے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ آخرت کے لیے جو مال بھیجے گا وہی ان کو فائدہ دے گا۔ اس میں اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے خرچ کرنا شامل ہے، جیسے کہ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی ادائیگی پر خرچ کرنا، جیسے کہ اپنے بچوں کی تعلیم۔ تمام مال جو فضول یا گناہ کے کاموں پر خرچ ہوتا ہے وہ مالک کے لیے تناؤ کا باعث بن جاتا ہے اور دونوں جہانوں میں ان کی سزا کا باعث بن سکتا ہے۔ لالچ کی وجہ سے صدقہ فطر کو روکنے والوں کو عبرتناک سزاؤں سے ڈرایا گیا ہے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1403 میں موجود ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے کہ جو شخص اس سنگین گناہ کا مرتکب ہو گا قیامت کے دن اس کا سامنا ایک بہت بڑا زہریلا سانپ ہوگا جو اس کے گرد لپیٹے گا اور اسے مسلسل کاٹے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 180:

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو جو کچھ دیا ہے اسے روکے رکھنے والے ہرگز " یہ نہ سوچیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ بلکہ ان کے لیے بدتر ہے۔ ان کی گردنوں میں قیامت کے ... دن وہ گھیر لیا جائے گا جو انہوں نے روک رکھا تھا

سنن ابوداؤد نمبر 1658 میں ایک حدیث ہے جس میں تنبیہ کی گئی ہے کہ قیامت کے دن جو سونا اور چاندی ہے اسے جہنم کے شعلوں میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کے جسموں کو داغ دیا جائے گا، اگر اس نے واجب صدقہ نہ کیا۔ اس پر صدقہ واجب ہے۔

مزید برآں، میت کی طرف سے چھوڑی گئی دولت دوسروں کے لیے چھوڑ دی جائے گی، جب کہ میت اسے جمع کرنے کا ذمہ دار ہے۔ غور طلب ہے کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر مال کسی ایسے شخص کے لیے چھوڑ دے جو اس کے پاس رکھنے کے قابل نہ ہو اور اس طرح اس کا غلط استعمال کرے تو اس کے لیے بھی میت کو ذمہ دار ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس، اگر کوئی اپنے پیچھے مال کسی ایسے شخص کے لیے چھوڑ جائے جو اسے صحیح طریقے سے خرچ کرتا ہے تو میت کو قیامت کے دن اس وقت بہت زیادہ پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے گا جب وہ اسے صحیح طریقے سے خرچ کرنے والے کو ملنے والے اجر عظیم کو دیکھیں گے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 7420 میں موجود ایک حدیث میں واضح فرمایا ہے کہ انسان اپنے مال کو صرف تین طریقوں سے استعمال کر سکتا ہے۔ پہلا وہ مال ہے جو ان کے کھانے پر خرچ ہوتا ہے۔ دوسرا مال وہ ہے جو ان کے کپڑوں پر خرچ کیا گیا اور آخری مال وہ ہے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کیا۔ باقی تمام دولت دوسرے لوگوں کے لیے چھوڑ دی جاتی ہے جب کہ اس کو جمع کرنے کا ذمہ دار میت کو ٹھہرایا جاتا ہے۔

مال جمع کرنا اور غلط طریقے سے مال خرچ کرنا انسان کو مادی دنیا سے محبت کرنے اور آخرت کو ناپسند کرنے کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ وہ اپنے پیارے مال کو پیچھے چھوڑنے کو ناپسند کرتا ہے، جو اس کے مرنے کے بعد واقع ہوگا۔ جو آخرت کو ناپسند کرتا ہے وہ اس کے لیے مناسب تیاری نہیں کرتا۔ یعنی وہ ان نعمتوں کو استعمال نہیں کریں گے جو ان کو عطا کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔

اس کے علاوہ اگر کوئی سچا تقویٰ اختیار کرنا چاہتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنا مال خرچ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ باب 3 علی عمران، آیت 92

تم اس وقت تک نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے ”
“خرچ نہ کرو۔

حقیقت میں، دولت ایک عجیب ساتھی ہے کیونکہ یہ صرف کسی کو فائدہ پہنچاتا ہے جب وہ اسے
چھوڑ دیتا ہے، مطلب، جب اسے صحیح طریقے سے خرچ کیا جاتا ہے

ایک شخص کو احمق کہا جائے گا اگر وہ بغیر کسی شرائط کے طویل سفر پر نکلے۔ اسی طرح
جو اپنے مال کو آخرت کے طویل سفر کے لیے سامان کی صورت میں آگے نہیں بھیجتا وہ بھی
بے وقوف ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ موت کے وقت انسان کو سب سے بڑا دکھ وہ ہوتا ہے جب اسے
احساس ہوتا ہے کہ وہ اپنی محنت کی کمائی پیچھے چھوڑ کر خالی ہاتھ آخرت کی طرف سفر کر
رہا ہے۔ ایک مسلمان کو ہر حال میں اس نتیجہ سے بچنا چاہیے۔

نیک اعمال انجام دینا ہی انسان کی قبر کی تیاری کا واحد ذریعہ ہے کیونکہ وہاں سکون کی کوئی
دوسری چیز نہیں ملے گی۔ درحقیقت یہ آخرت میں اپنے ابدی گھر کی تیاری کا ذریعہ ہے۔ اس
لیے اس تیاری کو دنیاوی مادی دنیا کی تیاری پر ترجیح دینی چاہیے۔

ایک شخص کو احمق کہا جائے گا اگر اس کے پاس دو گھر ہوں اور وہ اپنی زیادہ تر کوششیں
گھر کو خوبصورت بنانے میں صرف کرے جس میں وہ کم وقت صرف کرے، اسی طرح اگر
کوئی مسلمان اس دنیا میں اپنے وقتی گھر کو خوبصورت بنانے میں زیادہ وقت اور محنت صرف

کرے۔ آخرت کا ابدی گھر، وہ بھی بے وقوف ہیں۔ بعض کا یہ رویہ ہے، حالانکہ وہ تسلیم کرتے ہیں اور مانتے ہیں کہ ان کا اس دنیا میں قیام مختصر اور نامعلوم مدت کے لیے ہے، جب کہ آخرت میں ان کا قیام ابدی ہے۔

یہ رویہ ایمان کے یقین کی کمی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اس لیے جو بھی اس ذہنیت کا حامل ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کی تلاش اور اس پر عمل کرے تاکہ اس کے ایمان کے یقین کو مضبوط کیا جا سکے اس سے پہلے کہ وہ تمام بھلائیوں سے محروم آخرت تک پہنچ جائے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کے ساتھ، اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ ان کی قبر کی تیاری کرتا ہے، وہ اس کی قبر کو پاتا ہے۔ کہ ان کی نیکیاں انہیں سکون فراہم کرتی ہیں جبکہ ان کے جمع کردہ گناہ ان کے اندھیرے قبر میں قیام کو مزید بدتر بنا دیتے ہیں۔ لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق کمزوری کا وقت آنے سے پہلے ہی نیک عمل کرے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اصل حدیث میں بیان کی گئی حقیقت کو پہچانے اور اس لیے جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے استعمال کرے، قبل اس کے کہ وہ اس وقت تک پہنچ جائے جب عمل صالح کے لیے ان کی مزید مہلت دینے کی درخواست رد کر دی جائے۔ باب 63 المنافقون، آیات 10-11:

اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور وہ کہے کہ اے میرے رب کاش تو مجھے تھوڑی دیر کے لیے مہلت دے تو میں صدقہ کر دوں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں "لیکن اللہ کسی جان کو اس کا وقت آنے پر... کبھی تاخیر نہیں کرے گا

انہیں اب اپنے اعمال پر غور کرنا چاہئے تاکہ وہ گناہوں سے سچے دل سے توبہ کر لیں اور نیک اعمال کرنے کی کوشش کریں اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں غور و فکر کرنے سے انہیں کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ باب 89 الفجر، آیت 23

"اور لایا گیا، وہ دن جہنم ہے، اس دن آدمی یاد رکھے گا، لیکن اس کے لیے کیا فائدہ ہوگا؟"

ہر ایک ان لوگوں پر غور کرے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اور ان کی ضرورت کے وقت ان کو تسلی دینے کے لئے زیادہ نیک اعمال انجام دینے میں ان کی نابلہی ہے۔ اس وقت کے آنے سے پہلے جلدی کرو اور ناگزیر کی تیاری کرو۔ باب 15 الحجر، آیت 99

”اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ تمہیں یقین آجائے۔“

اتحاد

صحیح مسلم نمبر 6541 میں موجود ایک حدیث میں معاشرے کے اندر اتحاد پیدا کرنے کے بعض پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے حسد نہ کرنے کی تلقین کی۔

یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص اس نعمت کو حاصل کرنے کی خواہش کرتا ہے جس کا کوئی دوسرا معنی رکھتا ہے، وہ اس نعمت سے محروم ہونے کی خواہش کرتا ہے۔ اور اس میں اس حقیقت کو ناپسند کرنا شامل ہے کہ مالک کو اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے یہ نعمت دی تھی۔ کچھ صرف یہ چاہتے ہیں کہ یہ ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے بغیر ان کے عمل یا تقریر کے ذریعہ۔ اگر وہ اپنے خیالات اور احساسات کو ناپسند کرتے ہیں، تو امید ہے کہ وہ ان کی حسد کے لئے جوابدہ نہیں ہوں گے۔ بعض اپنے قول و فعل کے ذریعے دوسرے شخص سے نعمت چھیننے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ بلا شبہ گناہ ہے۔ بدترین قسم وہ ہے جب کوئی شخص نعمت کو مالک سے دور کرنے کی کوشش کرے خواہ حسد کرنے والے کو نعمت نہ ملے۔

حسد تب ہی جائز ہے جب کوئی شخص اپنے جذبات پر عمل نہیں کرتا، اپنے جذبات کو ناپسند کرتا ہے اور اس کے بدلے اس جیسی نعمت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے بغیر اس کے کہ مالک اس کے پاس موجود نعمت سے محروم ہو۔ اگرچہ یہ قسم گناہ گار نہیں ہے پھر بھی یہ ناپسندیدہ ہے اگر حسد کسی دنیوی نعمت پر ہو اور صرف اس صورت میں قابل تعریف ہے جب اس میں دینی نعمت شامل ہو۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 1896 میں ایک حدیث میں قابل تعریف قسم کی دو مثالیں بیان کی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ جب کوئی شخص حلال مال حاصل کرنے اور خرچ کرنے والے سے حسد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والا۔ دوسرا وہ ہے جب کوئی شخص اس شخص سے حسد کرتا ہے جو اپنی حکمت اور علم کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

حسد کی بری قسم، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، براہ راست اللہ تعالیٰ کے انتخاب کو چیلنج کرتا ہے۔ حسد کرنے والا ایسا برتاؤ کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے بجائے کسی اور کو خاص نعمت دے کر غلطی کی ہو۔ اس لیے یہ کبیرہ گناہ ہے۔ درحقیقت جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 4903 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح تباہ کر دیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

ایک غیرت مند مسلمان کو جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ نصیحت کرتا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ لہذا ایک غیرت مند مسلمان کو چاہیے کہ وہ جس شخص سے حسد کرتے ہیں اس کے ساتھ حسن سلوک اور مہربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس احساس کو اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کریں، جیسے کہ ان کی خوبیوں کی تعریف کرنا اور ان کے لیے دعا کرنا یہاں تک کہ ان کی حسد ان سے محبت بن جائے۔ انہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق جس شخص سے وہ حسد کرتے ہیں اس کے حقوق ادا کرتے رہیں۔ انہیں اسلامی علم سیکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہئے تاکہ یہ سمجھ سکیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو بہترین چیز عطا کرتا ہے اور اگر انہیں کوئی خاص دنیوی نعمت عطا نہیں کی گئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا نہ ہونا ہی بہتر ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ایک اور چیز جس کی نصیحت شروع میں نقل کی گئی مرکزی حدیث میں کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے سے نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو صرف اسی صورت میں ناپسند کرنا چاہئے جب اللہ تعالیٰ اسے ناپسند کرے۔ اسے سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود حدیث میں ایمان کی تکمیل کا ایک پہلو بتایا گیا ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کو 4681 چاہیے کہ وہ اپنی خواہشات کے مطابق چیزوں یا لوگوں کو ناپسند نہ کرے۔ اگر کوئی اپنی خواہشات کے مطابق دوسرے کو ناپسند کرتا ہے تو اسے کبھی بھی اپنے قول و فعل پر اثر انداز نہیں ہونے دینا چاہیے کیونکہ یہ گناہ ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسرے کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کے مطابق احترام اور مہربانی کے ساتھ سلوک کرتے ہوئے احساس کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ دوسرے لوگ بالکل ایسے نہیں جیسے وہ

کامل نہیں ہیں۔ اور اگر دوسروں میں کوئی بری خصلت ہے تو وہ بھی بلاشبہ اچھی صفات کے مالک ہوں گے۔ اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کو نصیحت کرے کہ وہ اپنی بُری خصلتوں کو چھوڑ دیں لیکن ان میں موجود اچھی صفات سے محبت کرتے رہیں۔ ایک مسلمان کو گناہوں کو ناپسند کرنا چاہیے لیکن انسان کو نہیں، جیسا کہ ایک شخص ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کر سکتا ہے۔ انہیں اسلام کی حدود میں گناہوں سے ناپسندیدگی کا اظہار کرنا چاہیے۔ انہیں بری باتوں کے خلاف نرمی سے دوسروں کو نصیحت کرنی چاہیے، کیونکہ سختی اکثر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے مزید دور کر دیتی ہے۔

اس موضوع پر ایک اور نکتہ بیان کرنا ضروری ہے۔ ایک مسلمان جو کسی خاص عالم کی پیروی کرتا ہے جو کسی مخصوص عقیدے کی حمایت کرتا ہے اسے متعصب کی طرح کام نہیں کرنا چاہئے اور اپنے عالم کو ہمیشہ حق پر یقین رکھنا چاہئے اس لئے ان لوگوں سے نفرت کرنا چاہئے جو ان کے علماء کی رائے کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ طرز عمل اللہ تعالیٰ کے لیے کسی چیز/کسی کو ناپسند کرنے والا نہیں ہے۔ جب تک علماء کے درمیان جائز اختلاف موجود ہے، کسی خاص عالم کی پیروی کرنے والے مسلمان کو اس کا احترام کرنا چاہئے اور دوسروں کو ناپسند نہیں کرنا چاہئے جو ان کے ماننے والے عالم سے مختلف ہوں۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے سے منہ نہ موڑنا چاہیے۔ اس کا مطلب ہے کہ انہیں دنیاوی مسائل پر دوسرے مسلمانوں سے تعلقات منقطع نہیں کرنے چاہئیں اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کی حمایت سے انکار کر دینا چاہیے۔ صحیح بخاری نمبر 6077 میں موجود حدیث کے مطابق کسی مسلمان کے لیے کسی دنیاوی معاملے میں دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ تعلقات منقطع کرنا ناجائز ہے۔ درحقیقت کسی دنیاوی مسئلہ میں ایک سال سے زیادہ عرصہ تک تعلقات منقطع کرنے والا دوسرے مسلمان کو قتل کرنے والے کی طرح سمجھا جاتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4915 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ دوسروں کے ساتھ تعلقات منقطع کرنا صرف ایمان کے معاملات میں جائز ہے۔ لیکن اس کے باوجود ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کو خلوص دل سے توبہ کرنے کی تلقین جاری رکھنی چاہئے اور صرف اس صورت میں ان کی صحبت سے گریز کرنا چاہئے جب وہ بہتر کے لئے تبدیل کرنے سے انکار کریں۔ جب بھی ان سے ایسا کرنے کی درخواست کی جائے تو انہیں حلال چیزوں پر ان کا ساتھ دینا چاہیے، کیونکہ یہ احسان مندی انہیں اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کرنے کی ترغیب دے سکتی ہے۔

ایک اور بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ اس حدیث میں دی گئی سابقہ نصیحت پر عمل کریں اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسرے مسلمانوں کے تئیں اپنا فرض ادا کرنے کی کوشش کریں، جیسے کہ بھلائی کے کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا اور برائیوں سے ڈرانا۔ باب 5 المائدة، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

صحیح بخاری نمبر 1240 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمانوں کے درج ذیل حقوق ادا کرنے چاہئیں: سلام کا جواب دینا، بیماروں کی عیادت کرنا، ان کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا اور مسلمانوں کو جواب دینا۔ چھینکنے والا جو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ وہ تمام حقوق سیکھے اور پورا کرے جو دوسرے لوگوں کے، خاص کر دوسرے مسلمانوں کے ان پر ہیں، کیونکہ ہر ایک سے پوچھا جائے گا کہ کیا اس نے قیامت کے دن دوسرے لوگوں کے حقوق ادا کیے؟ کسی کو دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہئے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ لوگ سلوک کریں۔

ایک اور بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان پر ظلم نہیں کرنا چاہیے، اسے چھوڑنا یا نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ انسان کے گناہوں سے نفرت ہونی چاہیے لیکن گناہ گار ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ وہ کسی بھی وقت صدق دل سے توبہ کر لے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4884 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ جو شخص کسی دوسرے مسلمان کی تذلیل کرے گا اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل کرے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کو ذلت سے بچاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا۔

شروع میں نقل کی گئی مرکزی حدیث میں مذکور منفی خصوصیات اس وقت پیدا ہو سکتی ہیں جب کوئی شخص غرور اختیار کر لے۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود حدیث کے مطابق تکبر اس وقت ہوتا ہے جب انسان دوسروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے۔ مغرور شخص خود کو کامل دیکھتا ہے جبکہ دوسروں کو نامکمل دیکھتا ہے۔ یہ انہیں دوسروں کے حقوق ادا کرنے سے روکتا ہے اور دوسروں کو ناپسند کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور فخر انسان کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ سچائی کو مسترد کر دے جب وہ ان کے سامنے پیش کیا جائے، کیونکہ یہ ان کی طرف سے نہیں آیا اور ان کی خواہشات کے خلاف ہے۔

ایک اور بات جو اہم حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ حقیقی تقویٰ کسی کی ظاہری شکل و صورت میں نہیں ہے جیسا کہ اسلامی لباس پہننا، بلکہ یہ ایک باطنی صفت ہے۔ یہ باطنی خصلت ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ کوئی شخص ان نعمتوں کا استعمال کرے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ اسی لیے صحیح مسلم کی حدیث نمبر 4094 میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب روحانی قلب پاک ہوتا ہے تو سارا جسم پاک ہو جاتا ہے لیکن جب روحانی قلب فاسد ہوتا ہے تو سارا جسم پاک ہو جاتا ہے۔ کریپٹ ہو جاتا ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ظاہری صورتوں مثلاً مال و دولت کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کرتا بلکہ وہ لوگوں کی نیتوں اور اعمال پر غور کرتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6542 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے باطنی تقویٰ اختیار کرنے کی کوشش کرے تاکہ یہ ظاہری طور پر اس طرح ظاہر ہو جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعامل کرتے ہیں۔ تخلیق

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے بغض رکھنا گناہ ہے۔ اس نفرت کا اطلاق دنیاوی چیزوں پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں کو ناپسند نہیں کرنا۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے لیے محبت اور بغض رکھنا ایمان کی تکمیل کا ایک پہلو ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ایک مسلمان کو ہر حال میں دوسروں کا احترام کرنا چاہیے اور اس شخص سے نفرت کیے بغیر صرف ان کے گناہوں کو ناپسند کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ، ان کی ناپسندیدگی انہیں کبھی بھی اسلام کی تعلیمات کے خلاف کام کرنے پر مجبور نہیں کرے گی، کیونکہ اس سے یہ ثابت ہو گا کہ ان کی نفرت ان کی اپنی خواہشات پر مبنی ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے۔ دنیاوی وجوہات کی بنا پر دوسروں کو حقیر سمجھنے کی اصل وجہ تکبر ہے۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایک ایٹم کا

فخر کسی کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

اس کے بعد جو اہم حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کی جان، مال اور آبرو سب مقدس ہیں۔ ایک مسلمان کو ان حقوق میں سے کسی کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہیے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث میں اعلان فرمایا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ غیر مسلموں سمیت دیگر لوگوں کو ان کے شر سے محفوظ نہ رکھے۔ نقصان دہ تقریر اور اعمال اور سچا مومن وہ ہے جو دوسروں کی جان و مال سے ان کی برائیوں کو دور رکھے۔ ان حقوق کی خلاف ورزی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہیں کرے گا جب تک کہ ان کا شکار پہلے انہیں معاف نہ کر دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو قیامت کے دن انصاف قائم ہو گا جس کے تحت مظلوم کو ظالم کی نیکیاں ملیں گی اور اگر ضرورت پڑی تو مظلوم کے گناہ مظلوم کو ملیں گے۔ اس سے ظالم کو جہنم میں ڈالا جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

آخر میں، ایک مسلمان کو دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ یہ ایک فرد کے لیے بہت زیادہ برکتوں کا باعث بنے گا اور اس کے معاشرے میں اتحاد پیدا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی صحبت

صحیح بخاری نمبر 7405 میں موجود ایک طویل الہی حدیث میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو چند اہم باتوں کی نصیحت کرتا ہے۔ پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بارے میں ان کے ادراک کے مطابق عمل اور سلوک کرتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر کوئی مسلمان اچھے خیالات رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بھلائی کی امید رکھتا ہے تو وہ اسے مایوس نہیں کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے بارے میں منفی خیالات رکھتا ہے، جیسے یہ یقین رکھنا کہ اسے معاف نہیں کیا جائے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے عقیدہ کے مطابق عمل کر سکتا ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اللہ عزوجل میں سچی امید جس کا یہ حدیث اشارہ کرتی ہے اور خواہش مند سوچ میں بہت فرق ہے۔ خواہش مندانه سوچ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے احکام کی تعمیل کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنے میں ناکام ہو جائے تو اس طرح ان کو عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں اور پھر بھی اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ان کو بخش دے اور انہیں دونوں جہانوں میں رحمت عطا فرمائے۔ یہ سچی امید نہیں ہے، یہ محض خواہش مندانه سوچ ہے۔ یہ ایک کسان کی طرح ہے جو کوئی بیج نہیں لگاتا، اپنی فصل کو پانی نہیں دیتا اور پھر بھی بڑی فصل کاٹنے کی امید رکھتا ہے۔ حقیقی امید وہ ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے کوشش کرتا ہے اور جب بھی وہ پھسل جاتا ہے تو سچے دل سے توبہ کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی امید رکھتا ہے۔ یہ ایک کسان کی طرح ہے جو بیج لگاتا ہے، اپنی فصل کو پانی دیتا ہے، فصل کو صحت مند رکھنے کے لیے کوشش کرتا ہے اور پھر بڑی فصل کی امید کرتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وضاحت کو جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود حدیث میں بیان فرمایا ہے۔

عام طور پر دیکھا جائے تو ایک مسلمان کو اپنی زندگی کے دوران اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنا چاہیے کیونکہ یہ ایسے گناہوں سے روکتا ہے جو امید سے برتر ہیں جو انسان کو نیک اعمال کرنے کی ترغیب دیتے ہیں خاص طور پر رضاکارانہ قسم۔ لیکن بیماری اور مشکل کے دور میں اور خاص طور پر موت کے وقت مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید کے سوا کچھ نہیں ہونا چاہیے، خواہ اس نے اپنی زندگی اس کی نافرمانی میں گزار دی ہو، جیسا کہ اس کا خاص طور پر حکم دیا گیا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 2877 میں موجود ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اعلان فرماتا ہے کہ وہ ہر اس شخص کے ساتھ ہے جو اسے یاد کرتا ہے۔

ذہنی مسائل اور عوارض جیسے کہ ڈپریشن کے بڑھنے کے ساتھ، مسلمانوں کے لیے اس اعلان کی اہمیت کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ کسی شخص کے دماغی مسئلے کا سامنا کرنے کا بہت کم امکان ہوتا ہے جب وہ مستقل طور پر کسی ایسے شخص سے گھرا رہتا ہے اور اس کی مدد کرتا ہے جو واقعی ان سے پیار کرتا ہے۔ اگر یہ کسی شخص کے لیے درست ہے تو یہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے لیے زیادہ مناسب ہے، جس نے اپنے ذکر کرنے والے کے ساتھ رہنے کا وعدہ کیا ہے۔ صرف اس اعلان پر عمل کرنے سے ذہنی مسائل جیسے کہ ڈپریشن ختم ہو جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں سے الگ تھلگ رہنے یا دوسروں کے درمیان ہونے سے نیک پیشواؤں کی ذہنی حالت پر کوئی فرق نہیں پڑا کیونکہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی صحبت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ تمام رکاوٹوں اور مشکلات کو کامیابی سے عبور کر لیتا ہے یہاں تک کہ آخرت میں اس کے قرب تک پہنچ جاتا ہے۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ نے اپنی لامحدود رحمت سے اس اعلان کو کسی طرح بھی محدود نہیں کیا۔ مثال کے طور پر، اس نے یہ اعلان نہیں کیا کہ وہ صرف نیک لوگوں کے ساتھ ہے یا ان لوگوں کے ساتھ ہے جو مخصوص اچھے کام کرتے ہیں۔ اس نے درحقیقت ہر مسلمان کو گھیر لیا خواہ ان کے ایمان کی مضبوطی ہو یا کتنے ہی گناہوں کا ارتکاب کیا ہو۔ اس لیے مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن اس حدیث میں جو شرط بیان کی گئی ہے اس پر غور کرنا ضروری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔ اس یاد میں اپنی نیت کو درست کرنا بھی شامل ہے تاکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کام کرے اور اس لیے لوگوں سے کسی قسم کی شکر گزاری کی امید نہ رکھے۔ زبان سے یاد کرنے میں اچھی بات کہنا یا خاموش رہنا شامل ہے۔ اور ذکر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے استعمال کریں جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی یاد ہے۔ ایسا سلوک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی صحبت اور نصرت نصیب ہوگی۔

سادہ لفظوں میں اللہ تعالیٰ کی جتنی زیادہ اطاعت اور یاد کرے گا، اتنا ہی اس کی صحبت حاصل کرے گا۔ جو دیتا ہے وہی وصول کرے گا۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو تنہا یاد کرے گا، اللہ اسے تنہا یاد کرے گا۔ اور جو شخص مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا، اس کا ذکر عام طور پر، اللہ تعالیٰ اس کو آسمانی فرشتوں کے درمیان بہتر اجتماع کے معنی میں یاد کرے گا۔

یہ قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جانے والی بہت سی مثالوں کی طرح اسلام کی ایک بنیادی تعلیم کی طرف اشارہ کرتی ہے، یعنی جو شخص دیتا ہے وہی اسے ملتا ہے۔ ایک اور مثال، جو اس حدیث کی تصدیق کرتی ہے، باب 2 البقرہ، آیت 152 میں موجود ہے:

"...پس مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد رکھوں گا"

جامع ترمذی نمبر 1924 میں ایک حدیث ہے کہ جو مخلوق پر رحم کرے گا اس پر خالق رحم کرے گا۔ عام طور پر اس مادی دنیا میں انسان کو اپنی کوششوں کے مطابق چیزیں ملتی ہیں۔ تاہم، عجیب بات ہے کہ کچھ لوگ بغیر کسی کوشش کے جنت کے اعلیٰ درجات حاصل کرنے کی توقع رکھتے ہیں۔ ان تعلیمات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو ان کی کوششوں کی بنیاد پر برکت اور رحمت ملے گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے جتنے زیادہ فرمانبردار ہوں گے، جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، بدلے میں انہیں اتنا ہی زیادہ ملے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا کر سکتا ہے خواہ وہ اس کی اطاعت میں کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا نظام قائم کیا ہے جس پر عمل کرنا ضروری ہے یعنی اس کی اطاعت میں کوشش کرنا۔ مزید برکات اور رحمت حاصل کرنے کے لیے اطاعت۔ لہذا ہر مسلمان کو غور و فکر کرنا چاہیے اور فیصلہ کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی کتنی رحمتیں اور برکتیں وہ چاہتے ہیں اور پھر اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوشش کریں۔

اس حقیقت کو اس حدیث کے آخری حصے میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے جہاں اللہ تعالیٰ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جو شخص اس کی مخلصانہ اطاعت کے ذریعے اس کا قرب حاصل کرنے کی جس قدر کوشش کرے گا، اس کی اتنی ہی زیادہ رحمت اسے حاصل ہوگی۔

دو نعمتیں۔

صحیح بخاری نمبر 6412 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ لوگ اکثر ان کی قدر نہیں کرتے جب تک کہ ان سے محروم نہ ہو جائیں، صحت اور فراغت۔

اچھی صحت ایک خاص نعمت ہے کیونکہ یہ انسان کو دنیا اور دین سے متعلق دیگر نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیتی ہے۔ معمولی بیماریوں کے پیچھے ایک حکمت یہ ہے کہ وہ ایک مسلمان کو اچھی صحت کے لئے شکر گزار ہونے کی ترغیب دیں۔ حقیقی شکر گزاری تب ہوتی ہے جب کوئی اپنے پاس موجود نعمتوں کو استعمال کرتا ہے، اس صورت میں اچھی صحت، صحیح طریقے سے جیسا کہ اسلام نے تجویز کیا ہے۔ ان لوگوں کو دیکھنا چاہیے جو بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے اپنی صحت سے محروم ہو گئے ہیں اور اس لیے اپنی صحت سے استفادہ کرتے ہوئے دنیاوی اور دینی معاملات میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے مادی دنیا پر دین کو ترجیح دیں۔ مثال کے طور پر، مساجد کی طرف سفر کرنے کے لیے اپنی اچھی صحت کو استعمال کرتے ہوئے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لیے ایک وقت آنے سے پہلے جب وہ ایسا کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے لیے جسمانی طاقت نہیں رکھتے۔ انہیں چاہیے کہ وہ رضاکارانہ روزے رکھیں، خاص کر سردیوں کے مختصر دنوں میں، اس سے پہلے کہ وہ اپنی اچھی صحت سے محروم ہو جائیں۔ انہیں چاہئے کہ وہ رات کی نماز باقاعدگی سے ادا کریں کیونکہ سنن نسائی نمبر 1614 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ بہترین نفلی نماز ہے۔

صحت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جب وہ آخر کار اس سے محروم ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو وہی اجر دیتا رہے گا جو ان کی صحت کے دوران اچھے کام کرنے پر ملتا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث المفرد نمبر 500 میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ لیکن جو لوگ غفلت میں رہتے ہیں وہ اپنی اچھی صحت سے استفادہ کرنے میں ناکام رہیں گے اور اس وجہ سے ان کی صحت یابی کے دوران کوئی اجر نہیں ملے گا۔

اچھی صحت کی تعریف کرنے اور سچے شکرگزار ہونے کا ایک پہلو ان لوگوں کی مدد کرنا ہے جنہوں نے اپنے ذرائع کے مطابق اپنی اچھی صحت کھو دی ہے، جیسے جذباتی یا مالی مدد۔ بیماروں کے بارے میں باقاعدگی سے غور و فکر کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہ ان کی اچھی صحت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی ترغیب دے گا۔

آخر میں، جو لوگ اپنی اچھی صحت کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی بیماری کے دور میں مدد کرے گا۔ جبکہ جو لوگ ایسا نہیں کرتے انہیں یہ مدد نہیں ملے گی اور اس وجہ سے وہ بیماری کا سامنا کرتے وقت بے صبری کا شکار ہو جائیں گے۔ یہ منفی رویہ ان کے لیے مزید پریشانی کا باعث بنے گا اور انہیں بہت زیادہ انعام سے محروم کر دے گا۔

اس مواد میں ہر چیز خریدی جا سکتی ہے، یہاں تک کہ غیر قانونی ذرائع سے بھی، سوائے وقت کے۔ یہ وہ واحد نعمت ہے جو انسان کے جانے کے بعد واپس نہیں آتی۔ اگرچہ اس حقیقت کو کسی نے بھی انکار نہیں کیا ہے خواہ وہ کسی بھی عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں، لیکن بہت سے مسلمان اپنے دیئے گئے وقت کی قدر نہیں کرتے اور اس کا صحیح استعمال نہیں کرتے۔ بہت سے لوگوں نے یہ ذہنیت اختیار کر لی ہے کہ وہ کل آخرت کی تیاری کریں گے۔ لیکن جیسے جیسے ہر دن گزرتا ہے یہ کل تاخیر کا شکار ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ بہت سے معاملات میں یہ کل کبھی نہیں آتا۔ اور انہیں اس بات کا کل احساس تب ہوتا ہے جب ان کی موت کے وقت بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو اپنی زندگی میں اس کل تک پہنچنے کے لیے خوش نصیب ہیں وہ بوڑھے ہونے پر مسجدوں میں آباد ہو سکتے ہیں لیکن چونکہ انہوں نے مادی دنیا کے لیے اتنا وقت اور توانائی وقف کر دی ہے کہ ان کے جسم ابھی تک مساجد میں ہیں، ان کے دل اور زبانیں ابھی تک مگن ہیں۔ مادی دنیا میں یہ ان لوگوں کے لیے واضح ہے جو باقاعدگی سے مساجد میں آتے ہیں۔ یہ مسلمان اپنی بوڑھی عمر اور اپنی دنیاوی ذہنیت کی وجہ سے اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کا امکان نہیں رکھتے۔ اس لیے وہ مساجد میں حاضری دے سکتے ہیں پھر بھی ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں۔

اس کے علاوہ، وقت گزرنے کے ساتھ، زیادہ تر معاملات میں، کسی کی ذمہ داریاں ہی بڑھ جاتی ہیں، جیسے شادی اور بچوں کی پرورش۔ اس لیے آخرت کی تیاری میں اس وقت تک تاخیر کرنا جب تک کہ کوئی زیادہ آزاد نہ ہو جائے محض حماقت ہے۔ اسلام مسلمانوں کو یہ نہیں سکھاتا کہ وہ دنیا کو ترک کر دیں بلکہ یہ انہیں اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ اپنے وقت کا صحیح

استعمال کریں، مادی دنیا سے کافی لے کر اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو بغیر اسراف اور فضول خرچی کے پورا کریں اور پھر اپنی بقیہ کوششیں وقف کر دیں۔ مستقل آخرت کی تیاری انہیں چاہیے کہ اپنے وقت کو گناہ اور فضول کاموں میں کم سے کم کریں، ان کاموں میں جو انہیں دنیا یا آخرت میں فائدہ نہیں پہنچا سکتیں، اور اپنے وقت اور وسائل کا زیادہ حصہ ان چیزوں کے لیے وقف کریں جس سے انہیں دونوں جہانوں میں فائدہ ہو۔ اس طرح کوئی اپنے وقت کا صحیح استعمال کرتا ہے۔ کتنے مسلمان ایمانداری سے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی دنیا کو سنوارنے پر اپنی زیادہ تر کوششیں ابدی آخرت کی تیاری کے لیے وقف کر دی ہیں؟

خوابشات

جامع ترمذی نمبر 2376 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ مال و دولت کی خواہش ایمان کے لیے دو بھوکے بھیڑیوں کی ہلاکت سے زیادہ تباہ کن ہے۔ بھیڑوں کا ایک ریوڑ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید ہی کسی مسلمان کا ایمان محفوظ رہے اگر وہ اس دنیا میں دولت اور شہرت کی تمنا کرے جس طرح دو بھوکے بھیڑیوں سے شاید ہی کوئی بھیڑ بچ سکے۔ لہذا اس عظیم مثال میں دنیا میں زیادہ دولت اور سماجی حیثیت کے بعد حرص کی برائی کے خلاف سخت تنبیہ ہے۔

دولت کی طلب کی پہلی قسم وہ ہے جب کسی کو دولت سے شدید محبت ہو اور وہ اسے حلال ذرائع سے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اس طرح کا برتاؤ کسی عقلمند کی نشانی نہیں ہے کیونکہ ایک مسلمان کو پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ ان کا رزق ان کے لیے ضامن ہے اور یہ تقسیم کبھی نہیں بدل سکتی۔ درحقیقت خلقت کا رزق زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مختص کیا گیا تھا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ شخص بلاشبہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں میں کوتاہی کرے گا کیونکہ وہ دولت کے حصول میں بہت زیادہ مشغول ہے۔ جو جسم دولت کے حصول میں بہت زیادہ مصروف ہو وہ آخرت کے لیے کبھی بھی مناسب تیاری نہیں کر سکے گا، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں۔ درحقیقت یہ شخص زیادہ دولت کے حصول کے لیے اتنی محنت کرے گا کہ اسے لطف اندوز ہونے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ اس کے بجائے، وہ اس دنیا سے چلے جائیں گے اور اسے دوسرے لوگوں کے لئے لطف اندوز کرنے کے لئے چھوڑ دیں گے، اگرچہ وہ اس کے لئے جوابدہ ہوں گے۔ یہ شخص حلال طریقے سے دولت حاصل کر سکتا ہے لیکن پھر بھی اسے ذہنی سکون نہیں ملے گا کیونکہ وہ جتنا بھی حاصل کر لیں وہ صرف اور کی خواہش کرے گا۔ یہ شخص محتاج ہے اور اس لیے حقیقی مفلس ہے خواہ اس کے پاس بہت زیادہ مال ہو۔ چونکہ زیادہ دولت حاصل کرنے کی کوشش میں زیادہ دنیاوی دروازے کھولنا اور مصروفیات شامل ہیں، وہ جتنا زیادہ اپنی دولت بڑھانے کی کوشش کریں گے، اتنا ہی کم ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کریں گے۔ اور جتنا زیادہ وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں

ان کی قسمت کے حصول میں دی گئی ہیں۔ صرف وہی جو اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

ایک ہی خواہش جو فائدہ مند ہے وہ ہے حقیقی دولت جمع کرنے کی خواہش، یعنی اعمال صالحہ تاکہ واپسی کے دن کی تیاری ہو۔

دوسری قسم کی دولت کی طلب پہلی قسم کی طرح ہے لیکن اس کے علاوہ یہ قسم کے لوگ ناجائز ذرائع سے مال حاصل کرتے ہیں اور لوگوں کے حقوق مثلاً صدقہ فطر ادا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد احادیث میں اس کے خلاف تنبیہ فرمائی ہے۔ مثال کے طور پر صحیح مسلم نمبر 6576 میں موجود ایک حدیث میں آپ نے تنبیہ کی کہ اس رویے نے پچھلی امتوں کو تباہ کر دیا کیونکہ انہوں نے حرام چیزوں کو حلال کیا، دوسروں کے حقوق کو روکا اور مال کی زیادتی کی خاطر دوسروں کو قتل کیا۔ یہ شخص اس دولت کے لیے کوشش کرتا ہے جس کا وہ حقدار نہیں ہے جس سے بے شمار کبیرہ گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ جب کوئی یہ رویہ اختیار کرتا ہے تو وہ شدید لالچی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ کیا ہے کہ جامع ترمذی نمبر 1961 میں موجود ایک حدیث میں لالچی شخص اللہ تعالیٰ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور اور جہنم کے قریب ہوتا ہے۔ درحقیقت سنن نسائی نمبر 3114 میں پائی جانے والی ایک حدیث متنبہ کرتی ہے کہ ایک سچے مسلمان کے دل میں شدید لالچ اور سچا ایمان کبھی جمع نہیں ہوگا۔

اگر کوئی مسلمان اس قسم کی حرص کو اپنائے تو اس کا شدید خطرہ ان پڑھ مسلمان پر بھی واضح ہے۔ یہ ان کے ایمان کو تباہ کر دے گا یہاں تک کہ سوائے تھوڑے کے کچھ باقی نہ رہے گا۔ جیسا کہ زیر بحث مرکزی حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ کسی کے ایمان کی یہ تباہی دو بھوکے بھیڑیوں کی تباہی سے زیادہ شدید ہے جنہیں بکریوں کے ریوڑ پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ مسلمان

اپنی موت کے وقت اپنے پاس موجود تھوڑے سے ایمان کو کھونے کا خطرہ رکھتا ہے، جو کہ سب سے بڑا نقصان ہے۔

ایک شخص کی شہرت اور رتبے کی خواہش اس کے ایمان کے لیے زیادہ دولت کی خواہش سے زیادہ تباہ کن ہے۔ ایک شخص اکثر اپنی محبوب دولت کو شہرت اور سماجی حیثیت کے حصول پر خرچ کرتا ہے۔

ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی شخص مقام و شہرت حاصل کر کے صحیح راستے پر قائم رہے جس کے تحت وہ مادی دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتا ہے۔ درحقیقت صحیح بخاری نمبر 6723 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص معاشرے میں لیڈر شپ جیسے مقام کا خواہاں ہے اسے خود اس سے نمٹنے کے لیے چھوڑ دیا جائے گا لیکن اگر کوئی اسے مانگے بغیر حاصل کرے گا تو اس کی مدد کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ، اس کی فرمانبرداری میں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ایسے شخص کا تقرر نہیں کرتے تھے جو کسی منصب پر فائز ہونے کی درخواست کرتا ہو یا اس کی خواہش بھی ظاہر کرتا ہو۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 6923 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ صحیح بخاری نمبر 7148 میں موجود ایک اور حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے کہ لوگ مقام و مرتبہ حاصل کرنے کے 7148 خواہش مند ہوں گے لیکن قیامت کے دن ان کے لیے یہ بڑی پشیمانی ہوگی۔ یہ ایک خطرناک خواہش ہے کیونکہ یہ انسان کو اس کو حاصل کرنے کے لیے شدید کوشش کرنے پر مجبور کرتی ہے اور پھر اس کو برقرار رکھنے کے لیے مزید کوشش کرنے پر مجبور کرتی ہے، خواہ یہ ظلم اور دیگر گناہوں کا ارتکاب کرے۔

رتبہ کی خواہش کی بدترین قسم وہ ہے جب کوئی اسے مذہب کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2654 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ یہ شخص جہنم میں جائے گا۔

لہذا ایک مسلمان کے لیے زیادہ مال و دولت اور اعلیٰ سماجی رتبے کی خواہش سے بچنا زیادہ محفوظ ہے کیونکہ یہ دو چیزیں ہیں جو ان کے ایمان کی تباہی کا باعث بنتی ہیں اور آخرت کے

لیے مناسب تیاری کرنے سے غافل ہوتی ہیں، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے طریقوں سے عطا کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

اہم اعمال

جامع ترمذی نمبر 2616 میں موجود ایک طویل حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند اہم اعمال بیان فرمائے جن کو انجام دینے کے لیے مسلمانوں کو کوشش کرنی چاہیے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ کو ڈھال قرار دیا۔ سنن ابن ماجہ نمبر 1639 میں موجود ایک اور حدیث میں آپ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ روزہ آگ کے خلاف ڈھال ہے جس طرح ڈھال لڑائی میں انسان کی حفاظت کرتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ روزہ دنیا میں آنے والی مشکلات اور آخرت میں جہنم کی آگ سے حفاظت ہے۔ اس کے علاوہ روزہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کے خلاف ایک ڈھال ہے جیسا کہ قرآن کریم نے روزے کو تقویٰ حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے اور اس کا ایک پہلو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے پرہیز کرنا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 183

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے ”
“گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ روزہ اس وقت تک ڈھال کا کام کرتا ہے جب تک کہ کوئی شخص اپنے روزے کو بری باتوں یا افعال سے خراب نہ کرے۔ سنن نسائی نمبر 2235 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی لیے صحیح میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ دار کو تنبیہ کی ہے کہ وہ بے حیائی نہ کرے اور دوسروں سے جھگڑا نہ کرے۔ بخاری نمبر 1894۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی کی حدیث نمبر 707 میں تنبیہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ اگر کوئی شخص لغو باتوں سے باز نہ آئے تو وہ اپنا کھانا پینا

چھوڑ دے۔ اور اعمال یہ رویہ روزے کے مقصد سے واضح طور پر متصادم ہے۔ درحقیقت روزے کو گناہوں سے محفوظ رکھ کر نہ صرف معدہ بلکہ جسم کے ہر عضو کو متاثر کرنا چاہیے۔

اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی اور گناہوں سے پرہیز کرتے ہوئے روزے کے تمام آداب و شرائط کو پورا کرے تاکہ وہ اس طرز عمل کو سارا سال نافذ کر سکے، خواہ وہ روزے سے نہ ہوں۔ یہ حقیقی روزہ ہے جو تقویٰ اور دنیا کی مشکلات اور آخرت میں جہنم کی آگ سے حفاظت کا باعث ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اسی طرح کی حدیث جامع ترمذی نمبر 664 میں ملتی ہے کہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھاتا ہے اور مسلمان کو بری موت سے بچاتا ہے۔ ایک بری موت وہ ہے جب کوئی شخص غیر مسلم کے طور پر اپنا ایمان کھونے کے بعد مر جائے۔ اس سے بڑا کوئی نقصان نہیں ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر کی ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ بخل کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دور، لوگوں سے 1961 دور، جنت اور جنت سے دور ہوتا ہے۔ جہنم کے قریب

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نوٹ کریں اور زیادہ سے زیادہ صدقہ دینے کی کوشش کریں۔ جیسا کہ اسلام میں صدقہ بہت سے مختلف جسمانی اعمال کا احاطہ کرتا ہے، جیسے کسی کو محفوظ محسوس کرنے کے لیے اسے دیکھ کر مسکرانا، جس کی نصیحت جامع ترمذی، نمبر 1956 میں موجود حدیث میں ہے، اس لیے کوئی بھی مسلمان اپنے آپ کو کثرت سے صدقہ دینے سے عذر نہیں کرسکتا۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کسی عمل کے معیار کو اس کی مقدار سے زیادہ دیکھتا ہے، لہذا انسان کو صدقہ کے کاموں پر قائم رہنا چاہیے، خواہ وہ چھوٹے ہوں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ ان اعمال کو پسند کرتا ہے جو باقاعدگی سے ہوں خواہ وہ چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں۔ صحیح بخاری نمبر 6464 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 271

اگر آپ اپنے خیراتی اخراجات کو ظاہر کرتے ہیں، تو وہ اچھے ہیں؛ لیکن اگر تم ان کو چھپا کر " غریبوں کو دے دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور وہ تم سے تمہاری کچھ برائیاں دور کر دے گا۔"

اہم حدیث میں مذکور اگلی چیز نفلی رات کی نماز کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ صدقہ کی طرح گناہوں کو مٹاتا ہے۔

نفلی نماز کی بے شمار فضیلتیں ہیں مثال کے طور پر سنن نسائی نمبر 1614 میں ایک حدیث ہے کہ یہ سب سے افضل نماز ہے۔ وہ رات ہے جب اللہ تعالیٰ اپنی لامحدود عظمت کے مطابق اس دنیا کے آسمانوں پر نزول فرماتا ہے اور لوگوں کو اپنی بخشش اور رحمت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 6321 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

قیامت کے دن یا جنت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی کا درجہ نہیں ہو گا اور یہ درجہ براہ راست رات کی نماز سے مربوط ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ رات کو نفلی نماز قائم کرتے ہیں انہیں دونوں جہانوں میں اعلیٰ درجات سے نوازا جائے گا۔ باب: الاسراء، آیت 17 79

اور رات کے کچھ حصے سے، اس کے ساتھ نماز پڑھو [یعنی قرآن کی تلاوت [اپنے لیے اضافی " [عبادت کے طور پر۔ امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایک قابل تعریف مقام پر اٹھائے گا۔

تمام مسلمانوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی دعائیں قبول ہوں اور ان کی حاجتیں پوری ہوں۔ لہذا انہیں چاہئے کہ وہ رات کی نماز نفلی ادا کرنے کی کوشش کریں جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 1770 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی ہے کہ ہر رات میں ایک خاص گھڑی ہوتی ہے جس میں اچھی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ ہمیشہ جواب دیا

نماز شب کا قیام گناہوں سے بچنے کا ایک بہترین طریقہ ہے کیونکہ یہ بے مقصد اجتماعات سے بچنے میں مدد دیتا ہے اور بہت سی جسمانی بیماریوں سے بھی بچاتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ 3549

رات کی نماز کے لیے تیاری کرنی چاہیے کہ زیادہ کھانے پینے سے گریز کریں، خاص طور پر سونے سے پہلے، کیونکہ اس سے سستی پیدا ہوتی ہے۔ کسی کو دن میں غیر ضروری طور پر خود کو تھکانا نہیں چاہئے۔ دن میں ایک مختصر جھپکی اس میں مدد کر سکتی ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنا چاہیے جیسا کہ فرمانبرداروں کے لیے آسان ہے۔ نفلی رات کی نماز ادا کرنا۔

ایک اور بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کا مرکزی رکن فرض نمازوں کا قیام ہے۔

فرض نمازوں کو قائم کرنے کا مطلب ہے کہ اس کے تمام آداب و شرائط کو صحیح طریقے سے پورا کرنا، جیسے کہ وقت پر پڑھنا۔ یہ ہر مسلمان پر سب سے اہم فریضہ ہے اور اس کے بغیر دنیا و آخرت میں کامیابی تقریباً ناممکن ہے۔ یہ بات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی آیات اور احادیث میں واضح ہو چکی ہے، جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 2618 میں ہے۔ اس میں واضح طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ نماز کا قیام ایمان کو کفر سے الگ کرتا ہے۔ جو لوگ نماز قائم کرنے میں ناکام رہتے ہیں ان کے ایمان کے بغیر اس دنیا سے جانے کا خطرہ ہے جو سب سے بڑا نقصان ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی حد سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، کسی مسلمان کے پاس نماز قائم نہ کرنے کا عذر نہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 286

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

اپنی پوری کوشش کرنے کا دعویٰ کرتے ہوئے فرض نمازوں کو قائم کرنے میں ناکام ہونا اس حقیقت کے منافی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم حق ہے۔

چونکہ فرض نمازیں اسلام کا مرکزی ستون ہیں، اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اگر کوئی ان کو قائم کرنے میں ناکام رہتا ہے تو اس کا اسلام کا گھر منہدم ہو جائے گا، خواہ وہ دیگر نیک اعمال ہی کیوں نہ کرے۔ فرض نمازوں کو کسی دوسرے عمل یا اندرونی عقیدے سے بدل نہیں سکتا۔ درحقیقت فرض نمازیں انسان کے اندرونی عقیدہ کا سب سے اہم عملی ثبوت ہیں۔ اس عملی ثبوت کے بغیر دنیا یا آخرت میں کامیابی کا امکان نہیں۔ باب 20 طہ، آیت 14

“میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔”

اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔" وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

ایک اور بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ اس ہمہ گیر حدیث کی تمام تعلیمات کی بنیاد زبان کو کنٹرول کرنا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زبان کو روکنا، اس

کی حفاظت کرنا اور اسے اسلام کی مقرر کردہ حدود میں رکھنا ہی تمام بھلائیوں کا ذریعہ ہے۔ لہذا جس نے اپنی زبان کو قابو میں رکھا اس نے ان کا معاملہ سنبھال لیا۔ درحقیقت یہ حدیث اس بات کا اختتام کرتی ہے کہ لوگوں کے جہنم میں داخل ہونے کا سب سے بڑا سبب کلام ہے۔ اس کی تائید بہت سی دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے، جیسے کہ جامع ترمذی، نمبر 2314 میں موجود حدیث، جس میں متنبہ کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن جہنم میں جانے کے لیے صرف ایک برے لفظ کی ضرورت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر کبیرہ گناہوں میں تقریر کا عنصر ہوتا ہے اور اکثر صورتوں میں کسی کے قول سے گناہ کرنا ان کے عمل سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔ جب مسلمان اپنی بات درست کر لیتا ہے تو اس کے تمام اعمال درست ہو جاتے ہیں لیکن اگر وہ ایسا نہیں کر پاتے تو صرف اپنی برائی سے ان کی نیکیوں کو برباد کر دیتے ہیں۔ باب 33 الاحزاب، آیات 70-71

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور انصاف کی بات کہو، وہ تمہارے لیے تمہارے "اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔"

لہذا ایک مسلمان کو لغو باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ یہ وقت کا ضیاع ہے اور اس لیے قیامت کے دن ان کے لیے بڑی پشیمانی ہوگی۔ اس دنیا میں انسان کو جن دلائل، مسائل اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کی بڑی وجہ بھی فضول گفتگو ہے۔ فضول گفتگو بھی اکثر بری تقریر سے پہلے پہلا قدم ہوتا ہے، جیسے جھوٹ، غیبت اور غیبت۔ ہر قسم کی بُری باتوں سے بھی بچنا چاہیے، کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں پریشانی کا باعث ہے۔ آخر میں، ایک مسلمان کو صحیح مسلم کی حدیث نمبر 176 میں دی گئی دور رس نصیحت پر عمل کرنا چاہیے، یعنی وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

اچھے کردار پر 400 سے زیادہ مفت ای بکس

400 سے زیادہ مفت ای بکس: <https://shaykhpod.com/books/eBooks/AudioBooks> کے لیے بیک اپ سائٹ
<https://archive.org/details/@shaykhpod>
شیخ پوڈ ای بکس کے براہ راست پی ڈی ایف لنکس:
<https://spebooks1.files.wordpress.com/2024/05/shaykhpod-books-direct-pdf-links-v2.pdf>
<https://archive.org/download/shaykh-pod-books-direct-pdf-links/ShaykhPod%20Books%20Direct%20PDF%20Links%20V2.pdf>

دیگر شیخ پوڈ میڈیا

آڈیو بکس: <https://shaykhpod.com/books/#audio>
روزانہ بلاگز: <https://shaykhpod.com/blogs/>
تصویریں: <https://shaykhpod.com/pics/>
جنرل پوڈکاسٹ: <https://shaykhpod.com/general-podcasts/>
PodWoman: <https://shaykhpod.com/podwoman/>
PodKid: <https://shaykhpod.com/podkid/>
اردو پوڈکاسٹ: <https://shaykhpod.com/urdu-podcasts/>
لائو پوڈکاسٹ: <https://shaykhpod.com/live/>

ڈیلی بلاگز، ای بکس، تصویروں اور پوڈکاسٹوں کے لیے گمنام طور پر واٹس ایپ چینل کو فالو کریں:
<https://whatsapp.com/channel/0029VaDDhdwJ93wYa8dgJY1t>

ای میل کے ذریعے روزانہ بلاگز اور اپ ڈیٹس حاصل کرنے کے لیے سبسکرائب کریں:
<http://shaykhpod.com/subscribe>



Achieve Noble Character